اصول دین سے آشنائی

آیۃ اللہ العظمیٰ حاج
شیخ حسین وحید خراسانی مدظلہ العالی

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

کتاب نامہ: اصول دین سے آشنائی

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ حاج شیخ حسین وحید خراسانی مدظلہ العالی کی توضیح المسائل کا مقدمہ

ناشر: مدرسۃ الامام الباقر العلوم علیہ السلام

دوسرا ایڈیشن: 1428ھ، مطابق 2007ء

پریس: نگارش

ملنے کا پتہ:

قم، صفائیہ روڈ، گلی نمبر 37، مکان نمبر 21، ٹیلیفون: 7743256 ـ 0251

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہِ الطَّاھِرِیْنَ، لاَ سِیَّمَا بَقِیَّۃِ اللّٰہِ فِی اْلا رُ ضِیْن

پیش گفتار

یہ کتاب فروع دین سے متعلق ہے، لیکن یہ مقدمہ اصول دین سے آگاہی کی غرض سے لکھا گیا ہے۔جس طرح نور کے مراتب ہیں اور سورج و شمع کا نور بھی حقیقی نور کے مراتب میں سے ہیں، اسیطرح اصول دین کی معرفت کے بھی مراتب ہیں۔یہ مقدمہ کوئی عمیق تحقیق نہیں، بلکہ اس راہ میں قدم رکھنے والوں کے لئے اصول دین سے آشنائی کی حد تک ایک شمع کی مانند ہے۔

اس مقدمے میں عقلی اعتبار سے نہایت آسان تمہیدات پر مبنی دلائل سے استدلال کیا گیا ہے اورروائی اعتبار سے ان منقولات پر مشتمل ہے جو سنی اور شیعہ کی کتبِ احادیث اور مشہور تواریخ میں مذکورہیں اور اس بارے میں خبر دینے کے لئے، اگرچہ راوی ثقہ ہے یا جو بات نقل کی گئی ہے موردوثوق ہے،ہمارا مستند وہی کتب ہیں جہاں سے ہم نے انہیں نقل کیا ہے۔

مبانیِ دین میں انوار آیات وروایات سے پر تو افشانی اس لئے کی گئی ہے کہ قرآن وسنت، فطرت کو بیدار کرنے والے اور حکمت کے دقیق ترین قواعدپر مشتمل ہیں۔

روایات کے ترجمے میں مضمون حدیث کے تقریباً مطابق، مختصر مضمون کوپیش کیا گیا ہے، عمومی جہت کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض دقیق علمی نکات سے صرف نظر کی گئی ہے اور اختصار کے پیش نظر مطالب سے مربوط تمام جہات کو پیش نہیں کیا گیا ہے۔

اصول دین کی مقدماتی بحثیں

اصول دین کے بیان سے پہلے چند امور کی جانب توجہ ضروری ہے:

1۔ تحصیل معرفت کا ضروری ہونا :

مبدا و معاد کے وجود کا احتمال، معرفت دین اور اس سلسلے میں تلاش و جستجو کو ضروری قرار دیتا ہے، کیونکہ اگر خالقِ جہاں، علیم و حکیم ہو، زندگی کا اختتام موت نہ ہو، خالق انسان نے اسے کسی مقصد و ہدف کے تحت خلق کیا ہو اور اس کے لئے ایک ایسا نظام معین کیا ہو جس کی مخالفت ابدی بد بختی کا سبب ہو تو انسانی جبلت وفطرت اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ چاہے یہ احتمال کم ہی کیوں نہ ہو، لیکن جس چیز کا احتمال دیا جارہا ہے اس کی عظمت و اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے، تاکہ تحقیق کے ذریعے منفی یا مثبت نتیجے تک پہنچا جا سکے۔ جیسا کہ اگر بجلی کے تار میں شارٹ سرکٹ کا احتمال ہو اور طے ہو کہ اس صورت میں زندگی آگ کا لقمہ بن سکتی ہے تو انسان اس وقت تک آرام وچین سے نہیں بیٹھتا جب تک اسے خطرہ ٹلنے کا یقین نہ ہوجائے۔

2۔ انسان کو دینِ حق کی ضرورت :

انسان کا وجود جسم وروح اور عقل وہوس کا مرکب ہے اور اسی کا اثر ہے کہ اس کی فطرت مادی ومعنوی سعادت اور کمال مقصد تخلیق کو پانے کی جستجو میں ہے۔

ادہر انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں، فردی او ر اجتماعی، بالکل ایسے ہی جیسے انسانی بدن کا ہر عضو اپنی ذاتی زندگی سے قطع نظر دوسرے اعضاء کے ساتہ بھی متقابلاًتاثیر وتاثر رکھتا ہے۔

لہذا ، انسان کو ایسے قانون وآئین کی ضرورت ہے جو اسے مادی ومعنوی سعادت اورپاک وپاکیزہ انفرادی اوراجتماعی زندگی کی ضمانت دے اور ایسا آئین، دین حق ہے کہ جس کی انسان کو فطری طورپر ضرورت ہے (فَا قِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا) [1]

---

1 سورہ روم، آیت 30 ۔ "پس (اے نبی!) تم خالص دل سے دین کی طرف اپنا رخ کئے رہو خدا کی بنائی ہوئی سرشت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے"۔

ھر موجود کے لئے ایک کمال ہے جس تک رسائی، اس کے مربوطہ تکامل وتربیت کے لئے معین کردہ قاعدے و قانون کی اتباع کے بغیر ناممکن ہے اور انسان بھی اس عمومی قاعدے و قانون سے مستثنیٰ نہیں (قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْ ا عْ ُطیٰ کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَه ثُمَّ هَدیٰ) (1)

3۔ انفرادی زندگی میں دین کا کردار

انسان کی زندگی متن وحاشیہ اور اصل وفرع پر مشتمل ہے۔متن واصل، خود اس کا اپنا وجود ہے اور حواشی وفروع وہ چیزیںہیں جو اس انسان سے تعلق رکھتی ہیں جیسے مال، مقام، شریک حیات، اولاد اور رشتہ دار۔

اپنی ذات اور اس سے متعلق اشیاء کی محبت نے انسانی زندگی کو دو آفتوں، غم واندوہ اور خوف وپریشانی کا آمیزہ بنا رکھا ہے۔جو کچھ اس کے پاس نہیں ہے اسے حاصل کرنے کا غم واندوہ اورجو کچھ اس کے پاس ہے، حوادث زمانہ کے تحت اسے کھو دینے کا خوف و اضطراب۔

خداوندِ متعال پر ایمان ان دونوں آفتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے،کیونکہ عالم وقادر اور حکیم ورحیم پروردگار پر ایمان، اسے اپنی مقررہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآہونے پر ابھارتا ہے اور فرائض بندگی پر عمل پیرا ہو کر وہ جان لیتا ہے کہ خداوندِمتعال اپنی حکمت ورحمت کے وسیلے سے، خیر وسعادت کا باعث بننے والی چیزیں اسے عنایت فرمائے گا اور اسبابِ شر و شقاوت کو اس سے دور فرمائے گا۔

بلکہ، اس حقیقت مطلق کو پا لینے کے بعد، کہ جس کے مقابلے میں ہر حقیقت مجاز ہے اور جس کے علاوہ باقی سب بظاہر پانی دکھائی دینے والے سراب ہیں،اس نے کچھ کھویا ہی نہیں اور اس امر پریقین و ایمان رکھتے ہوئے کہ (مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَاللّٰهِ بَاقٍ) (2)

کسی بھی فانی وناپائدار چیز میں اس کے لئے جاذبیت ہی نہیں کہ اس کے نہ ہونے سے غمگین اورچھن جانے سے مضطرب ہو (ا لَاَ إِنَّ ا ؤْ ِلِیَاءَ اللّٰهِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلاَ هُمْ یَحْزَنُوْنَة الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَةلَهُمُ الْبُشْریٰ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَ فِی اْلآخِرَةِ لاَ تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ) (3)

اس زندگی میں انسانی اعصاب کو کھوکھلا کر دینے والی چیز، مادی خواہشات کو پانے کی خوشی اور انہیں نہ پانے کے دکھ سے حاصل ہونے والی اضطرابی وہیجانی کیفیت ہے اور لنگر ایمان ہی ان طوفانی امواج میں مومن کو آرام واطمینان عطا کیا کرتاہے (لِکَیْلاَ تَا سْ َوْا عَلیٰ مَا فَاتَکُمْ وَلاَ تَفْرَحُوْا بِمَا ا تٰ َاکُمْ) (4)

(اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِکْرِ اللّٰهِ ا لَاَ بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ) (5)

4۔ اجتماعی زندگی میں دین کا کردار

زیادہ سے زیادہ پانے کی ہوس کے غریزئہ افزون طلبی کی بدولت انسان میں موجود شہوت و غضب کسی حد تک محدود نہیں۔ اگر مال کی شہوت اس پر غلبہ کرلے تو زمین کے خزانے بھی اسے قانع نہیں کرسکتے اور اگر مقام کی شہوت اس پر سوار ہو جائے تو روئے زمین کی حکومت و بادشاہی

---

1 سورہ طہٰ، آیت 50 ۔ "موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شئے کو اس کی خلقت عطا کی ہے اور پھر ہدایت بھی دی ہے"۔

2 سورہ نحل، آیت 96 ۔ "جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب تمام ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے"۔

3 سورہ یونس، آیت 62 ، 63 ۔ 64 "آگاہ ہو جاوکہ اولیاء خدا پر نہ خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ محزون اور، زنجیدہ ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔ ان کے لئے زندگانی دنیا اور آخرت دونوں مقاماتپر بشارت اور خوشخبری ہے اور کلمات خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے اوریہی در حقیقت عظیم کامیابی ہے"۔

4 سورہ حدید، آیت 23 ۔ "جو چیز تم سے جاتی رہی تو تم اس کا رنج نہ کیا کرو اور جب کوئی چیز (نعمت) تم کو خدا دے تو اس پر نہ اِترایا کرو"۔

5 سورہ رعد، آیت 28 ۔ "یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور ان کے دلوں کو یاد خدا سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور آگاہ ہو جاو کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے"۔

اس کے لئے ناکافی ثابت ہوتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دوسرے سیاروں پر اپنی قدرت و حاکمیت کا پرچم لہرائے (وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَاهَامَانُ ابْنِ لِیْ صَرْحاً لَعَلِّیْ ا بْ ُلُغُ اْلا سْ ُبَابَة ا سْ ُبَابَ السَّمَاوَاتِ) [1]

انسان کا سرکش نفس، شکم ودامن، مال و مقام کی شہوت اور کبھی ختم نہ ہونے والی اندھی ہوس کے لئے قوتِ غضب کو کام میں لانے کے بعد کسی حدو حدود کو خاطر میں نہیں لاتا اور کسی بھی حق کو پامال کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ ایسی نفسانی شہوت کا نتیجہ بربادی اور ایسے غضب کا انجام خونریزی اور خاندانوں کے اجڑنے کے علاوہکچھ اور نہیں ہو سکتا، کیونکہ انسان اپنی قوتِ فکر کے ذریعے اسرار طبیعت کے طلسم کو توڑنے اور اس کی قوتو ں کو اپنا غلام بنا کر اپنی نامحدود نفسانی خواہشات کو پا نے کے لئے حیات، بلکہ کرہ ارض کو جو انسانی حیات کا گہوارہ ہے،نابودی کی طرف لے جا رہا ہے (ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ ا يْ ُدِی النَّاسِ) [2]

مبدا ومعاد اور ثواب وعقاب پر ایمان کی طاقت ہی اس سرکش نفس کو مہار، انسانی شہوت و غضب کو تعادل اور فردی واجتماعی حقوق کی ضمانت فراہم کر سکتی ہے،کہ ایسے خدا پر اعتقاد جو (وَهُوَ مَعَکُمْ ا يْ ُنَ مَا کُنْتُمْ) [3]

اور اعمال کی ایسی جزا وسزا جو (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرهة وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه) [4] پر ایمان کی وجہ سے، انسان ہر خیر کی جانب گامزن اور ہر شر سے دور ہو گا اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جس کی بنیاد بقاء کے لئے ٹکراو کے بجائے بقاء کے لئے مصالحت کے فلسفے پر ہوگی۔

5۔اصول دین سے آگاہی کی فضیلت و عظمت

فطری طور پر انسان علم کا پیاسا ہے، اس لئے کہ جو چیز انسان کو انسان بناتی ہے، عقل ہے اور عقل کا پہل علم ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب کسی جاہل کو جاہل کہا جائے تو یہ جاننے کے باوجود بھی کہ جاہل ہے غمگین ہو جاتا ہے اور اگر اسے علم سے نسبت دیں تو خوش ہوجاتا ہے۔

اسلام نے، جو دین فطرت ہے، علم کے مقابلے میں جہالت کو وہی مقام دیا ہے جو نور کے مقابلے میں ظلمت اور زندگی کے مقابلے میں موت کو حاصل ہے ((إنما هو نور يقع فی قلب من يريد الله تبارک وتعالی ا ٔن يهديه)) [5]((العالم بين الجهال کا لحی بين الا مٔوات)) [6]

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ علم ذاتی طور پربا فضیلت ہونے کے باوجود مختلف مراتب کا حامل ہے،مثال کے طورپر علم کی فضیلت میں اس کے موضوع،نتیجے اور اس علم سے متعلق استدلال کی روش کے لحاظ سے تفاوت پایا جاتا ہے، جیسا کہ نباتات شناسی کی نسبت انسان شناسی اسی قدر افضل ہے جس قدر نباتات پر انسان کو فوقیت و فضیلت حاصل ہے۔ انسانی زندگی کو

سلامتی عطا کرنے والا علم اس کے مال کی حفاظت کرنے والے علم سے اتنا ہی اشرف و بافضیلت ہے جتنا انسانی زندگی کو اس کے مال پر برتری و فضیلت حاصل ہے اور وہ علم جس کی بنیاد دلیل و برہان پر قائم ہے فرضی نظریات کی بنیاد پر قائم شدہ علم سے اتنا ہی زیادہ باشرف ہے جتنا گمان کے مقابلے میں یقین کو برتری و شرافت حاصل ہے۔

لہٰذا، تمام علوم میں وہ علم اشرف و افضل ہے جس کا موضوع خالقِ کائنات کی ذات ہے، لیکن یہ بات مدّنظر رہے کہ غیرِ خدا کو خدا کے مقابلے میں وہ نسبت بھی حاصل نہیں ہے جو قطرے کو اقیانوس اور ذرے کو سورج کے مقابلے میں حاصل ہے۔ ان کے درمیان لا متناہی او رمتناہی کی نسبت ہے، بلکہ

---

1 سورہ غافر، آیت 36۔37 "اور فرعون نے کہا کہ (ہامان) میرے لئے ایک قلعہ تیار کر کہ میں اس کے اسباب تک، پہنچ جاوٴں۔ اور جو آسمان کے راستے ہیں"۔

2 سورہ روم، آیت 41۔ "خود لوگوں ہی کے اپنے ھاتھوں کی کارستانیوں کی بدولت خشک و تر میں فساد پھیل گیا"۔

3 سورہ حدید، آیت 4۔ "اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی رہو"۔

4 سورہ زلزلة، آیت 8،7۔ "پھر جس شخص نے ذرہ بھر برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا"۔

5 بحار الانوار، جلد 1، صفحہ 225۔ "بے شک صرف وہ "علم "نور ہے کہ خدای متعال جس کی ہدایت چاہتا ہے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے"۔

6 بحارالانوار جلد 1، صفحہ 172۔ "جاہلوں کے درمیان ایک عالم ایسا ہے جیسے مردوں میں زندہ"۔

دقیق نظر سے دیکھیں تولا شئی اور فقیر بالذات کا غنی بالذات سے کوئی مقابلہ ہی نہیں (وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ) [1]

اور اس علم کا ثمر ونتیجہ ایمان و عملِ صالح ہیں جن کی بدولت انسان کو دنیوی اور اخروی سعادت کے علاوہ انفردی و اجتماعی حقوق حاصل ہوتے ہیں (مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ ا وْ اُنْثٰى وَهُوَ مُو مِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّه حَيَاةً طَيِّبَةً) [2] اور اس علم کی بنیاد،یقین و برہان پرہے، ظن وگمان کی پیروی پر نہیں۔ (اُدْعُ إِلیٰ سَبِيْلِ رَبِّکَ بِالْحِكْمَةِ) [3] (وَلاَ تَقْفُ مَالَيْسَ لَکَ بِه عِلْمٌ) [4] (إِنَّ الظَّنَّ لاَ يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا) [5]

اب تک کی گفتگو سے اس حدیث کے معنی واضح ہو جاتے ہیں کہ ((اِن ا فضل الفرائض وا وجبها على الإنسان معرفة الرّب والإقرار له بالعبودية)) [6]

6۔ایمان و معرفتِ پروردگار تک رسائی کی شرط

انسان، ہر اثر کے مؤثر کی تلاش و جستجو میں ہے اور فطرتِ انسانی، سر چشمہ وجود کو پانے کی پیاسی ہے۔

لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ گوہرِ ایمان اور معرفت پر وردگارِعالم، جو گنجینہ علم ومعرفت کے انمول جواہرہیں، عدل و حکمت کے قاعدے وقانون کے مطابق کسی ایسے شخص کو نصیب نہیں ہو سکتے جو ایمان و معرفتِ پروردگار عالم کے حق میںظلم سے آلودہ ہو، کیونکہ نا اہل کو حکمت عطاکرنا حکمت کے ساتہ ظلم ہے اور اہل سے دریغ کرنا اہل حکمت کے ساتہ ظلم وزیادتی ہے۔

اور یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ خدا اور قیامت کا انکار اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان تمام ھستی کا احاطہ کرنے اور علل ومعلولات کے تمام سلسلوں تک پہنچنے کے بعد بھی مبدا ومعادکو نہ پا سکے اور جب تک مذکورہ امور پر محیط فہم وادراک پیدا نہ ہوگا، مبدا ومعاد کے نہ ہونے کا یقین محال ہے، بلکہ جو ممکن ہے وہ مبدا ومعاد کو نہ جاننا ہے۔

لہٰذا، عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جس کسی کو بھی اللہ کے وجود کے بارے میں شک ہے اسے چاہئے کہ قولی اور عملی طورپر مقتضائے شک پر عمل کرے۔مثال کے طورپر اگر کوئی شخص ایسے خدا کے وجود کا احتمال دے کہ جس پر ایمان کی بدولت ابدی سعادت اور ایمان نہ ہونے کی صورت میں ابدی شقاوت اسے نصیب ہو سکتی ہے، عقلی نکتہ نظر سے اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دل وزبان سے اس کے وجود کا انکار نہ کرے اور عملی میدان میں جس قدر ممکن ہو اس حقیقت کی تلاش و جستجو میں کوشاں رہے اور منزلِ عمل میں احتیاط کا دامن نہ چھوڑے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس پروردگارکی ذات موجود ہو جس کے احکامات سے سر تابی ابدی شقاوت کا باعث ہو، بالکل اسی طرح جیسے لذیذ ترین کہانے میں زھر کا احتمال دینے پر بحکم عقل اس کہانے سے پرہیز ضروری ہے۔

خدا کے وجود میں شک کرنے والا ہر شخص، اگر عقل کے اس منصفانہ حکم کے مطابق عمل کرے تو بغیر کسی شک و تردید کے، معرفت و ایمانِ خدا کو پالے گا (وَالَّذِیْنَ جاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا) [7]

ورنہ اس حقیقت کی ظلم سے آلودگی کے ساتھ اس قدوس و متعال ذات کی معرفت حاصل نہ ہوگی (یُو تُْ ِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّو تُْ َ الْحِکْمَةَ فَقَدْ ا ُوْ ْتِیَ خَیْرًا کَثِیْراً) [8]

---

1 سورہ طہ، آیت 111 ۔"اس دن سارے چہرے خدائے حی وقیوم کے سامنے جھکے ہوں گے"۔

2 سورہ نحل، آیت 97 ۔" جو شخص بھی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہوہم اسے پاکیزہ حیات عطا کریں گے"۔

3 سورہ نحل، آیت 125 ۔"آپ دعوت دیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت سے"۔

4 سورہ اسراء، آیت 36 ۔"اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کی پیروی مت کرنا"۔

5 سورہ یونس، آیت 36 ۔"بے شک گمان حق کے بارے میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا"۔

6 بحارالانوار، جلد 4، صفحہ 55 ۔"سب بڑا واجب انسان پر یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرے اور اس کی عبودیت (بندگی) کا اقرار کرے"۔

7 سورہ عنکبوت، آیت 69 ۔"اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیا ہے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے"۔

8 سورہ بقرة، آیت 269 ۔"وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کردیتا ہے اور جسے حکمت عطا کردی جائے اسے گویا خیر کثیر عطا کردیا گیا"۔

(وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ) [1]

مذکورہ بالا نکات کی وضاحت کے بعد اب ہم اصول دین کی بحث شروع کرتے ہیں:

خدا پر ایمان لانے کا راستہ:

خدا پر ایمان لانے کی راہیں متعدد ہیں:

اہل اللہ کے لئے اس کی دلیل و معرفت کا ذریعہ خود اس کی ذات ہے (ا وَّ لَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ ا نَّهُ عَلىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْد) [2]((یا من دل علی ذاته بذاته)) [3]،((بک عرفتک وا نت دللتنی علیک)) [4]

اوراہل اللہ کے علاوہ بقیہ افراد کے لئے چند راہوں کی طرف مختصر طور پر اشارہ کرتے ہیں:

الف):انسان جب بھی خود اپنے یا اپنے حیطہ ادراک میں موجود، موجودات کے کسی بھی جزء کے متعلق غور کرے تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اس جزء کا نہ ہونا محال نہیں ہے اور اس کا ہونا یا نہ ہونا ممکن ہے۔اس کی ذات عدم کی متقاضی ہے اور نہ ہی وجود کی۔اور مذکورہ صفت کی حامل ہر ذات کو موجود ہونے کے لئے ایک سبب کی ضرورت ہے، اسی طرح جس طرح ترازو کے دو مساوی پلڑوں میں سے کسی ایک پلڑے کی دوسرے پر ترجیح بغیر کسی بیرونی عامل و سبب کے ناممکن ہے، اس فرق کے ساتھ کہ ممکن الوجود اپنے سبب کے ذریعے موجود ہے اور سبب نہ ہونے کی صورت میں عدم کا شکار ہے اورچونکہ اجزاء عالم میں سے ہر جزء کا وجود اپنے سبب کا محتاج ہے، لہٰذا اس نے یا تو خود اپنے آپ کو وجود عطا کیا ہے یا موجودات میں سے اسی جیسے موجود نے اسے وجود بخشا ہے۔

لیکن جب اس کا اپنا وجود ہی نہ تھا تو خود کو کیسے وجود عطا کرسکتا ہے او راس جیسا ممکن الوجود جس چیز پر خود قادر نہیں غیر کو کیا دے گا۔اور یہ حکم وقاعدہ جو کائنات کے ہر جزء میں جاری ہے، کل کائنات پر بھی جاری وساری ہے۔

جیسا کہ ایک روشن فضا کا وجود،جس کی اپنی ذاتی روشنی کوئی نہیں اس بات کی دلیل ہے کہ اس روشنی کا مبدا ضرور ہے جو اپنے ہی نور سے روشن و منور ہے ورنہ ایسے مبدا کی غیر موجودگی میں فضا کا روشن و منور ہونا ممکن ہی نہیں ہے، کیونکہ ذاتی طور پر تاریک موجود کا غیر، تو درکنار خود کو روشن کرنا بھی محال ہے۔

اسی لئے وجود کائنات اور اس کے کمالات ،مثال کے طور پر حیات، علم اورقدرت، ایک ایسی حقیقت کے وجود کی دلیل ہیں جس کا وجود، حیات، علم اورقدرت کسی غیر کے مرہون منت نہیں (ا مْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ ا مْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ) [5]((عن ابی الحسن بن موسی الرضا (ع) ا نه دخل علیه رجل فقال له: یا ابن رسول اللّٰه! ما الدلیل علی حدوث العالم؟ فقال (ع): ا نت لم تکن ثم کنت وقد علمت ا نک لم تکوّن نفسک ولا کوّنک من هو مثلک)) [6]

ابو شاکر دیصانی نے چھٹے امام (ع) سے پوچھا: اس بات کی کیا دلیل ہے کہ آپ (ع) کو کوئی خلق کرنے والا ہے؟ امام نے فرمایا:

((وجدت نفسی لا تخلو من إحدی الجهتين، إما ا نٔ اکٔون صنعتها ا نٔا ا ؤ صنعها غيری، فإن کنت صنعتها ا نٔا فلا ا خٔلو من ا حٔد المعنيين،إما ا نٔ اکٔون صنعتها وکانت موجودة، ا ؤ صنعتها وکانت معدومة فإن کنت صنعتها وکانت موجودة فقد استغنيت بوجودها عن صنعتها، و إن کانت معدومة فإنک تعلم ا نٔ المعدوم لا يحدث شيئًا، فقد ثبت المعنی الثالث ا نٔ لی صانعاً وهو الله رب العالمين))[7]

---

1 سورہ ابراہیم، آیت 27 ۔ "اور ظالمین کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور وہ جو بھی چاہتا ہے انجام دیتا ہے''۔

2 سورہ فصلت، آیت 53 ۔ "اور کیا پروردگار کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر شئے کا گواہ اور سب کا دیکھنے والا ہے"۔

3 بحار الانوار، جلد 84 ، صفحہ 339 ، بیان مولی الموحدین علیہ السلام۔ "اے وہ کہ جس کی ذات دلالت کرتی ہے اس کی ذات پر (اپنی شناخت میں کسی کا محتاج نہیں)

4 بحارالانوار، جلد 95 ، صفحہ 82 ، بیان حضرت امام زین العابدین علیہ السلام۔ "تجھ کو تیرے ہی ذریعہ پہچانا ہے اور تو خود اپنی ذات پر دلالت کرتا ہے"۔

5 سورہ طور، آیت 35 ۔ "کیا یہ بغیر کسی چیز کے از خود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود ہی پیدا کرنے والے ہیں"۔

6 بحارالانوار جلد 3، صفحہ 36 ۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آکر پوچھتا ہے: "یابن رسول اللہ عالَم کے حادث ہونے پر کیا دلیل ہے؟حضرت فرماتے ہیں:تم پہلے نہیں تھے پھر تم ہوگئے با تحقیق تم جانتے ہو کہ تم نے اپنے آپ کو نہیں پیدا کیا(اور یہ بھی جانتے ہو کہ)جس نے تم کو وجود بخشا ہے وہ تمہارے جیسا نہیں ہے"۔

7. سورہ توحید، صحفہ 290

جو چیز نہ تھی اور موجود ہوئی یا تو خود اس نے خود کو وجود عطا کیا یا کسی غیر نے۔ اگر خود اس نے خود کو موجود کیا، یا تو وہ خود پہلے سے موجود تھی اور اس نے خود کو موجود کیا یا پہلے سے موجود نہ تھی،پہلی صورت میں موجود کو وجود عطا کرنا ہے جو محال ہے اور دوسری صورت میں معدوم کو وجود کی علت وسبب قرار دینا ہے اور یہ بھی محال ہے۔ اگر کسی دوسرے نے اسے وجود عطا کیا ہے اور وہ بھی پہلے نہ تھا اور بعد میں موجود ہوا ہے تو وہ اسی کی مانند ہے۔

لہٰذا، بحکم عقل جو بھی چیز پہلے نہ تھی اور بعد میں موجود ہوئی اس کے لئے ایسے خالق کا ہونا ضروری ہے جس کی ذات میں عدم ونابودی کا سرے سے کوئی عمل دخل نہ ہو۔

اسی لئے، کائنات میں رونما ہونے والی تمام تبدیلیاں اور موجودات اس خالق کے وجودپر دلیل ہیں جسے کسی دوسرے نے خلق نہیں کیا ہے اور وہ مصنوعات ومخلوقات کا ایسا خالق ہے جو خود مصنوع ومخلوق نہیں ہے۔

ب):اگر کسی بیابان میںکوئی ایسا ورق پڑا ملے جس پر الف سے یاء تک تمام حروف تہجی ترتیب سے لکھے ہوں،ہر انسان کا ضمیر یہ گواہی دے گا کہ ان حروف کی لکھائی اور ترتیب، فہم وادراک کا نتیجہ ہیں اور اگر انہی حروف سے کلمہ اور کلمات سے لکھا ہوا کلام دیکھے تو اس کلام کی بناوٹ وترکیب میں موجود دقّت نظر کے ذریعے مو ٔلف کے علم وحکمت پر استدلال کرے گانیز اگر کسی کی گفتار میں انہی خصوصیات کا مشاہدہ کرے گاتو مقرر کے علم وحکمت کا معترف ہو جائے گا۔کیا ایک پودے میں موجود عناصر اولیہ کی ترکیب،کتاب کی ایک سطر کی جملہ بندی سے کم تر ہے، جو لکھنے والے کے علم پر نا قابل انکار دلیل ہے؟!

وہ کونسا علم اور کیسی حکمت ہے جس نے پانی اور مٹی میں بیج کے چھلکے کے لئے موت اور بوسیدگی کا مادہ فراہم کیا ہے اور اس بیج کے مغز کوپودے کی شکل میں زندگی عطا کی ہے ؟!

جڑ کو وہ قدرت وطاقت عطا کی ہے کہ زمین کے دل کو چیر کر مٹی کی تاریک تہوں سےپودے کے لئے خوراک جذب کرتی ہے اور مٹی کے حصوں سے مختلف درختوں کے لئے خوراک فراہم کی ہے، تاکہ ہرپودا اور ہر درخت اپنی مخصوص خوراک حاصل کر سکے اور درختوں کی جڑوں کو ایسا بنایا ہے کہ وہ اپنی مخصوص خوراک کے علاوہ جو اس درخت کے مخصوص پھل کو جاملتی ہے، کوئی اور خوراک جذب نہ کریں اور زمین کی کشش ثقل کا مقابلہ کرتے ہوئے پانی اور خوراک درخت کے تنے اور شاخوں تک پہنچائیں۔جس وقت جڑیں زمین سے پانی اور خوراک لے کر درخت کے تنے اور شاخوں تک پہنچانے میں مصروف عمل ہوتی ہیں، اسی دوران تنا بھی فضا سے ہوا اور روشنی لینے کے عمل کو انجام دے رہا ہوتا ہے ((کلّ میسّر لما خلق له))[1]،جس قدر بھی کوشش کی جائے کہ جڑ، جسے مٹی کے اعماق تک جانے اور تنا جسے فضا میں سربلند کرنے کے لئے بنایا گیا ہے،کو اس حکیمانہ سنت سے روکیں اور اس کے برعکس جڑ کو فضا اور تنے کو مٹی میں قرار دیں تو یہ دونوں قانون کی اس خلاف ورزی کا مقابلہ کرتے ہوئے طبیعی طریقہ کار کے مطابق اپنی نشونما جاری رکھیں گے (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً)[2]

فقط ایک درخت اور ان رگوں کی جو اس کی جڑوں سے ہزار ھا پتوں تک حیرت انگیز نظام کے ساتھ پہنچائی گئی ہیں، بناوٹ اور پتوں کے ہر خلیے کو دی جانے والی قدرت وتوانائی میں غور وفکر، جس کے ذریعے وہ جڑوں سے اپنی خوراک اورپانی کوجذب کرتے ہیں، اس بات کے لئے کافی ہے کہ انسان لا متناہی علم و حکمت پر ایمان لے آئے (اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ) [3] (اَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِؤُنَ) [4] (وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ) [5]

---

1 بحار الانور، جلد 4، صفحہ 282 ۔ "جو چیز جس امر کے لئے پیدا کی گئی ہے اس کے لئے سہل وآسان ہے"۔

2 سورہ احزاب، آیت 62 ۔ "اور خدائی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے"۔

3 سورہ نمل، آیت 60 ۔ "بھلا وہ کون ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا ہے پھر ہم نے اس سے خوشنما باغ اگائے ہیں کہ تم ان کے درختوں کو نہیں اگا سکتے تھے کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے نہیں بلکہ یہ قوم وہ ہے جس نے حق سے عدول کیا ہے۔

4 سورہ واقعہ، آیت 72 ۔ "اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں"۔

5 سورہ حجر، آیت 19 ۔ "اور ہر چیز کو معینہ مقدار کے مطابق پیدا کیا ہے"۔

نیز جس پودے اوردرخت کو دیکھیں، جڑ سے لے کر پھل تک حق تعالی کے علم،قدرت اور حکمت کی آیت ونشانی ہے اور ان کی نشونما کے لئے جو آئین مقرر کیا گیا ہے اس کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے (وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ) [1]

جیسا کہ کسی بھی جاندار کی زندگی میں غوروفکر، انسان کے لئے خدا کی طرف رہنما ہے۔

ابو شاکر دیصانی نے چھٹے امام (ع) کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا :اے جعفر بن محمد (علیهما السلام)! مجھے میرے معبود کی جانب رہنمائی فرمائیں۔ ایک چھوٹا بچہ مرغی کے انڈے کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

امام (ع) نے اس بچے سے انڈا لے کر فرمایا :"اے دیصانی! اس انڈے کے گرد محکم حصار ہے، اس کا چھلکا سخت ہے اور اس چھلکے کے نیچے باریک جھلی ہے۔ اس باریک جھلی کے نیچے پگھلا ہوا سونا اور سیال چاندی موجود ہے جو آپس میں نہیں ملتے۔نہ تو اندر سے کوئی مصلح باہر آیا ہے جو اس کے بارے میں اصلاح کی خبر دے اور نہ ہی کوئی مفسد باہر سے اندر گیا ہے جو فساد کی اطلاع دے اور نہ ہی کوئی یہ جانتا ہے کہ انڈا نر کے لئے بنا یا گیا ہے یا مادہ کے لئے۔" [2]

آیا تصفیہ شدہ چونے کے ذریعے محکم حصار کو، جس میں بے انتہا اسرار پوشیدہ ہیں، کس صاحب تدبیر نے مرغی کے کھائے ہوئے دانوں سے جدا کر کے اس کے تخم دان میں چوزے کی پرورش کے لئے ایسا مقام امن بنایا اور اس کے اندر نطفے کو، صدف میں گوہر کی مانند جگہ دی۔ چونکہ چوزہ اس دوران ماں سے دور ہے اور رحم مادر میں نہیں ہے جہاں سے اپنی خوراک حاصل کر سکے، لہٰذا اس کے لئے اسی محکم حصار کے اندر اس کے قریب ہی خوراک کا انتظام کیا۔چونے کی سخت دیوار اور چوزے اور اس کی خوراک کے درمیان نرم ونازک جھلی بنا ئی تاکہ چوزہ اور اس کی خوراک حصار کی سختی سے محفوظ رہیں۔ اس اندھیری اور تاریک فضا میں اس کے اعضاء وجوارح کو ہڈیوں، پٹھوں، رگوں، اعصاب اور حواس، جن میں سے فقط اس کی آنکھ کا دقیق مطالعہ محیّرا لعقول ہے، کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچا کر ہر ایک کو مناسب جگہ قرار دیا۔

اورچونکہ اس چوزے کو اپنی خوراک کے لئے مٹی اورپتھروں کے درمیان سے دانے چننے ہیں، لہٰذا اس کی چونچ ہڈی کی ایک خاص قسم سے بنائی تاکہ زمین پر موجودپتھروں کے ساتھ ٹکرانے سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اور کہیں اپنی خوراک سے محروم نہ ہوجائے، لہٰذا اسے سنگدانہ عطا کیا تاکہ جو بھی دانہ ملے اسے کھا کر اس میں محفوظ کر لے اور پھر اسے بتدریج نظامِ ہضم کے حوالے کرے۔ اس کی نازک کھال کو پروں کے ذریعے ڈھانپ کر سردی، گرمی، چوٹ اور جانوروں کے آزار سے محفوظ کیا۔ ضروریات وواجباتِ زندگی عطا کرنے کے علاوہ ظاہری خوبصورتی جیسے مستحبات سے غفلت نہیں برتی اور اس کے پروں کو دل موہ لینے والے رنگوں سے رنگ دیا، جیسا کہ امام (ع) نے فرمایا :((تنفلق عن مثل ا لٔوان الطواویس)) [3]

اورچونکہ چوزے کے تکامل کے لئے مرغی کے سینے کی مناسب حرارت کی ضرورت ہے،

وہ مرغی جسے فقط رات کی تاریکی ہی سعی و کوشش اورحرکت سے روک سکتی ہے اچانک اس کی کیفیت یہ ہوجاتی ہے کہ تلاش وجستجو کو چھوڑ کر جب تک حرارت کی ضرورت ہو، اس انڈے پر بیٹھی رہتی ہے۔

وہ کونسی حکمت ہے جس نے مرغی پر خمار جیسی کیفیت طاری کردی ہے تاکہ وہ چوزے میں زندگی کی حرکت کو وجود میں لاسکے؟! اور وہ کونسا استاد ہے جس نے اسے دن رات انڈوں کے رخ تبدیل کرنا سکھایا ہے تاکہ چوزے کے اعضاء میں تعادل برقرار رہے، جو چوزے کی راہنمائی کرتا ہے کہ خلقت مکمل ہونے کے بعد انڈے کے اس محکم حصار کو چونچ سے توڑدے اور اس میدانِ زندگی میں قدم رکھے جس کے لئے اسے یہ اعضاء وجوارح عطا کئے گئے ہیں۔ اور وہ مرغی جو اپنی حیوانی جبلّت کے تحت، فقط اپنی زندگی سے نقصان دہ چیزوں کو دور اورفائدہ مند چیزوں کو انتخاب کرنے کے

---

1 سورہ الرحمن، آیت 6۔ "اور ستارے اور درخت سب اسی کا سجدہ کررہے ہیں"۔

2 بحارالانوار، جلد 3، صفحہ 31۔

3 بحارالانوار، جلد 3، صفحہ 32۔ "اور موروں کے رنگ کی طرح مختلف رنگ پھوٹیں گے"۔

علاوہ کوئی دوسرا عمل انجام ہی نہ دیتی تھی، اچانک اس میں ایسا انقلاب برپا ہوجاتا ہے کہ اس ناتوان اور کمزور چوزے کی حفاظت کی خاطر سینہ سپر ہو جاتی ہے اور جب تک چوزے کے لئے محافظ کی ضرورت ہے، اس میں یہ محبت باقی رہتی ہے ؟!

کیا مرغی کے ایک انڈے کے متعلق غوروفکر، اس خالق کائنات کی رہنمائی کے لئے کافی نہیں ہے کہ (خَلَقَ فَسَوّٰیہ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدیٰ) [1]

اسی لئے امام (ع) نے فرمایا :((ا ترا لھا مدبر ا؟ قال: فا طرق ملیاً، ثم قال: ا شھد ا ن لا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ وا شھد ا نّ محمّداً عبدہ ورسولہ، وا نک إمام وحجة من اللہ علی خلقہ وا نا تائب ممّا کنت فیہ)) [2]

ھاں، وہی علم و قدرت اور حکمت جو مٹی کے گھپ اندھیرے میں بیج اور انڈے کے چھلکے کی تاریکی میں چوزے کو کسی ہدف اور مقصد کے لئے پروان چڑھاتا ہے، ماں کے پیٹ اور اس کے رحم کی تاریکیوں میں انسانی نطفے کو، جو ابتداء میں خوردبین سے نظر آنے والے جاندار سے بڑہ کر نہیں ہوتا اور اس میں انسانی اعضاء و جوارح کے آثار تک نہیں ہوتے، رحمِ مادر سے باہر زندگی بسر کرنے کے لئے تمام ضروریات زندگی سے لیس کرتا ہے۔

مثال کے طور پر جنین میں، ہڈیوں کو اپنی ذمہ داری نبھانے کے لئے مختلف شکل اور حجم میں بنایا، مختلف حرکات کے لئے عضلات کو قرار دیا، دماغ کی حیرت انگیز بناوٹ کے ذریعے مشعلِ ادراک کو روشن کیا اور دل کی فعالیت کے ذریعے جو ہر سال کروڑوں بار دہڑکتا ہے، حرارتِ حیات کو زندگی کے اس مرکز میں محفوظ فرمایا۔

انسانی جسم کی اس سادہ ترین ترکیب میں غوروفکر، عزیز و علیم خدا کی تقدیر پر ایمان لانے کے لئے کافی ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے منہ میں تین قسم کے دانت بنائے، پہلے ثنایا اس کے بعد انیاب، پھر اس کے بعد چھوٹے طواحن اور آخر میں بڑے طواحن کو قرار دیا 3۔ اگر ثنایا، انیاب اور چھوٹے طواحن کو بڑے طواحن کی جگہ قرار دیا جاتا تو دانتوں کی ترتیب میں یہ بگاڑ، غذا توڑنے اور چبانے سے لے کر اس چہرے کی بد صورتی اور خوبصورتی میں کیا کردار ادا کرتا ؟!

اگر بھنویں جو آنکھوں کے اوپر ہیں، نیچے اور ناک کے سوراخ، نیچے کے بجائے اوپر کی سمت ہوتے تو کیا ہوتا؟!

زمین کی آبادی اور اس پر آبادکاری، چاہے کاشتکاری ہو یا مضبوط ترین عمارت یانازک و دقیق ترین صنعت ، سب کے سب، انگلی کی پوروں اور اس پر ناخنوں کے اگنے سے وابستہ ہیں۔

وہ کونسی حکمت ہے جس نے ناخن بنانے والا مادّہ، انسان کی غذا میں فراہم کیا، اسے حیرت انگیز طریقے سے ہضم کے مرحلے سے گزارا اور پھر رگوں میں داخل کر کے انگلیوں کی پوروں تک پہنچایا اور اس تخلیق کی غرض کو مکمل کرنے کے لئے گوشت اور ناخن میں پیوند کے ذریعے ان دونوں کے درمیان ایسا رابطہ بر قرار کیا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا نہایت طاقت فرسا کام ہے،

لیکن غرض و مقصد حاصل ہونے کے بعد ان کو اس طرح ایک دوسرے سے جدا کر دیا کہ ناخن آسانی کے ساتھ کاٹے جا سکیں؟!

تعجب آور تو یہ ہے کہ جس غذا سے ناخن کا مادّہ اس سختی کے ساتھ تیار ہوا ہے، اسی غذا سے کمالِ لطافت کے ساتھ ایک صاف اور شفاف مادّہ، بینائی کے لئے بھی تیا رہوا ہے جو ہضم وجذب کے مراحل کو طے کرنے کے بعد آنکھ تک جا پہنچتا ہے۔

اگر ان دونوں کے طے شدہ تقسیمِ رزق میں کام الٹ جاتا اورناخن آنکھ سے نکل آتا، جب کہ وہ صاف شفاف مادّہ آنکھوں کی بجائے انگلیوں کی پوروں تک جا پہنچتا، تو انسانی نظامِ زندگی میں کتنا بڑا خلل واقع ہوجاتا ؟!

---

1 سورہ اعلی، آیت 2و3۔ "پیدا کیا اور درست بنایا ہے۔جس نے تقدیر معین کی ہے اور پھر ہدایت دی ہے"۔

2 بحارالانوار، جلد3، صفحہ 32۔ "حضرت فرماتے ہیں:کیا اس کے لئے کسی مدبر کو دیکھتے ہو:تھوڑی دیر سکوت کے بعد خدا کی وحدانیت ومحمد کی رسالت وآنحضرت کی امامت پر ایمان لے آیا اور اپنے گذشتہ عمل کی توبہ کی"۔

3 ثنایا: اوپر کے دو دانت جو سامنے کی طرف ہوتے ہیں، انیاب: اوپر کے دو نوک دار دانت، طواحن: ڈاڑہیں۔

یہ علم و حکمت کے آثار کا سادہ ترین نمونہ ہے جو کسی دقّت نظر کا محتاج نہیں (وَفِیْ ا نُْفُسِکُمْ ا فَلاَ تُبْصِرُوْنَ) [1] تو انسانی خلقت کے ان عمیق ترین اسرار کے بارے میں کیا کہئے گا کہ جن کی تہہ تک رسائی کے لئے انسان کو اپنے علم کو جدید ترین آلات کی مدد سے کام میں لاتے ہوئے، سرجری اور اعضائے انسانی کی خصوصیات و کردار جیسے شعبوں میں اعلیٰ مہارت بھی حاصل کرنی پڑے۔ (ا وَلَم یَتَفَکَّرُوْا فِیْ ا نُْفُسِهِمْ) [2]

جی ھاں، اتنی زیادہ علمی کاوشوں کے بعد اب تک جس موجود کی جلد کی حکمت ہی واضح نہ ہوسکی ہو، اس کے باطن اور مغز میں کیسے عظیم اسرار پنہاں ہیں، جیسے ملائمات کو جذب کرنے والی شہوت اور ان کی حفاظت ونا ملائمات کو دفع کرنے والے غضب سے لے کر، ان دو کے عملی تعادل کے لئے عقل اور نظری تعادل کے لئے حواس کی ہدایت سے سرفراز کیا گیا ہے (وَ إِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لاَ تُحْصُوْهَا) [3]

حکمت کی ایسی کتاب کو علم وقدرت کے کون سے قلم سے پانی کے ایک قطرے پر لکھا گیا ہے؟! (فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ) [4] (يَخْلُقُكُمْ فِی بُطُوْنِ ا مَُّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِی ظُلُمَاتٍ ثَلاَثٍ) [5]

یہ کیسا علم اور کیسی قدرت و حکمت ہے کہ جس نے غلیظ وپست پانی میں تیرنے والے خوردبینی حیوان سے ایسا انسان خلق کیا ہے جس کی مشعلِ ادراک، اعماقِ آفاق وانفس کی جستجو کرے اِقْرَا وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ [6] اور زمین وآسمان کو اپنی قدرت وجولان فکر کا میدان قرار دے؟ (ا لَمْ تَرَوا ا نَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْا رَْضِ وَ ا سَْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَه ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً وَّمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلاَ هُدًی وَّلاَ كِتَابٍ مُّنِيْرٍ) [7]

اس علم وقدرت اور رحمت و حکمت کے سامنے انسان، خود پروردگار عالم کے اس فرمان کے علاوہ کیا کہہ سکتا ہے کہ (فَتَبَارَكَ اللّٰهُ ا حَْسَنُ الْخَالِقِيْنَ) [8] اور اس کے سوا کیا کر سکتا ہے کہ خاک پر گر کر اس کے آستانہ جلال پر ماتھا رگڑ کر کہے:((سبحن ربی الا علی وبحمده))

اس آیت کریمہ (سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِی الْآفَاقِ وَفِی ا نُْفُسِهِمْ حَتّٰی يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ) [9] کے مطابق، آفاق جہاں میں بھی دقّت نظر ضروری ہے کہ لاکھوں سورج، چاند وستارے جن میں سے بعض کا نور ہزاروں نوری سال لگنے بعد زمین تک پہنچتا ہے، جب کہ نور ہر سیکنڈ میں تقریبا تین لاکھ کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتا ہے، اور جن میں سے بعض کا حجم، زمین کے حجم سے کروڑوں گنا زیادہ ہے، ان سب کے درمیان اتنا گہرا انتظام اتنے دقیق حساب کے ساتھ بر قرار کیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک کو اس طرح اپنے معین مدار میں رکھا گیا ہے اور قوتِ جاذبہ ودافعہ کے درمیان ایسا عمومی تعادل برقرار ہے کہ ان

1 سورہ ذاریات، آیت 21 ۔ ''اور خود تمہارے اندر بھی ۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو''۔

2 سورہ روم، آیت 8۔ ''کیا ان لوگوں نے اپنے اندر فکر نہیں کی ہے''۔

3 سورہ نحل، آیت 18 ۔ ''اور تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے ہو''۔

سورہ نحل، آیت 18 ۔ ''اور تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکتے ہو''۔

4 سورہ طارق ، آیت 6،5 ۔ ''پھر انسان دیکھے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے''۔

5 سورہ زمر، آیت 6۔ ''وہ تم کو تمہاری ماوٴں کے شکم میں خلق کرتا ہے ایک کے بعد ایک خلقت جو تین تاریکیوں کے درمیان ہے''۔

6 سورہ علق، آیت 5،4،3 ۔ ''پڑھو! اور تمہارا پروردگار بزگوار ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی ہے۔ اور انسان کو وہ سبکچھ بتا دیا ہے جو اسے نہیں معلوم تھا''۔

7 سورہ لقمان، آیت 20 ۔ ''کیا تم لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین وآسمان کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے اور تمہارے لئے تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو علم وہدایت اور روشن کتاب کے بغیر بھی خدا کے بارے میں بحث کرتے ہیں''۔

8 سورہ مؤمنون، آیت 14 ۔ ''وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے''۔

9 سورہ فصلت، آیت 53 ۔ ''ہم عنقریب اپنی نشانیوں کو تمام اطراف عالم میں اور خود ان کے نفس کے اندر دکھلائیں گے تاکہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ حق ہے''۔

تمام سیاروں کے درمیان کسی قسم کے ٹکراؤ یا تصادم کا واقع ہونا، ناممکن ہے (لاَ الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلاَ الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ) (1)

زمین کو، جو انسانی زندگی کا مرکز ہے، اس پر محیط ایک کروی فضاء کے ذریعے محفوظ کیا جس سے دن رات ہزاروں شہاب ٹکرا کر ختم ہو جاتے ہیں۔

سورج اورزمین کے درمیان اتنا مناسب فاصلہ برقرار کیا کہ معادن، نباتات، حیوانات اور انسانی زندگی کی نشو نما کے اعتبار سے، روشنی وحرارت تمام شرائط کے مطابق موجود رہے۔

زمین کی اپنے مدار اور محور دونوں پر حرکت کو اس طرح منظّم کیا کہ زمین کے زیادہ تر حصے میں طلوع وغروب اور دن ورات ہر آن موجود رہیں، آفتاب طلوع ہوتے ہی سورج کی روشنی وحرارت سے نظامِ زندگی کو روشنی اور گرمی ملے اور حصولِ رزق ومعاش کا بازار گرم ہوجائے اور غروب آفتاب کے ساتہ ہی آرام وسکون کے لئے رات کا اندہیرا، جو بقاءِ زندگی اور تجدید نشاط کے لئے ضروری ہے، اپنے ڈیرے ڈال دے تاکہ سورج کی مستقل حرارت یا اس کے مکمل انقطاع سے نظامِ حیات میں کوئی خلل واقع نہ ہو (وَ هُوَ الَّذِی جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ) (2)(وَ مِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُم الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِه) (3)(قُلْ اَرَاَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَداً إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاءٍ اَفَلاَ تَسْمَعُوْنَ) (4)

نور وظلمت اور روز و شب دونوں، آپس کے انتہا درجے کے تضادّ و اختلاف کے باوجود، مل کر ایک ہی ہدف ومقصد پورا کرنے میں مصروفِ عمل ہیں اور دوسری جانب جو کچھ زمین میں ہے اسے دن اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اسے رات کے وقت انسان کی نظروں کے سامنے رکھا گیا ہے تاکہ دن رات آسمانوں اور زمین کے ملک وملکوت انسان کی بصارت اور بصیرت کے سامنے موجود رہیں۔

انسان کے لئے کتابِ وجود کی دن رات ورق گردانی کی تاکہ وہ زمین وآسمان کے صفحے سے آیاتِ خدا کا مطالعہ کر سکے (اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِي مَلَكُوْتِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِن شَيْءٍ) (5)(وَكَذٰلِكَ نُرِی إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوقِنِيْنَ) (6)

وہ انسان جو ذہنِ بشر میں قوانین واسرارِ کائنات کے انعکاس کو علم وحکمت کا معیار و ملاک سمجھتا ہو، کس طرح ممکن ہے کہ وہ مغز، ذہن اوردانشوروں کے تفکر کو بنانے والے، کائنات پر حکم فرما قوانین کو نافذ کرنے والے اور اسرارِ نظام ہستی کو وجود عطا کرنے والی ہستی کو فاقدِ علم وحکمت سمجھے، حالانکہ تمام مفکرین کے اذهان میں منعکس ہوجانے والے قوانین کائنات کی نسبت ان

قوانین کے مقابلے میں جو اب تک مجھول ہیں، ایسی ہے جیسے قطرے کے مقابلے میں ایک سمندر (وَمَا ا وُتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلاَّ قَلِيْلاً) [7]

اس بات پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ کتاب ھستی سے چند سطروں کی نقول تیار کرلینے والا تو علیم و حکیم ہو لیکن خود کتابِ وجود کا مصنف، اس نقل تیار کرنے والے کا خالق اور نقل کے وسیلے کو فراہم کرنے والا ہی بے شعور و بے ادراک ہو؟! یہی وجہ ہے کہ منکر کی فطرت بھی دانا وتوانا خالق کے وجود کی گواہی و شہادت دیتی ہے (وَلَئِنْ سَا لْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْا رْضَ وَسَخَّر

---

1 سورہ یس، آیت 40 ۔ "نہ آفتاب کے بس میں ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات کے لئے ممکن ہے کہ وہ دن سے آگے بڑھ جائے ۔ اور یہ سب کے سب اپنے اپنے فلک اور مدار میں تیرتے رہتے ہیں"۔

2 سورہ فرقان، آیت 62 ۔ "اور وہی ہے جس نے رات اور دن میں ایک کو دوسرے کا جانشین بنایا ہے اس کے لئے جو عبرت حاصل کرنا چاہتا ہے"۔

3 سورہ قصص، آیت 73 ۔ "یہ اس کی رحمت کا ایک حصہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات لے آئے گا رات اور دن دونوں بنائے ہیں تاکہ آرام بھی کر سکو اور رزق بھی تلاش کر سکو"۔

4 سورہ قصص، آیت 71 ۔ "آپ کہئے کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر خدا تمہارے لئے رات کو قیامت تک کے لئے ابدی بنادے تو کیا اس کے علاوہ اور کوئی معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لے آسکے تو کیا تم بات سنتے نہیں ہو"۔

5 سورہ اعراف، آیت 185 ۔ "اور کیا ان لوگوں نے زمین وآسمان کی حکومت اور خدا کی تمام مخلوقات میں غور نہیں کیا"۔

6 سورہ انعام، آیت 75 ۔ "اور اسی طرح ہم ابراہیم کو ملکوت آسمان و زمین دکھلائیں گے، اور اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہو جائیں"۔

7 سورہ اسراء، آیت 85 ۔ "اور تمہیں بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے"۔

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللهُ فَا نَّیّ یُو فْ َکُوْنَ) [1] (وَلَئِنْ سَا لْ ْتَھُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰواتِ وَالا رْ ْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَھُنَّ الْعَزِیْزُالْعَلِیْمُ) [2]

منکرین خدا میں سے ایک شخص آٹھویں امام(ع) کے پاس آیا تو امام(ع) نے اس سے فرمایا:اگر تمہارا عقیدہ صحیح ہو، جب کہ ایسا نہیں ہے، تب بھی ہمیں نماز،روزہ،زکات اور اقرار سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ (کیونکہ دینی فرائض جو ایمان لانا، عمل صالح کرنا اور منکرات کو ترک کرنا ہے،روح کے اطمینا ن اور معاشرے کی اصلاح کا سبب ہیں اور اگر بالفرض عبث اور بے کار ہوں تب بھی،مبدا ومعاد کے احتمالی وجود کے مقابلے میں ان اعمال کے مطابق عمل کی تکلیف اور نقصان نہایت کم ہے،کیونکہ دفع شر اور بے انتہا خیر کثیر کو جلب کرنا،جو محتمل ہو، عقلاًضروری ہے)۔

اس شخص نے کہا : جس خدا کے تم لوگ قائل ہو وہ کیسا ہے اور کہاں ہے؟

امام (ع) نے فرمایا :اس نے اَین کو اَینیت اور کیف کو کیفیت عطا کی ہے۔ (وہی اَین و مکان اور کیف و کیفیت کا خلق کرنے والا ہے، جب کہ مخلوق کبھی بھی خالق کے اوصاف و احوال کا حصہ نہیں بن سکتی، کیوں کہ خالق میں مخلوق کے اوصاف موجود ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خالق مخلوق کا محتاج ہوجائے، اسی لئے خداوند متعال کو نہ کسی کیفیت یا مکانیت سے محدود کیا جاسکتا ہے، نہ کسی حس کے ذریعے محسوس کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی چیز کے ساتہ پرکھا جا سکتاہے)۔

اس شخص نے کہا:بنا برایں اگراسے کسی حس کے ذریعے محسوس نہیں کیا جاسکتا، تو اس کا وجود نہیں ہے۔

امام (ع) نے فرمایا : جب تیری حس اس کے ادراک سے عاجز ہوئی تو تو اس کا منکر ہوا اور جب ہم نے حواس کو اس کے ادراک سے عاجزپایا تو ہمیں یقین ہوا کہ وہ ہمارا پروردگا رہے۔(موجودات کو محسوسات تک منحصر سمجھنے والاا س بات سے غافل ہے کہ حس موجود ہے لیکن محسوس نہیں، بینائی اور شنوائی موجود ہے لیکن دیکھی اور سنی نہیں جاسکتی ہے، انسان ادراک کرتا ہے کہ غیر متناہی محدود نہیں ہے جب کہ ہر محسوس ہونے والی چیز محدود ومتناہی ہے -؛کتنے ہی ذھنی وخارجی موجودات ایسے ہیں جو حس ومحسوسات سے ماوراء ہیں، جب کہ وہ شخص موجود کو محسوس تک محدود خیال کرنے کی وجہ سے خالق حس ومحسوس کا منکر ہوا اور امام (ع) نے اس شخص کی اسی حقیقت کی جانب ہدایت کی کہ حس ومحسوس، وہم وموہوم اور عقل ومعقول کا خالق حس، وہم اورعقل میں نہیں سما سکتا،کیونکہ حواس خمسہ جس چیزکا ادراک کرتے ہیں اس پر محیط ہوتے ہیں جب کہ یہ حواس خدا کی مخلوق ہیں اور خالق اپنی مخلوق پر مکمل احاطہ رکھتاہے،

لہٰذا خالقِ حس ووہم وعقل کا خودان کے دائرہ ادراک میں آجانا،جبکہ وہ ان پر محیط ہے اور محیط کا محاط میں تبدیل ہونا ممکن ہی نہیں ہے اور اگر خداوندِ متعال محسوس یا موہوم یا معقول ہو تو حواس سے درک ہونے والی اشیاء کے ساتہ شبیہ وشریک قرار پائے

گا اور اشتراک کا لازمہ اختصاص ہے، جب کہ ترکیب مخلوق کی خصوصیت ہے، لہٰذا اگر خداوندِ متعال حس و وہم و عقل میں سما جائے تو مخلوق ہوا نہ کہ خالق)۔

اس نے پوچھا: خدا کب سے ہے ؟

امام (ع) نے فرمایا: تم یہ بتاو کہ کب نہ تھا؟ (خداوندِ متعال جو زمان وزمانیات اور مجردات ومادیات کے لئے قیوم ہے، اس کی ذات اقدس عدم، نابودی اور زمان و مکان سے مبرا ہے)

پھر اس نے امام (ع) سے پوچھا: پس اس کے وجود کی دلیل کیا ہے ؟

امام (ع) نے آفاق و انفس میں موجود آیاتِ خدا کی ہدایت کی اور جسم کی بناوٹ میں تفکروتدبر کے ذریعے اس نکتے کی طرف توجہ دلائی کہ اپنے وجود کی اس بناوٹ میں جن باریک نکات اور لطائف حکمت کا خیال رکھا گیا ہے، ان کے ذریعے اس خالق کے علم وحکمت کا اندازہ لگائے۔ اسے بادلوں، ھوا، سورج، چاند اور ستاروں کی حرکت میں غوروفکر کرنے کو کہا تاکہ اجرام فلکی میں موجود عجائب

---

1 سورہ عنکبوت، آیت 61 ۔ "اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور آفتاب وماہتاب کو کس نے مسخر کیا ہے تو فوراً کہیں گے کہ اللہ، تو یہ کدھر بہکے چلے جارہے ہیں"۔

2 سورہ زخرف، آیت 9۔ "اور آپ ان سے سوال کریں گے کہ زمین وآسمان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یقینا یہی کہیں گے کہ ایک زبردست طاقت والی اور ذی علم ھستی نے خلق کیا ہے"۔

قِدرت وغرائبِ حکمت میں تفکر وتدبر کے ذریعے عزیز و علیم کی قدرت تک پہنچ سکے اور متحرکات آسمانی کی حرکت کے ذریعے تغیر وحرکت سے منزہ محرّک پر ایمان لے آئے۔ [1]

ج): مادّے و طبیعت میں موجود تغیر و تحول، اس مادّے و طبیعت سے برتر قدرت کی دلیل ہیں، کیونکہ مادّہ یا اس سے منسوب کسی بھی مادّی شے میں تاثیر، وضع ومحاذات کی محتاج ہے۔مثال کے طور پر آگ جو حرارت جسم میں تاثیر رکھتی ہے یا چراغ جس کی شعاع فضا کو روشن و منور کرتی ہے،

جب تک آگ یا چراغ کی اس جسم یا فضا کے ساتھ خاص نسبت پیدا نہ ہو، ممکن ہی نہیں ہے کہ جسم اس آگ کی حرارت سے گرم یا فضا اس چراغ کے نور سے روشن و منور ہوجائے، اورچونکہ معدوم کے ساتھ وضع اورنسبت کا برقرار ہونا محال ہے، لہٰذا ایسے موجودات جو پہلے مادہ و طبیعت میں نہ تھے اور بعد میں وجودپایا یا پائےں گے، ان موجودات میں مادہ و طبیعت کی تاثیر ممکن نہیں ہے۔آسمان و زمین میں موجود ہونے والا ہر معدوم ایسی قدرت کے وجود کی دلیل ہے جس کو تاثیر کے لئے وضع ومحاذات کی ضرورت نہیں ہے اوروہ ماورائے جسم وجسمانیات ہے(إِنَّمَا ا مْ۠رُه إِذَا ا رَ۠ادَ شَيْا ا نْ۠ يَّقُوْ لَ لَه کُن فَيَکُوْنُ) [2]

د): خدا پر ایمان انسان کی سرشت میں موجود ہے، کیونکہ فطری اعتبار سے انسان اپنے آپ کو ایک مرکز سے وابستہ اور محتاج پاتا ہے، لیکن اسبابِ معیشت کی مصروفیت اور خواہشات نفسانی سے لگاؤ اس وابستگی کے مرکز کو پانے میں رکاوٹ ہیں۔

جب بے چارگی اور نا امیدی اسے چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے اور فکر کے تمام چراغوں کو بجھا ہوا اور تمام صاحبان قدرت کو عاجز پاتا ہے، اس کا سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھتا ہے اور جس غنی بالذات پر فطرتاً بھروسا کئے ہوئے ہے، اس سے بے اختیار مدد طلب کرتا ہے(قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْکُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَه تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً لَّئِنْ ا نْ۠جَانَا مِنْ هٰذِه لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشَّاکِرِيْنَ) [3] (وَ إِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّه مُنِيْبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَه نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا کَانَ يَدْعُوْا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ ا نْ۠دَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِه) [4] (هُوَ الَّذِی يُسَيِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰی إِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَائَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَ جَائَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّ ظَنُّوا ا نَّ۠هُمْ ا حُ۠يِطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ ا نْ۠جَيْتَنَا مِنْ هٰذِه لَنَکُوْنَنَّ مِن الشّٰکِرِيْنَ) [5]

ایک شخص نے امام صادق (ع) سے عرض کی: ((یا ابن رسول اللّٰہ! دلّنی علی اللّٰہ ما هو، فقد ا کثر علیّ المجادلون و حیرونی فقال له: یا عبد اللّٰہ ، هل رکبت سفینة قط؟ قال: نعم قال: فهل کسر بک حیث لا سفینة تنجیک و لا سباحة تغنیک؟ قال: نعم، قال: فهل تعلق قلبک هنالک ا ن شیئاً من الا شیاء قادر علی ا ن یخلصک من ورطتک؟ قال: نعم، قال الصَّادق (ع): فذلک الشی هو اللّٰہ القادر علی الإنجاء حیث لا منجی وعلی الإغاثة حیث لا مغیث)) [6]

جیسا کہ بے چارگی کے عالم میں دوسروں سے انقطاع مطلق کے دوران خداوندِ متعال کی یہ معرفت اور فطری ارتباط حاصل ہو جاتا ہے، اختیاری حالت میں بھی اسے علم و عمل جیسے دو پروں کے ذریعے پرواز کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے:

---

1 توحید، صفحہ 250 ۔

2 سورہ یس، آیت 82 ۔ "اس کا صرف امر یہ ہے کہ کسی شئے کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرلے کہ ہو جا اور وہ شئے ہو جاتی ہے" ۔

3 سورہ انعام، آیت 63 ۔ "ان سے کہہ دیجئے کہ خشکی اور تری کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے جب تم گڑ گڑا کر اور خفیہ طریقہ سے آواز دیتے ہو کہ اگر اس مصیبت سے نجات دے دے گا تو ہم شکر گذار بن جائیں گے" ۔

4 سورہ زمر، آیت 8۔ "اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پوری توجہ کے ساتھ پروردگار کو آواز دیتا ہے پھر جب وہ اسے کوئی نعمت دیدیتا ہے تو جس بات کے لئے اس کو پکار رہا تھا اسے یکسر نظر انداز کردیتا ہے اور خدا کے لئے مثل قرار دیتا ہے تاکہ اس کے راستے سے بہکا سکے" ۔

5 سورہ یونس، آیت 22 ۔ "وہ خدا وہ ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں سیر کراتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں تھے اور پاکیزہ ہوائیں چلیں اور سارے مسافر خوش ہو گئے تو اچانک ایک تیز ہوا چل گئی اور موجوں نے ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا اور یہ خیال پیدا ہو گیا کہ چاروں طرف سے گھر گئے ہیں تو دین خالص کے ساتھ اللہ سے دعا طلب کرنے لگے کہ اگر اس مصیبت سے نجات مل گئی تو ہم یقینا شکر گذاروں میں ہو جائیں گے" ۔

6 بحارالانوار جلد 3، صفحہ 41 ، ترجمہ: ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: یابن رسول اللہ ! مجھ کو خدا کے بارے میں بتایں کہ وہ کیا ہے؟ میں نے بہت زیادہ مجادلہ کرنے والوں کو دیکھا لیکن ان سب کی بحثوں نے مجھ کو پریشان کردیا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں: کیا کبھی کشتی پر سوار ہوئے ہو؟ کہتا ہے: ھاں حضرت فرماتے ہیں: کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہاں پر کوئی اور کشتی نہ جس پر سوار ہو جاو اور نجات مل جائے اور نہ تیرنا آتا ہو جس سے تم نجات پاجاو جواب دیتا ہے :ھاں حضرت نے فرمایا:

ایسے حال میں تمہارے دل میں کسی قادر توانا کا خیال آیا جو تم کو ابھی بھی نجات دلا سکتا ہے؟ کہتا ہے: ھاں حضرت نے فرمایا: بس وہی خدا ہے جو ایسے حالات میں بھی تم کو نجات دے سکتا ہے جب کوئی تمہاری مدد نہ کرسکے۔

اول) یہ کہ نور عقل کے ذریعے انسان، جہالت و غفلت کے پردوں کو پارا کرے اور دیکھے کہ موجودات کا وجود اور ان کے کمالات ذاتی نہیں، بلکہ سب کے سب ذات قدوس کی جانب منتہی ہوتے ہیں (هُوَ الْاَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ)[1] (هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى)[2]

دوم) یہ کہ طہارت وتقویٰ کے ذریعے آلودگی او ر رذایل نفسانی کی کدورت کو گوہرِ وجود سے دور کرے، کیونکہ خدا اور اس کے بندے کے درمیان جہالت و غفلت اور کدورت گناہ کے علاوہ کوئی دوسرا پردہ نہیں ہے کہ جسے علمی و عملی جہاد کے ذریعے پارا کرنا ضروری ہے (وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا)[3]

چھٹے امام (ع) نے ابن ابی العوجاء سے فرمایا:

((ویلک وکیف احتجب عنک من ا ژاک قدرته فی نفسک؟ نشؤک ولم تکن و کبرک بعد صغرک و قوتک بعد ضعفک و ضعفک بعد قوتک و سقمک بعد صحتک و صحتک بعد سقمک و رضاک بعد غضبک و غضبک بعد رضاک و حزنک بعد فرحک، و فرحک بعد حزنک و حبک بعد بغضک و بغضک بعد حبک و عزمک بعد إبائک و إباؤ کٔ بعد عزمک و شهوتک بعد کراهتک وکراهتک بعد شهوتک و رغبتک بعد رهبتک و رهبتک بعد رغبتک ورجائک بعد یا سٔک و یا سٔک بعد رجائک و خاطرک بما لم یکن فی وهمک و عزوب ما ا نٔت معتقده عن ذهنک و مازال یعد علی قدرته التی فی نفسی التی لا ا دٔفعها حتی ظننت ا نٔه سیظهر فیما بینی وبینه))[4]

---

1 سورہ حدید، آیت 3۔ "وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہی ہر شئے کا جاننے والا ہے"۔

2 سورہ حشر، آیت 24 ۔ "وہ ایسا خدا ہے جوپیدا کرنے والا، ایجاد کرنے والا اور صورتیں بنانے ولا ہے اس کے لئے بہترین نام ہیں"۔

3 سورہ عنکبوت، آیت 69 ۔ "اور جن لوگوں نے ہمارے حق میں جہاد کیا ہے ہم انہیں اپنے راستوں کی ہدایت کرینگے"۔

4 بحارالانوار جلد3، صفحہ 43 ۔ ترجمہ: حضرت ابن ابی العوجاء سے فرماتے ہیں: وای تجھ پر وہ ذات کیسے تجھ سے چھپ سکتی جس نے خود تیرے نفس میں اپنے وجود کا اظہار کیا ہے تو نہیں تھا تجھ کو پیدا کیا خود تیرا چھوٹے سے بڑا ہونا، تیری قدرت و توانائی تیری عاجزی کے بعد، تیری ناتوانی قدرت کے باوجود، تیرا مریض ہونا تیری صحت مندی کے بعد،

.بیماری کے بعد پھر تیرا صحتیاب ہونا ، تیرا غصہ خوشی کے یا پھر تیری خوشی غصہ کے بعد غم شادی کے بعد و سرور غم و حزن کے بعد تیری دوستی دشمنی کے بعد یا پھر دشمنی دوستی کے بعد، تیرا عزم و ارادہ انکار کے بعد یا پھر تیرا انکار کرنا عزم و ارادہ کے بعد تیرا اشتیاق تیری ناراحتی کے بعد یا پھر تیری کراہت شوق کے بعد۔

تیرا شوق و علاقہ خوف وحراس کے بعد یا تیرا ڈرنا رغبت کے بعد تیری امیدی نا امیدی کے بعد یا نا امیدی امیدی کے بعد، جس کو تونے سوچا بھی نہ وہ تمہارے خیال میں آجائے اور جو تمہارے ذھن پر سوار تھا ایک دم غائب ہو جائے ۔

ابن ابی العوجاء کہتا ہے:اس طرح کی قدرت کے آثار کو میرے وجود میں گنوا رہے تھے کہ جس کا انکار و چشم پوشی ممکن نہیں تھا یہاں تک مجھ کو احساس ہوا کہ عنقریب خدائے وحدہ لاشریک میرے و امام کے درمیان ظاہر ہو جائے گا

توحید

توحید سے مراد ایسے خداوند عالم پر اعتقاد ہے جو یکتا ہے اور اجزاء وصفات کی ترکیب سے مبرا ہے، اس لئے کہ ہر مرکب، وجود کو اجزاء اور ان اجزاء کو ترکیب دینے والے کا محتاج ہے اور محال ہے کہ جو محتاج ہو وہ اپنے آپ یا کسی غیر کو وجود عطا کر سکے۔ خداوندمتعال کی ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔[1]

1 توحید کے چند مرتبہ ہیں:

توحید ذات:

ہر موجود مرکّب ہے سوائے خداوندعالم کی ذات کے، وہ ایسا واحد ہے جس کی یکتائی عین ذات ہے۔

اس کے علاوہ ہر موجود جز جز ہونے کے قابل ہے جس طرح جسم مادہ اور صورت دو جز پر تقسیم ہوتا ہے، قوہ وہم میں زمان کو لحظات پر تقسیم کیا جاتا ہے، عقل انسان کو انسانیت و وجود اور ہر متناہی موجود کو محدود اور حد پر منقسم کرتی ہے۔

جنگ جمل کے موقع پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے سوال ہوا: یا امیر المومنین! (علیہ السلام) کیا آپ فرماتے ہیں: کہ بے شک خدا ایک ہے؟ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا، تیرے سوال کا اس حالت میں موقع نہیں ہے۔

حضرت نے جواب دیا: اس کو چھوڑ دو، یہ جو سوال مجھ سے پوچھ رہا ہے، میں وہی اس قوم سے خواہاں ہوں، میری مراد توحید ہے، اس کے بعد حضرت نے فرمایا: یہ جملہ کہ خدا ایک ہے، چار قسموں پر تقسیم ہوتا ہے۔

اس میں سے دو قسمیں خدا کے سلسلے میں جائز نہیں لیکن دوسری دو قسمیں اس کی ذات کے لئے ثابت ہیں، اور وہ دو قسمیں جو جائز نہیں ہیں یہ ہیں:

3) اس کی واحدانیت، عددی وحدانیت نہیں ہے، کیونکہ اپنا ثانی ،2 ، 1) وہ ایک جو دعدد میں آتا ہے (جیسے[1] رکھنے والے واحد، اور اپنا ثانی نہ رکھنے والے واحد پر بطور یکساں واحد کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا، (لَقَدْ کَفَرَ الَّذِینَ قَالُوا اِن اللہَ ثَالِثُ ثَلاَثَۃٍ) (سورہ مائدہ آیت 73 ، "بے شک وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں کہا: اللہ ان تین میں سے تیسرا ہے"۔

2) ایسا واحد جو کسی جنس کی ایک قسم پر اطلاق ہوتا ہو، مثلاً کہا جائے: "وہ لوگوں میں سے ایک ہے"، ایسا واحد جو کسی نوع و صنف کی ایک فرد پر اطلاق ہوتا ہے، خداوندعالم پر اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اس اطلاق و استعمال میں تشبیہ پائی جاتی ہے، حالانکہ خدا کوئی شبیہ نہیں رکھتا۔

لیکن وہ قسمیں جو خدا کی ذات پر اطلاق کرنا جائز ہے:

1)وہ ایسا واحد ہے جس کی کوئی شبیہ نہیں ہے۔

2) خداوندعالم ایسا واحد جس کی تقسیم عقل و وہم میں بھی ممکن نہیں ہے، (بحار الانوار، ج 3، ص 206۔)

توحید ذات و صفات:

یعنی خدا کے صفات ذاتی ہیں، جیسے حیات، علم، قدرت عین ذات ہیں، وگرنہ ذات و صفت جدا جدا ہونا تجزیہ و ترکیب کا باعث ہوگا، وہ جو اجزاء سے مرَکب ہوگا وہ جو اجزاء سے مرکب ہو وہ اپنے اجزا کا محتاج ہوگا، (اور محتاج خدا نہیں ہوسکتا)

اسی طرح اگر صفات کو ذات سے جدا مان لیں تو لازم یہ آتا ہے وہ مرتبہ ذات میں فاقد صفات کمال ہو، اور اس کی ذات ان صفات کے امکان کی جہت پائی جائے، بلکہ خود ذات کا ممکن ہونا لازم آئے گا، کیونکہ جو ذات صفات کمال سے خالی ہو اور امکان صفات کی حامل ہو وہ ایسی ذات کی محتاج ہے جو غنی بالذات ہو۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کی سب سے پہلی عبادت اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ اور اصل معرفت خدا کی وحدانیت کا اقرار ہے، اور نظام توحید یہ ہے کہ اس کی صفات سے صفات کی نفی و انکار کرنا ہے،

(زائد بر ذات) اس لئے کہ عقل گواہی دیتی ہے کہ ہر صفت اور موصوف مخلوق ہوتے ہیں، اور ہر مخلوق کا وجود اس بات پر گواہ ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے، جو نہ صفت ہے اور نہ موصوف۔ (بحار الانوار، ج 54، ص 43)

توحید در الوہیت:

(وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لاَإِلَهَ إِلاَّ هو الرَّحْمَانُ الرَّحِيمُ) (سورہ بقرہ، آیت 163)

"تمہارا خدا خدائے واحد ہے کوئی خدا نہیں جز اس کے جو رحمن و رحیم ہے"۔

توحید در ربوبیت:

خداوندعالم کا ارشاد ہے:

(قُلْ ا غَ◌َيْرَ اللهِ ا بْ◌غِی رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ) (سورہ انعام، آیت 164)

"کہو کیا اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو رب بنائیں حالانکہ کہ وہ ہر چیز کا پروردگار ہے"۔

(ا ا رْ◌بَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ ا مْ◌ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ) (سورہ یوسف، آیت 39)

"آیا متفرق و جدا جدا ربّ کا ہونا بہتر ہے یا اللہ سبحانہ کا جو واحد اور قہار ہے"۔

توحید در خلق:

(قُلْ اللهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ) (سورہ رعد، آیت 16)

"کہہ دیجئے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ یکتا قہار ہے"۔

(وَالَّذِینَ یَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ لاَیَخْلُقُونَ شَیْئًا وَهُمْ یُخْلَقُونَ) (سورہ نحل، آیت 20)

"اور وہ لوگ جن کو خدا کے علاوہ پکارا جاتا ہے وہ کسی کو خلق نہیں کرتے بلکہ وہ خلق کئے جاتے ہیں"۔

توحید در عبادت:

یعنی عبادت صرف اسی کی ذات کے لئے منحصر ہے۔

(قُلْ ا تَ ٍعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ مَا لاَیَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَلاَنَفْعًا) (سورہ مائدہ، آیت 76۔) "کہ کیا تم خدا کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لئے نہ نفع رکھتے ہیں نہ نقصان ؟)

توحید در امر و حکم خدا:

(ا لَاَلَهُ الْخَلْقُ وَالْا مْرُ تَبَارَکَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِینَ) (سورہ اعراف، آیت 54۔)

"آگاہ ہو جاو صرف خدا کے لئے حکم کرنے و خلق کرنے کا حق ہے بالا مرتبہ ہے خدا کی ذات جو عالمین کا رب ہے"۔

(إِنْ الْحُکْمُ إِلاَّ لِلَّهِ) (سورہ یوسف، آیت 10۔) "کوئی حکم نہیں مگر خدا کا حکم"۔

توحید در خوف و خشیت:

(یعنی صرف خدا سے ڈرنا)

(فَلاَتَخَافُوهُمْ وَخَافُونِی إِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِینَ) (سورہ آل عمران، آیت 175۔) "پس ان سے نہ ڈرو اگر صاحبان ایمان ہو تو مجھ سے ڈرو"۔

اس سے متعلق بعض دلائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

1۔تعدد الٰہ سے خداوند متعال میں اشتراک ضروری قرار پاتا ہے اس لئے کہ دونوں خدا ہیں، اور اسی طرح دونوں میں نقطہ امتیاز کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ دوگانگی تحقق پیدا کرے اور وہ مرکب جو بعض نکات اشتراک اور بعض نکات امتیاز سے مل کر بنا ہو، ممکن ومحتاج ہے۔

2۔تعدد الہ کا کسی نقطہ امتیاز کے بغیر ہونا محال ہے اور امتیاز، فقدانِ کمال کا سبب ہے۔ فاقد کمال محتاج ہوتا ہے اور سلسلہ احتیاج کا ایک ایسے نکتے پر جاکر ختم ہونا ضروری ہے جو ہر اعتبار سے غنی بالذات ہو، ورنہ محال ہے کہ جو خود وجود کا محتاج وضرورت مند ہو کسی دوسرے کو وجود عطا کرسکے۔

3۔خدا ایسا موجود ہے جس کے لئے کسی قسم کی کوئی حد مقرر نہیں کیونکہ ہر محدود، دو چیزوں سے مل کر بنا ہے ، ایک اس کا وجوداور دوسرے اس کے وجود کی حد اور کسی بھی وجود کی حد اس وجود میں فقدان اور اس کے منزلِ کمال تک نہ پہنچنے کی دلیل ہے اور یہ ترکیب، اقسامِ ترکیب کی بدترین قسم ہے، کیونکہ ترکیب کی باقی اقسام میں یا تو دو وجودوں کے درمیان ترکیب ہے یا بود ونمود کے درمیان ترکیب ہے، جب کہ ترکیب کی اس قسم میں بود ونبود کے درمیان ترکیب ہے!! جب کہ خدا کے حق میں ہر قسم کی ترکیب محال ہے۔وہ ایسا واحد وجود ہے جس کے لئے کسی ثانی کا تصور نہیں،

(فَلاَتَخْشَوْا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ) (سورہ مائدہ، آیت 44 ۔)"لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو(خشیت خدا حاصل کرو"۔

توحید در مُلک:

(یعنی کائنات میں صرف اس کی حکومت ہے)

(وَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَهُ شَرِیکٌ فِی الْمُلْکِ) (سورہ اسراء ، آیت 111 ۔)"کہو ساری تعریفیں ہیں اس خدا کی جس کا کوئی فرزند نہیں اور ملک میں اس کا کوئی شریک نہیں"۔

توحید در ملک نفع وضرر:

یعنی نفع و نقصان کا مالک وہ ہے)

(قُلْ لاَ أَمْلِکُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَلاَضَرًّا إِلاَّ مَا شَاءَ اللهُ) (سورہ اعراف، آیت 188 ۔)"کہو بس اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں مگر وہ جو اللہ سبحانہ چاہے"۔

(قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا إِنْ ا رَُادَ بِكُمْ ضَرًّا ا وُْ ا رَُادَ بِكُمْ نَفْعًا)(سورہ فتح، آیت 11 ۔)"کہو بس کون ہے تمہارے لئے خدا کے مقابل میں کوئی دوسرا اگر وہ تمہارے لئے نفع و نقصان کا ارادہ کرے"۔

توحید در رزق:

(رزاق صرف خدا ہے)

(قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنْ السَّمَاوَاتِ وَالْا رَْضِ قُلْ اللهُ)(سورہ سباء، آیت 24 ۔)"کہو کون ہے جو زمین وآسمان سے تم کو روزی عطاء کرتا ہے کہو خدائے متعال)

(ا مَّنْ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ ا مَْسَكَ رِزْقَهُ)(سورہ ملک ، آیت 21 ۔)"آیا کون ہے تم کو روزی دینے والا اگر وہ تمہارے رزق کو روک لے"۔

توحید در توکل:

(بھروسہ صرف خدا کی ذات پر)

(وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ وَكَفَى بِاللهِ وَكِيلاً)(سورہ احزاب، آیت 3۔)"اور اللہ پر بھروسہ کرو اس کو وکیل بنانا دوسرے سے بے نیاز کردیتا ہے"۔

(اللهُ لاَإِلَهَ إِلاَّ هو وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلْ الْمُؤْمِنُونَ)(سورہ ،تغابن آیت 13 ۔)"کوئی خدا نہیں سوائے اللہ سبحانہ تعالیٰ کے بس مومنوں کو چاہیئے خدا پر توکل کریں"۔

توحید در عمل:

(عمل صرف خدا کے لئے)

(وَمَا لِا حَُدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ز إِلاَّ ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْا عَْلَى)(سورہ لیل، آیت ۔ 20 ۔ 19 ۔)"اور لطف الٰہی یہ ہے کہ)کسی کا اس پر احسان نہیں جس کا اسے بدلہ دیا جاتا ہے بلکہ (وہ تو)صرف اپنے عالیشان پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (دیتا ہے)

توحید در توجہ:

(انسان کی توجہ صرف خدا کی طرف ہونی چاہیئے)

(إِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِی لِلَّذِی فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْا رْضَ) (سورہ انعام، آیت 79۔) "بے شک میں نے اپنے رخ اس کی طرف

موڑ لیا جس نے زمین وآسمان کو خلق کیا"۔

یہ ان لوگوں کا مقام ہے جو اس راز کو سمجھ چکے ہیں کہ دنیا و مافیہا سبکچھ ھلاک ہوجائے گا۔

(کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ إِلاَّ وَجْهَهُ) (سورہ قصص، آیت 88۔)(کائنات میں)ھرچیز ھلاک ہو جائے گی جز اس ذات والا کے"

(کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ز وَیَبْقَی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلاَلِ وَالْإِکْرَامِ) (سورہ رحمن، آیت 27۔ 26۔) "ھر وہ چیز جو روئے زمین پر ہے سبکچھ فنا ہونے والی ہے اور باقی رہنے والی (صرف)تیرے پروردگار کی ذات ہے جو صاحب جلالت وکرامت ہے"۔

فطرت میں جو توحید خدا پنہاں ہے اس کی طرف توجہ سے انسان کے ارادہ میں توحید جلوہ نمائی کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ (وَعَنَتْ الْوُجُوهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّومِ) (سورہ طہ، آیت 111) "اور ساری خدائی کے منہ زندہ وپائندہ خدا کے سامنے جھک جائیں گے"۔

(فطرت توحیدی کی طرف توجہ انسان کے ارادہ کو توحید کا جلوہ بنا دیتی ہے)

کیونکہ ثانی کا تصور اس کے لئے محدودیت اور متناہی ہونے کا حکم رکھتا ہے، لہٰذا وہ ایسا یکتا ہے کہ جس کے لئے کوئی ثانی نہ قابل تحقق ہے اور نہ ہی قابل تصور۔

4۔ کائنات کے ہر جزء وکل میں وحدتِ نظم برقرار ہونے سے وحدت ناظم ثابت ہو جاتی ہے،

کیونکہ جزئیاتِ انواع کائنات میں موجود تمام اجزاء کے ہر ھر جزء میںموجود نظم وترکیب اور پوری کائنات کے آپس کے ارتباط کے تفصیلی مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ جزء وکل سب ایک ہی علیم ،قدیر اور حکیم خالق کی مخلوق ہیں۔ جیسا کہ ایک درخت کے اجزاء کی ترکیب، ایک حیوان کے اعضاء و قوتوں کی ترکیب اور ان کا ایک دوسرے نیزچاند اور سورج سے ارتباط، اسی طرح منظومہ شمسی کا دوسرے منظومات اور کہکشاؤں سے ارتباط، ان سب کے خالق کی وحدانیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ایٹم کے مرکزی حصے اور اس کے مدار کے گردگردش کرنے والے اجزاء سے لے کر سورج و منظومہ شمسی کے سیارات اور کہکشاؤں تک، سب اس بات کی علامت ہیں کہ ایٹم،سورج اور کہکشاوئں

کا خالق ایک ہی ہے (و هُوْ الَّذِی فِی السَّمَاءِ ا لِٰهٌ وَّ فِی الْا رْضِ إِلٰهٌ وَّ هُوَ الْحَکِیْمُ الْعَلِیْم)[1](یَا ا یُّهَا النَّاس اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ الَّذِی خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْا رْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَاءَ بِنَاءً وَّ ا نْزَلَ مِن السَّمَاءِ مَاءً فَا خْرَجَ بِه مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّکُمْ فَلاَ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ ا نْدَادًا وَّ ا نْتُمْ تَعْلَمُوْنَ)[2]

5۔ چھٹے امام (ع) سے سوال کیا گیا: صانع وخالقِ کائنات کا ایک سے زیادہ ہونا کیوں ممکن نہیں ہے ؟ آپ (ع) نے فرمایا : اگر دعوٰی کرو کہ دو ہیں تو ان کے درمیان شگاف کا ہونا ضروری ہے تاکہ دو بن سکیں، پس یہ شگاف تیسرا ہوا اور اگر تین ہو گئے تو پھر ان کے درمیان دو شگافوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ تین محقق ہوسکیں،بس یہ تین پانچ ہوجائیں گے او راس طرح عدد بے نہایت اعداد تک بڑھتا چلا جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر خدا ایک سے زیادہ ہوئے تو اعداد میں خداؤں کی نا متناہی تعداد کا ہونا ضروری ہے۔ [3]

6۔ امیر المومٔنین (ع) نے اپنے فرزند امام حسن (ع) سے فرمایا:((واعلم یابنی ا نه لو کان لربک شریک لا ٔتتک رسله ولرا ئیت آثار ملکه وسلطانه ولعرفت ا فٔعاله وصفاته)) [4]

اور وحدانیت پروردگارپر ایمان کا نتیجہ، عبادت میں توحیدِ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، چونکہ اس کے علاوہ سب عبد اوربندے ہیں(إِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمَاوَاتِ وَاْلا رْٔضِ إِلاَّ آتِی الرَّحْمٰنِ عَبْداً) [5] غیر خدا کی عبودیت وعبادت کرنا ذلیل سے ذلت اٹھانا،فقیر سے بھیک مانگنا بلکہ ذلت سے ذلت اٹھانا اور گداگر سے گداگری کرنا ہے (یَا ا ئَےُّهَا النَّاسُ ا نَْٔتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَی اللّٰهِ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ) [6]

وحدانیت خداوندمتعال پر ایمان، اور یہ کہ جوکچھ ہے اسی سے اور اسی کی وجہ سے ہے اور سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے، کو تین جملوں میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے((لا إله إلا الله))،((لا حول ولا قوة إلا بالله))، (وَ إِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ اْلا مُٔوْرُ) [7]

سعادت مند وہ ہے جس کی زبان پر یہ تین مقدّس جملے ہر وقت جاری رہیں، انہی تین جملات کے ساتہ جاگے، سوئے،زندگی بسر کرے، مرے اوریہاں تک کہ (إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ) [8]کی حقیقت کو پالے۔

---

1 سورہ زخرف، آیت 84 ۔ "اور وہی وہ ہے جو آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا ہے اور وہ صاحب حکمت بھی ہے"۔

2 سورہ بقرہ، آیت 21 ۔ 22 ۔ "اے انسانو!پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی خلق کیا ہے شاید کہ تم اسی طرح متقی اور پرہیزگار بن جاو ۔اس پروردگار نے تمہارے لئے زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ بنایا ہے اور پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہاری روزی کے لئے زمین سے پھل نکالے ہیں لہٰذا اس کے لئے کسی کو ہمسراور مثل نہ بناو اور تم جانتے ہو"۔230 ۔ / 3 بحار الانوار، ج 3

4 نہج البلاغہ خطوط 31 ۔ حضرت کی وصیت امام حسن علیہ السلام کے نام۔ترجمہ:(جان لو اے میرے لال!اگر خدا کا کوئی شریک ہوتا تو اس کے بھیجے ہوئے پیامبر بھی تمہارے پاس آتے اور اس کی قدرت وحکومت کے آثار دیکھتے اور اس کی صفات کو پہچانتے)

5 سورہ مریم، آیت 93 ۔ "زمین وآسمان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں بندہ ہو کر حاضر ہونے والا نہ ہو"۔

6 سورہ فاطر، آیت 15 ۔ "انسانو! تم سب اللہ کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ غنی (بے نیاز) اور قابل حمد وثنا ہے"۔

7 سورہ آل عمران، آیت 109 ۔ "اور اللہ کی طرف پلٹتے ہیں سارے امور"۔

8 سورہ بقرہ، ایت 156 ۔ "ھم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں" ۔

اور توحید پر ایمان کا اثر یہ ہے کہ فرد و معاشرے کی فکر و ارادہ ایک ہی مقصد وہدف پر مرتکز رہیں کہ جس سے بڑھ کر، بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا ہدف و مقصد ہے ہی نہیں (قُلْ إِنَّمَا اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى) [1]۔ اس توجہ کے ساتھ کہ اشعہ نفسِ انسانی میں تمرکز سے انسان کو ایسی قدرت مل جاتی ہے کہ وہ خیالی نقطے میں مشق کے ذریعے حیرت انگیز توانائیاں دکھا سکتا ہے، اگر انسانی فکر اور ارادے کی شعاعیں اسی حقیقت کی جانب مرتکز ہوں جو مبدا و منتہی اور (نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ) [2] ہے تو کس بلند و اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل کر سکتا ہے؟!

جس فرد و معاشرے کی (إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيْ لِلَّذِيْ فَطَرَالسَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ) [3] کے مقام تک رسائی ہو، خیر و سعادت و کمال کا ایسا مرکز بن جائے گا جو تقریر و بیان سے بہت بلند ہے۔

عن أبي حمزة عن أبي جعفر (ع) :((قال سمعته يقول: ما من شيء أعظم ثواباً من شهادة أن لا إله إلا الله، لا أن الله عزوجل لا يعدله شي ولا يشركه في الأمر أحد)) [4]

اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جیسا کہ کوئی بھی چیز خداوند متعال کی مثل و ہمسر نہیں، اس ذات قدوس کے امر میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ کوئی عمل اس حقیقت کی گواہی کا مثل و ہمسر نہیں جو کلمہ طیبہ ((لا إله إلاالله)) کا مضمون ہے اور عمل کے ساتھ شایان شان جزا کے ثواب میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔

زبان سے ((لا إله إلاالله)) کی گواہی، دنیا میں جان و مال کی حفاظت کا سبب ہے اور دل سے اس کی گواہی آتش جہنم کے عذاب سے نجات کا باعث ہے اور اس کی جزا بہشت بریں ہے۔ یہ کلمہ طیبہ رحمت رحمانیہ و رحیمیہ کا مظہر ہے۔

چھٹے امام (ع) سے روایت ہے کہ: خداوند تبارک وتعالی نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ اہل توحید کو آگ کے عذاب میں ہر گز مبتلا نہ کرے گا۔ [5]

اور رسول خدا (ص) سے منقول ہے: ((ماجزاء من أنعم عزوجل عليه بالتوحيد إلا الجنة)) [6]

جو اس کلمہ طیبہ کا ہر وقت ورد کرتا ہے، وہ حوادث کی جان لیوا امواج، وسواس اور خواہشات نفسانی کے مقابلے میں کشتی دل کو لنگر ((لا إله إلا الله)) کے ذریعے ہلاکتوں کی گرداب سے نجات دلاتا ہے (اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللهِ اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ) [7]

کلمہ طیبہ کے حروف کو بالجہر اور بالاخفات دونوں طریقوں سے ادا کیا جاسکتا ہے کہ جامع ذکرِ جلی و خفی ہے اور اسم مقدس ((اللہ)) پر مشتمل ہے، کہ امیر المومنین (ع) سے منقول ہے کہ:

((اللہ)) اسماء خدا میں سے بزرگترین اسم ہے اور ایسا اسم ہے جو کسی مخلوق کے لئے نہیں رکھا گیا۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ غیر خدا سے امید ٹوٹ جانے کے وقت ہر ایک اس کو پکارتا ہے (قُلْ ا رُ‌ا يُ‌ْتَكُم إِنْ ا تُ‌َاكُمْ عَذَابُ اللهِ ا وُ‌ْ ا تُ‌َتْكُمُ السَّاعَةُ ا غَيْرَ اللهِ تَدْعُوْنَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَةبَلْ إِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ إِلَيْه إِنْ شَاءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ) [8]

---

1 سورہ سباء، ایت 46 ۔ "پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں صرف اس بات کی نصیحت کرتا ہونکہ اللہ کے لئے دو دو اور ایک ایک کرکے قیام کرو"۔

2 سورہ نور، آیت 35 ۔ "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے"۔

3 سورہ انعام، آیت 79 ۔ " میرا رخ تمام تر اس خدا کی طرف سے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں استقامت کے ساتہ توحید میں ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں"۔

4 توحید صدوق ص 19 ۔

5 توحید ص 20 ۔

6 توحید ص 22 ۔ اس شخص کی جزا اس کو خدا نے نعمت توحید سے نوازا ہے جز بہشت کچھ نہیں ۔

7 سورہ رعد، آیت 28 ۔ "یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور ان کے دلوں کو یاد خدا سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور آگاہ ہو جاو کہ اطمینان یاد خدا سے ہی حاصل ہوتا ہے"۔

8 سورہ انعام، آیت 40 ۔ 41 ۔ "آپ ان سے کہئے کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تمہارے پاس عذاب یا قیامت آجائے تو کیا تم اپنے دعوے کی صداقت میں غیر خدا کو بلاو گے۔ تم خدا ہی کو پکاروگے اور وہی اگر چاہے گا تو اس مصیبت کو رفع کر سکتا ہے۔ اور تم اپنے مشرکانہ خداوں کو بھول جاو گے"۔

ابو سعید خدری نے رسول خدا (ص) سے روایت کی ہے کہ خداوند جل جلالہ نے حضرت موسی (ع) سے فرمایا:

اے موسی! اگر آسمانوں، ان کے آباد کرنے والوں (جو امر کی تدبیر کرنے والے ہیں) اور ساتوں زمینوں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور ((لا إلہ إلا اللہ)) کو دوسرے پلڑے میں تو یہ دوسرا پلڑا بھاری ہوگا۔ [1] (یعنی اس کلمے کے مقابلے میں تمام مادّیات و مجرّدات سبک وزن ہیں)۔

عدل

خداوندِ متعال کی عدالت کو ثابت کرنے کے لئے متعدد دلائل ہیں جن میں سے ہم بعض کا تذکرہ کریں گے:

1۔ ہر انسان، چاہے کسی بھی دین ومذہب پر اعتقاد نہ رکھتا ہو، اپنی فطرت کے مطابق عدل کی اچھائی و حسن اور ظلم کی بدی و برائی کو درک کر سکتا ہے۔ حتی اگر کسی ظالم کو ظلم سے نسبت دیں تو اس سے اظہار نفرت اور عادل کہیں تو خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ شہوت و غضب کا تابع ظالم فرمانروا، جس کی ساری محنتوں کا نچوڑ نفسانی خواہشات کا حصول ہے، اگر اس کا واسطہ محکمہ عدالت سے پڑ جائے اور قاضی اس کے زور و زر کی وجہ سے اس کے کسی دشمن کا حق پامال کر کے اس ظالم کے حق میں فیصلہ دے دے، اگرچہ قاضی کا فیصلہ اس کے لئے باعث مسرت وخوشنودی ہے لیکن اس کی عقل وفطرت حکم کی بدی اور حاکم کی پستی کو سمجھ جائیں گے۔جب کہ اس کے برعکس اگر قاضی اس کے زور و زر کے اثر میں نہ آئے اور حق وعدل کا خیال کرے، ظالم اس سے ناراض تو ہو گا لیکن فطرتاً وہ قاضی اور اس کے فیصلے کو احترام کی نظر سے دیکھے گا۔

تو کس طرح ممکن ہے کہ جس خدا نے فطرت انسانی میں ظلم کو برا اور عدل کو اس لئے اچھا قرار دیا ہو تاکہ اسے عدل کے زیور سے مزین اور ظلم کی آلودگی سے دور کرے اور جو (إِنَّ اللهَ یَا مُْ ُر بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ) [2]، (قُلْ ا مَُ َر رَبِّی بِالْقِسْطِ) [3]، (یَادَاودُ إِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِیْفَةً فِی الا رُْ ضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَق وَلاَ تَتَّبِعِ الْهَوٰی) ٤جیسی آیات کے مطابق عدل کا حکم دے وہ خود اپنے ملک وحکم میں ظالم ہو؟!

2۔ ظلم کی بنیاد یا تو ظلم کی برائی سے لاعلمی، یا مقصد وہدف تک پہنچنے میں عجز یا لغو وعبث کام ہے، جب کہ خداوندِ متعال کی ذات جہل، عجز اور سفاہت سے پاک ومنزہ ہے۔

لہٰذا، علم، قدرت اور لا متناہی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ خداوند متعال عادل ہو اور ہر ظلم و قبیح سے منزہ ہو۔

3۔ ظلم نقص ہے اور خداوندِمتعال کے ظالم ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ اس کی ترکیب میں کمال ونقصان اور وجود وفقدان بیک وقت شامل ہوں، جب کہ اس بات سے قطع نظر کہ یہ ترکیب کی بدترین قسم ہے، کمال ونقص سے مرکب ہونے والا موجود محتاج اور محدود ہوتا ہے اور یہ دونوں صفات مخلوق میں پائی جاتی ہیں نہ کہ خالق میں۔

لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تخلیق کائنات (شَہِدَ اللّٰہُ ا نَّہ لاَ إِلٰہَ إِلاَّ ہُوَ وَالْمَلاَئِکَۃُ وَ ا ُوْلُوالْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لاَ إِلٰہَ إِلاَّ ہُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ) [5]،

قوانین واحکام

(لَقَدْ ا رْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَ ا نْزَلْنَا مَعَہُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ) [6]اور قیامت کے دن لوگوں کے حساب وکتاب میں عادل ہے۔ (وَقُضِیَ بَیْنَہُمْ بِالْقِسْطِ وَہُمْ لاَ یُظْلَمُوْنَ) [1]

عن الصادق (ع): ((اِنہ سا لہ رجل فقال لہ :إن ا سٔاس الدین التوحید والعدل، وعلمہ کثیر، ولا بد لعاقل منہ، فا ذٔکر ما یسہل الوقوف علیہ ویتہیا حفظہ، فقال: ا مٔا التوحید فا نٔ لا تجوّز علی ربک ماجاز علیک، و ا مٔا العدل فا نٔ لا تنسب إلی خالقک ما لامک علیہ)) [2]اور ھشام بن حکم سے فرمایا: ((ا لٔا ا عٔطیک جملۃ فی العدل والتوحید ؟ قال: بلی، جعلت فداک، قال: من العدل ا نٔ لا تتّہمہ ومن التوحید ا نٔ لا تتوھّمہ)) [3]

اور امیر المومنین (ع) نے فرمایا: ((کل ما استغفرت اللّٰہ منہ فھومنک،وکل ما حمدت اللّٰہ علیہ فھومنہ)) [4]

---

1 توحید، ص 30 ۔

2 سورہ نحل، آیت 90 ۔ "باتحقیق خداوند متعال عدل واحسان کا امر کرتا ہے"۔

3 سورہ اعراف، آیت 29 ۔ "کہو میرے رب نے انصاف کے ساتھ حکم کیا ہے"۔

4 سورہ ص، آیت 26 ۔ "اے داوٗد(ع)!ھم نے تم کو روئے زمین پر خلیفہ بنایا ہے تو تم لوگوں کے درمیان بالکل ٹھیک فیصلہ کرو اور ہویٰ وہوس کی پیروی مت کرو"۔

5 سورہ آل عمران ، آیت 18 ۔ "خدا نے خود اس بات کی شہادت دی کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں ہے و کل فرشتوں نے اور صاحبان علم نے جو عدل پر قائم ہیں (یہی شہادت دی) کہ سوائے اس زبردست حکمت والے کے اور کوئی معبود نہیں ہے"۔

6 سورہ حدید، آیت 25 ۔ "ھم نے یقینا اپنے پیغمبروں کو واضح و روشن معجزے دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب (انصاف کی)ترازو نازل کی تاکہ لوگ قسط وعدل پر قائم رہیں"۔

نبوت خاصّہ

چونکہ پیغمبر اکرم (ص) کی رسالت رہتی دنیا تک کے لئے ہے اور آپ (ص) خاتم النبیین ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ آنحضرت (ص) کا معجزہ بھی ہمیشہ باقی رہے۔

دوسرے یہ کہ آپ (ص) کی بعثت کا دور کلام میں فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے مقابلے کا دور تھا اور اس معاشرے میں شخصیات کی عظمت و منزلت، نظم و نثر میں فصاحت و بلاغت کے مراتب کی بنیاد پر طے ہوتی تھی۔

ان ہی دو خصوصیات کے سبب قرآن مجید، مختلف لفظی اور معنوی اعتبارات سے حضور اکرم (ص) کی نبوت و رسالت کی دلیل قرار پایا۔ جن میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

1۔ قرآن کی مثل لانے سے انسانی عجز:

پیغمبر اکرم (ص) نے ایسے زمانے اور ماحول میں ظہور فرمایا جہاں مختلف اقوام کے لوگ گوناگوں عقائد کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ کچھ تو سرے سے مبدا متعال کے منکر اور مادہ پرست تھے اور جو ماوراء مادہ و طبیعت کے قائل بھی تھے تو، ان میں سے بھی بعض بت پرستی اور بعض ستارہ پرستی میں مشغول تھے۔ باقی جو ان بتوںاور ستاروں سے دور تھے وہ مجوسیت، یہودیت، یا عیسائیت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

دوسری جانب شہنشاہ ایران اور ہرقل روم کمزور اقوام کی گردنوں میں استعمار و استحصال کے طوق ڈالے ہوئے تھے یا پھر جنگ و خونریزی میں سرگرم تھے۔

ایسے دور میں پیغمبر اسلام (ص) نے غیب پر ایمان اور توحید کے پرچم کو بلند کرکے کائنات کے تمام انسانونکو پروردگار عالم کی عبادت اور کفر و ظلم کی زنجیریں توڑنے کی دعوت دی۔ ایران کے کسریٰ اور قیصر روم سے لے کر غسان و حیرہ کے بادشاہوں تک، ظالموں اور متکبروں کو پروردگار عالم کی عبودیت، قبولِ اسلام، قوانین الٰہی کے سامنے تسلیم اور خود کو حق و عدالت کے سپرد کرنے کی دعوت دی۔

مجوس کی ثنویت، نصاریٰ کی تثلیث، یہود کی خدا اور انبیاء علیہم السلام سے ناروا نسبتوں اور جاہلیت کی ان غلط عادات و رسوم سے، جو آباء و اجداد سے وراثت میں پانے کے سبب جزیرۃ العرب کے لوگوں کے رگ و پے میں سما چکی تھیں، مقابلہ کیا اور تمام اقوام و امم کے مدمقابل اکیلے قیام فرمایا۔

باقی معجزات کو چھوڑ کر معجزہ قرآن کو اثبات نبوت کی قاطع دلیل قرار دیا اور قرآن کو چیلنج بناتے ہوئے بادشاہوں، سلاطین، نیز علمائے یہود اورعیسائی راہبوں جیسی طاقتوں اور تمام بت پرستوں کو مقابلے کی دعوت دی (وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلىٰ عَبْدِنَا فَا تُۡوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِه وَادْعُوْا شُهَدَآئَكُمْ مِن دُوْنِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ) [2]

---

1 بحار الانوار ج 6 ص 59 ۔ "امام نے اس حدیث میں پیغمبران خدا کی معرفت اور ان کی رسالت کا اقرار اور ان کی اطاعت کے واجب ہونے کے سلسلے میں فرمایا: کیونکہ مخلوق خلقت کے اعتبار سے اپنی مصلحتوں تک نہیں پہونچ سکتے تھے، دوسرے طرف خالق عالی ومتعالی ہے مخلوق اپنے ضعف و نقص کے ساتھ خدا کا ادراک نہیں کر سکتے لہٰذا کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے درمیان ایک معصوم رسول وسیلہ بنے جو خدا کے امر و نہی کو اس کمزور مخلوق تک پہونچا سکے ۔

اور ان کے مصالح و مفاسد سے آگاہ کرے کیونکہ ان کی خلقت میں اپنی حاجتوں کے مطابق مصلحتوں اور نقصان دینے والی چیزوں کو پہچاننے کی صلاحیت نہیں ہے" ۔

2 سورہ بقرہ، آیت 23 ۔ "اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کا جیسا ایک ہی سورہ لے آو اور اللہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلا لو اگر تم اپنے دعوے یا اور خیال میں سچے ہو" ۔

واضح ہے کہ عوام الناس کا اپنے عقائد میں تعصب، علماء مذاہب کی اپنے پیروکاروں کے ثابت قدم رہنے پر سختی اور سلاطین کے لئے رعایا کی بیداری کا خطرہ ہوتے ہوئے اگر ان کے بس میں ہوتا تو قرآن کا جواب لانے میں ہرگز سستی نہ کرتے۔

دانشوروں، شعراء، اور اہل سخن کے ہوتے ہوئے جو فصاحت و بلاغت کے ماہرین تھے اور بازار عکاظ کو ان کے مقابلوں کا میدان قرار دیا جاتا تھا اور ان مقابلوں میں جیتنے والوں کے اشعار کو خانہ کعبہ کی دیوار پر بطور افتخار آویزاں کیاجاتا تھا، اگر ان میں مقابلے کی قدرت ہوتی تو آیا اس مقابلے میں، جس میں ان کے دین و دنیا کی ھار جیت کا سوال تھا، کیا کچھ نہ کرتے؟

آخر کار آپ (ص) کی گفتار کو جادو سے تعبیر کرنے کے سوا دوسرا کوئی چارہ نہ کر سکے (إِنْ هٰذَا إِلاَّ سَحْرٌ مُّبِيْنٌ) [1]

اوریہی وجہ تھی کہ جب ابو جہل نے فصحاء عرب کے ملجا و مرجع، ولید بن مغیرہ سے قرآن کے متعلق رائے دینے کی درخواست کی تو کہنے لگا:((فما ا قُول فیہ فواللہ ما منکم رجل ا عٔلم بالا شٔعار منی ولا ا عٔلم برجزہ منی ولا بقصیدہ ولا با شٔعار الجن، واللہ ما یشبہ الذی یقول شیئاً من ھذا، و واللہ إن لقولہ لحلاوۃ و إنہ لیحطم ما تحتہ و ا نہ لیعلو و لا یعلی قال ابوجھل: واللہ لا یرضی قومک حتی تقول فیہ، قال:فدعنی حتی ا فٔکرّ فیہ، فلمّا فکّر، قال: ھذا سحر یا ثٔرہ عن غیرہ)) [2]

ولیدبن مغیرہ کا یہ بیان اعجاز قرآن کے مقابلے میں شکست تسلیم کرنے کی دلیل ہے، کیونکہ جادو کی انتہا بھی عادی اسباب پر ہے جو انسان کی قدرت سے باہر نہیں اورتاریخ گواہ ہے کہ اس زمانے میں جزیرۃ العرب اور اس کے ہمسایہ ممالک میں جادوگروں اور کاہنوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو جادو اور علم نجوم میں کمال کی مہارت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود پیغمبر اکرم (ص) کا قرآن کے ذریعے چیلنج کرنا اور ان سب کا قرآن کے مقابلے میں عاجز ہونا تاریخ کے اوراق میں ثبت ہے، لہذا قرآن سے مقابلے کے بجائے آنحضرت (ص) کو مال و مقام کا لالچ دیا گیا اور جب ان کی اس سعی و کوشش نے بھی اپنا اثر نہ دکھایا تو آپ (ص) کی جان کے درپے ہوگئے۔

2۔ ھدایت قرآن

ایسے دور میں جب ایک گروہ کا ماوراء الطبیعت پر اعتقاد ہی نہ تھا بلکہ ادارک سے عاری اور بے شعور مادّے کو عالمِ وجود کے حیرت انگیز نظام کے انتظام و انصرام کا مالک سمجھتے تھے، جب کہ ماوراء الطبیعت پر اعتقاد رکھنے والے گوناگوں بتوں کی صورت میں اپنے اپنے معبودوں کی پوجا کرتے تھے اور آسمانی ادیان کے معتقد، تحریف شدہ کتب کے مطابق، خالق کو اوصاف خلق سے متصف خیال کرتے تھے۔ ایسا ماحول جہاں تاریخ، عوام کے شدید فکری، اخلاقی اور عملی انحطاط کی گواہ ہے، وہاں ایک ایسے فرد نے قیام کیا جس نے نہ کہیں سے پڑھا اور نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا تھا، لیکن گمراہی کی ہر تاریک کھائی کے مقابلے

میں ہدایت کی عظیم شاہراہ ترسیم کی۔ انسان کو ایسے پروردگار عالم کی عبادت کی دعوت دی جو ہر قسم کے نقص سے پاک و منزہ اور تمام کمال و جمال اسی کے وجود سے ہیں، ساری تعریفیں اسی کے لئے مخصوص ہیں، جس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں،

اس کی ذات اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ اس کے لئے کوئی حد معین کی جائے یا اوصاف میں سے کوئی صفت بیان کی جا سکے ((سبحان اللہ والحمد للہ ولا إله إلا اللہ واللہ اکبر)) [3]

---

1 سورہ مائدہ، آیت 110 ۔ "یہ سب کھلا ہوا جادو ہے"۔

2 تفسیر طبری ج 29 ص 156 ۔ سورہ مدثر کی، آیت 24 ۔ (کہا اس بارے میں کہیں؟ بس خدا کی قسم تم میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے زیادہ شعر میں معلومات نہیں رکھتا اس طرح رجز خوانی و قصیدہ و اشعار میں بھی مجھ سے زیادہ عالم نہیں

خدا کی قسم جو وہ (پیغمبر) کہہ رہا ہے ان میں سے کسی ایک کے طرح نہیں خدا کی قسم بس اس کے کلام میں ایسی مٹھاس ہے جو ہر کلام کو بے مزہ بنا دے گی بے شک سب سے برتر ہے اور اس پر کوئی کلام برتری نہیں رکھتا۔

ابو جہل نے کہا: خدا کی قسم تمہاری قوم اس وقت تک راضی نہ ہوگی جب تک اس کلام کی برائی میں کچھ نہ کہہ دو ۔

ولید بن مغیرہ نے جواب دیا: مجھ کو کچھ مہلت دو تاکہ اس بارہ میں غور وفکر کروں پھر کچھ فکر کرنے کے بعد کہتا ہے یہ جادو ہے جو دوسروں کی بارہ میں خبر رکھتا ہے"۔

3 "پاک ومنزہ خدا کی ذات جو ہر نقص و صفات مخلوق سے بری ہے ساری تعریفیں خدا کے لئے ہیں کوئی بھی لائق پرستش نہیں جز اللہ سبحانہ تعالیٰ کے، خدا بالا وبرتر ہے اس سے کہ اس کی توصیف کی جائے"۔

ان ایام میں جب عدد و معدود کے خالق او ر اولاد و ازواج سے پاک و منزہ ذات کو ترکیب، تثلیث، احتیاج اور تولید نسل سے نسبت دینے کے ساتھ ساتھ اس کا ہمسر بھی تصور کیا جاتا تھا، قرآن نے اس کی ذات کو ان تمام اوہام سے پاک و منزہ قرار دیتے ہوئے پروردگار عالم کی وحدانیت کا اعلان فرمایا کہ خدا کی ذات ہر قسم کی عقلی، وہمی اور حسی ترکیب سے منزہ ہے، وہ ہر شخص اور ہر شے سے بے نیاز ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہر چیز وہر شخص محتاج ہے ، اس کی مقدس ذات میں تولیدِ نسل کو عقلاً وحساً کسی بھی معنی کے اعتبار سے گنجائش نہیں، تمام موجودات اس کی قدرت و ارادے سے موجود و مخلوق ہیں۔ذات، صفات اور افعال میں اس کی کوئی مثال نہیں ۔

اگرچہ قرآن میں پروردگار عالم کی معرفت، اعلیٰ صفات اور اسماء حسنی سے متعلق ایک ہزار سے زیادہ آیات موجود ہیں، لیکن ان میں سے ایک سطر میں تدبر و تفکر ہی ہدایت کی عظمت کو واضح وروشن کر دیتا ہے (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۝اللّٰهُ الصَّمَدُ۝لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۝وَلَمْ يَكُنْ لَه كُفُو اً ا حَ‍ٌدٌ)

کلام اہل بیت علیہم السلام، جو معرفت کے خزانوں کی کنجی ہے،یہاں ان میں سے دو حدیثیں نقل کرتے ہیں :

1۔امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں : ((إن اللّٰه تبارک وتعالی خلو من خلقه وخلقه خلو منه وکل ما وقع علیه اسم شيء ما خلا اللّٰه عزوجل فهو مخلوق، واللّٰه خالق کل شيء، تبارک الذی لیس کمثله شی)) [1]

2۔امام باقر(ع) فرماتے ہیں :((کلما میزتموه با ؤهامکم في ا ذَق معانیه، مخلوق مصنوع مثلکم مردود إلیکم)) [2]

آسمانی کتاب، جن پر کروڑوں یہود ونصارٰی کے عقائد کی بنیاد ہے، کے عہدِ عتیق وجدید کا مطالعہ کرنے کے بعد معارفِ الہیہ سے متعلق ہدایت قرآن کی عظمت آشکار ہوتی ہے۔ اس مقدمے میں نمونے کے طور پر چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

یہودیوں کے بعض عقیدے سفر تکوین (پیدائش)باب دوم :"اور ساتویں دن اسے اپنے تمام کاموں سے فراغت ملی ۔ اس نے ساتویں دن اپنے تمام کاموں کو انجام دینے کے بعد فرصت پائی ۔ پھر خدا نے ساتویں دن کو مبارک اور پاکیزہ قرار دیا کیونکہ اس دن اس نے اپنے تمام امور سے فراغت کے بعد فرصت پائی ۔۔۔۔

خداوند خدا نے آدم کو حکم دیتے ہوئے فرمایا : بغیر کسی روک ٹوک کے باغ کے تمام درختو ں سے کھا سکتے ہو، لیکن نیک وبد کی معرفت کے درخت سے ہر گز نہ کھانا، کیونکہ جس دن اس سے کھاؤ گے یقیناً مر جاؤ گے۔"

سفر تکوین (پیدائش) باب سوم :"خداوند خدا کے خلق شدہ صحرائی حیوانات میں سے سانپ سب سے زیادہ ہوشیار تھا، اس نے عورت سے کہا :کیا واقعی خدا نے تمہیں باغ کے تمام درختوں سے کھانے سے منع کیا ہے؟ عورت نے سانپ سے کہا : ہم باغ کے باقی درختوںسے تو پھل کھا سکتے ہیں سوائے اس درخت کے جو باغ کے درمیان میں ہے، خدا نے فرمایا ہے کہ اس درخت سے نہ کھانا اور اسے چھونا بھی نہیں ورنہ مر جاؤ گے ۔ سانپ نے کہا : ہر گز نہ مرو گے،بلکہ خدا جانتا ہے

جس دن تم نے اس سے کھا لیا تمھاری آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹ جائیں گے اور خدا کی طرح تمھیں بھی نیک وبد کی معرفت حاصل ہوجائے گی ۔ جب عورت نے دیکھا کہ اس درخت سے کھانا اچھا ہے جس کی دید خوش نما و دلپذیر ہے اور جو معرفت بڑھانے والا ہے، پس اس درخت سے پھل توڑ کر خود بھی کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا، جو اس نے کھا لیا ۔ جب وہ کھا چکا، اس وقت دونوں کی آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹ گئے دونوں نے دیکھا کہ ان کے جسم عریاں ہیں انہوں نے انجیر کے پتوں کو آپس میں جوڑ کر اپنے جسم کو ڈھانپنے کا سامان فراہم کیا اور انہوں نے خدا وند خدا کی آواز سنی جو نسیمِ صبح کے چلنے کے وقت باغ میں خراماں خراماں ٹہل رہا تھا۔ آدم اور اس کی بیوی نے خود کو خداوند خدا کی

---

1 بحار الانوار ج 4 ص 149 ۔ "چھٹے امام ارشاد فرماتے ہیں: بے شک خدا وند متعال کی ذات والاہیں مخلوق کی کوئی صفت نہیں اور مخلوق میں کوئی خدا کی صفت نہیں بلکہ خدا اور مخلوق میں ذات وصفات کے اعتبار سے تبائن ہے ایک واجب ہے تو دوسرا ممکن کسی طرح کی مشابہت خالق و مخلوق میں نہیں پائی جاتی ہر وہ چیز جس پر اسم خدا کے علاوہ کسی چیز کا اطلاق ہو وہ مخلوق ہے اور خدا ہر چیز کا خالق ہے بابرکت ہے وہ ذات جس کا مثل کوئی نہیں "۔

2 بحار الانوار ج 66 ص 293 ۔ پانچویں امام کا ارشاد ہے: "ہر وہ چیز جس کو تم اپنے خیال خام میں اس کے دقیق ترین معنی میں دوسروں سے جدا جانو وہ تمہاری طرح ایک مخلوق و مصنوع ہے جس کی بازگشت تمہاری طرف ہے"۔

نظروں سے اوجھل کر کے خود کو باغ کے درختوں کے درمیان چھپا لیا۔ خداوند خدا نے آدم کو آواز دی اور کہا: تم کہاں ہو؟آدم نے کہا: میں باغ میں تمہاری آواز سن کرچوں کہ عریاںہوں، ڈر گیا ہوں اور خود کو چھپا لیا ہے۔ کہا: کس نے تمہیں آگاہ کیا کہ تم عریاں ہو ؟آیا تمہیں جس درخت سے کھانے کو منع کیا تھا، تم نے اس سے کھا لیا ؟"

اسی باب کی بائیسویں آیت میں ہے:"اور خداوند خدا نے کہا: بے شک انسان نیک وبد کی معرفت کے بعد ہماری مانند ہوگیا ہے۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ ھاتھ بڑھا کر درختِ حیات سے بھی کھا لے اور ہمیشہ باقی رہے۔"

باب ششم کی چھٹی اور ساتویں آیت میں یہ مذکور ہے: "اور خداوند زمین پر انسان کی خلقت سے پشیمان اور اپنے دل میں غمگین ہوا، خداوند نے کہا: انسان کو جو خلق کیا ہے اس زمین کو انسان، حیوانات، حشرات الارض اورپرندوں کے وجود سے پاک کردوں، کیونکہ انہیں خلق کر کے پشیمان ہوں۔"

اب ہم ان آیات میں سے بعض نکات کی جانب اشارہ کرتے ہیں:

1۔پروردگار عالم نے انسان کو خلق کیا ہے اور اسے عقل عطا کی ہے تاکہ وہ اچھے اور برے کی پہچان کر سکے۔ اس نے عقل کو علم و معرفت کے لئے پیدا کیا ہے، کیسے ممکن ہے کہ وہ اسے اچھے اور برے کی پہچان سے روک دے؟!

جب کہ ہدایت قرآن یہ ہے (قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ ا ؤُ ْلُوْلا لْ ْبَاب) [1]، (إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لاَ يَعْقِلُوْنَ) [2]

علم، معرفت، تعقل، تفکر، اور تدبر کے بارے میں آیات قرآن اتنی زیادہ ہیں کہ اس مختصر مقدمے میں ذکر کرنا ممکن نہیں ہے۔

2۔جو یہ کہے کہ اگر اس نیک وبد کے درخت سے کھایا تو مر جاؤگے جب کہ آدم اور اس کی زوجہ کھاتے ہیں اور نہیں مرتے، یا تو جانتا تھا کہ نہیں مریں گے، لہٰذا جھوٹا ہے، یا نہیں جانتا تھا پس جاہل ہوا۔ کیا جھوٹا اور جاہل، "خداوند" کے نام کا حق دار ہوسکتا ہے ؟!

اس سے زیادہ عجیب یہ کہ سانپ، آدم اور اس کی زوجہ کو نیک وبد کی معرفت کے درخت سے کھانے کے لئے ہدایت کر کے، خدا کے جھوٹ کو ان پر آشکار اور بناوٹی خدا کے فریب اوردھوکے بازی کو نمایاںکرتا ہے ؟!

لیکن خدا کے علم سے متعلق قرآن کا نمونہ یہ ہے(يَعْلَمُ مَا بَيْنَ ا يْ ْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلاَ يُحِيْطُوْن بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِه إِلاَّ بِمَا شَاءَ) [3]، (وَلاَ يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ) [4]، (إِنَّمَا إِلٰهُكُمُ اللهُ الَّذِىْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ وَسِعَ كُل شَىْءٍ عِلْماً) [5]، (قُلْ ا نْ ْزَلَهُ الَّذِىْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِى السَّمَاوَاتِ وَالْا رْ ْضِ إِنَّه كَانَ غَفُوْراً رَّحِيْماً) [6]،(لاَ جَرَمَ ا نَّ اللهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ) [7]،(هُوْ اللهُ الَّذِىْ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ) [8]

1 سورہ زمر، آیت 9۔ "کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے ہیں، اس بات سے نصیحت صرف صاحبان عقل حاصل کرتے ہیں"۔

2 سورہ انفال، آیت 22 ۔ "اللہ کے نزدیک بدترین زمین پر چلنے والے وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں"۔

3 سورہ ،بقرہ آیت 255 ۔ "وہ جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو پس پشت ہے سب کو جانتا ہے اور لوگ اس کے علم سے کسی چیز پر بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جس قدر چاہے"۔

4 سورہ سباء، آیت 3۔ "اس کے علم سے زمین وآسمان کا کوئی ذرہ دور نہیں ہے"۔

5 سورہ طہ، آیت 98 ۔ "یقینا تم سب کا خدا صرف اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہی ہر شئے کا وسیع علم رکھنے والا ہے"۔

6 سورہ فرقان، آیت 6۔ "آپ کہہ دیجئے کہ اس نے قرآن کو نازل کیا ہے جو آسمان اور زمین کے رازوں سے باخبر ہے اور یقینا بڑا بخشنے والا ہے"۔

7 سورہ نحل، آیت 23 ۔ "یقینا اللہ ان تمام باتوں کو جانتا ہے جنہیں یہ چھپاتے ہیں یا جن کا اظہار کرتے ہیں"۔

8 سورہ حشر، آیت 22 ۔ "خدا وہ ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا وہ ہی بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے"۔

3۔ ایسا موجود جو خود محدودہو اور جو آدم کو باغ کے درختوں میں گم کردے اور کہے: کہاں ہو؟ تاکہ آدم کی آواز سن کر اسے ڈھونڈے، باغ کے درخت جس کے دیکھنے میں مانع ہوں، وہ رب العالمین، عالمِ السر والخفیات، خالق کون ومکان اور زمین وآسمان پر محیط کیسے ہوسکتا ہے ؟!

جب کہ اس کے مقابلے میں ہدایتِ قرآن کا نمونہ یہ ہے (وَعِنْدَہ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لاَ یَعْلَمُھَا إِلاَّ ھُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلاَّ یَعْلَمُھَا وَلاَ حَبَّةٍ فِی ظُلُمَاتِ اْلا رْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَّلاَیَابِسٍ إِلاَّ فِی کِتَابٍ مُّبِیْنٍ) [1]

4۔ انجیل کی مذکورہ بالا آیات خدا کی توحید اور تقدیس کی جانب ہدایت کرنے کے بجائے کہ (لَیْس کَمِثْلِه شَیْءٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ) [2] اس کی ذات میں شرک اور تشبیہ پر دلالت کرتی ہیں اور کہتی ہیں: "خدا نے کہا: نیک وبد کی معرفت حاصل کر کے انسان یقینا ہماری طرح ہوگیا ہے۔"

5۔ پروردگار عالم کا تخلیق آدم سے پشیمان ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے کام کے انجام سے جاہل تھا۔ کیا پروردگار عالم کو جاہل سمجھنا، کہ جس کا لازمہ محدودیت ذات ومخلوقیت خالق اور نورِ علم وظلمت جہل کی حق متعال کے ساتھ ترکیب ہے، انسان کو خدا کی جانب ہدایت کرنے والی آسمانی کتاب سے ممکن ہے؟!

جب کہ ہدایت قرآن یہ ہے کہ (ا لَاَ یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ) [3] (وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلاَئِکَةِ إِنِّی جَاعِلٌ فِی اْلا رْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْا ا تَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَال إِنِّیْ ا عْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُوْنَ) [4]

6۔ پروردگار عالم سے حزن وملال کو منسوب کیا جو جسم، جہل اور عجز کا لازمہ ہیں اور اس بارے میں ہدایت قرآن یہ ہے (سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُخ لَه مُلْکُ السَّمَاوَات وَاْلا رْضِ یُحْی وَیُمِیْتُ وَھُو عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌخ ھُوَ اْلا وَّلُ وَاْلآخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیَءٍ عَلِیْمٌ) [5]

عیسائیوں کے بعض مخصوص عقائد

1۔ رسالہ اول یوحنا رسول باب پنجم: "جس کا عقیدہ یہ ہوکہ عیسیٰ مسیح ہے، خدا کا بیٹا ہے اور جو والد سے محبت کرے اس کے بیٹے سے بھی محبت کرتا ہے کون ہے جو دنیا پر غلبہ حاصل کرے مگر وہ جس کا عقیدہ یہ ہو کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔ یہ وہی ہے جو پانی اور خون سے آیا یعنی عیسیٰفقط پانی سے نہیں بلکہ پانی، خون اور روح سے ہے، جو گواہی دیتی ہے، کیونکہ روح حق ہے ۔ تین ہیں جو گواہی دیتے ہیں یعنی روح، پانی اور خون اور یہ تینوں ایک ہیں ۔"

2۔ انجیل یوحنا، باب اول، پہلی آیت سے: "ابتدا میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کے پاس تھا اور کلمہ خدا تھا، وہی ابتدا میں خدا کے پاس تھا ۔ تمام چیزیں اسی کے لئے خلق کی گئیں۔ موجودات نے اس کے سوا کسی اور سے وجود نہیں پایا۔ اس میں زندگی تھی اور زندگی انسان کا نور تھی، نور کی درخشش تاریکی میں ہوتی ہے، اور تاریکی اس کو نہ پاسکی ۔ خدا کی جانب سے یحییٰ نامی ایک شخص بھیجا گیا،

وہ گواہی دینے آیا تاکہ نور پر گواہی دے اور سب اس کے وسیلے سے ایمان لائیں ۔ وہ خود نور نہ تھا بلکہ نور پر گواہی دینے آیاتھا ۔ وہ حقیقی نور تھا جو ہر انسان کو منور کر دیتا ہے اور اسے دنیا میں آنا تھا، وہ کائنات میں تھا اور کائنات کو اسی کے لئے خلق کیا گیا اور کائنات نے اسے نہ پہچانا، اپنے خواص کے پاس گیا، اس کے خواص نے بھی اسے قبول نہ کیا، لیکن جنہوں نے اسے قبول کیا انہیں قدرت عطا

---

1 سورہ انعام، آیت 59 ۔ "اور اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اور وہ خشک و تر سب کا جاننے والا ہے کوئی پتہ بھی گرتا ہے تو اسے اس کا علم ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک و تر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو"۔

2 سورہ شوریٰ، آیت 11 ۔ "اس کا جیسا کوئی نہیں ہے وہ سب کی سننے والا ہے اور ہر چیز کا دیکھنے والا ہے"۔

3 سورہ ملک، آیت 14 ۔ "اور کیا پیدا کرنے والا نہیں جانتا ہے جب کہ وہ لطیف بھی ہے اور خبیر بھی ہے"۔

4 سورہ بقرہ، آیت 30 ۔ "اے رسول! اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں اور انہوں نے کہا کہ کیا اسے بنائے گا جو زمین میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے جب کہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں تو ارشاد ہوا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو"۔

5۔ "محو تسبیح پروردگار ہے ہر وہ چیز جو زمین وآسمان میں ہے اور وہ پروردگار صاحب /2/ 5 سورہ حدید، آیت 3

عزت بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔آسمان و زمین کا کل اختیار اسی کے پاس ہے اور وہی حیات و موت کا دینے والا ہے اور ہر شئے پر اختیار رکھنے والا ہے۔وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن اور وہی ہر شئے کا جاننے والا ہے"۔

کی کہ خدا کے فرزند بن سکیں۔ یعنی جو کوئی اس کے نام پر ایمان لایا جو نہ تو خون، نہ جسمانی خواہش اور نہ ہی لوگوں کی خواہش سے ہے، بلکہ خدا سے متولد ہوئے ہیں۔ کلمہ جسم میں تبدیل ہوا اور ہمارے درمیان سکونت اختیار کی ۔ اسے فیض، سچائی اور جلال سے پُر دیکھا، ایسا جلال جو بے مثال باپ کے بیٹے کے شایان شان تھا۔"

3۔ انجیل یوحنا، باب ششم، اکیاونویں آیت سے :"میں آسمان سے نازل ہونے والی زندہ روٹی ہوں ۔

اگر کوئی اس روٹی سے کھا لے تا ابد زندہ رہے گا ۔ اور جو روٹی میں عطا کر رہا ہوں وہ میرا جسم ہے، جسے میں کائنات کی زندگی کے لئے عطا کر رہا ہوں، یہود ایک دوسرے سے جھگڑ کر کہا کرتے تھے کہ یہ شخص اپنے جسم کو ہمیں کھانے کے لئے کس طرح دے سکتا ہے۔ عیسیٰ نے ان سے کہا :آمین آمین، میں تمہیں کہہ رہا ہوں کہ اگر تم نے انسان کے بیٹے کا جسم نہ کھایا اور اس کا خون نہ پیا، تو تم لوگ اپنے اندر زندگی نہ پاؤ گے ۔ اور جو کوئی میرا جسم کھائے اور میرا خون پیئے وہ جاودانہ زندگی پائے گا ۔ اور روزِ قیامت اسے میں اٹھاؤں گا کیونکہ میرا جسم حقیقی کھانا اور میرا خون حقیقی پینے کی شے ہیں۔ بس جو بھی میرا جسم کھائے گا اور میرا خون پئے گا وہ مجھ میں اور میں اس میں رہوں گا ۔

جیسا کہ مجھے زندہ باپ نے بھیجا ہے اور میں اس کی وجہ سے زندہ ہوں، اسی طرح جو مجھے کھائے گا وہ بھی میری وجہ سے زندہ رہے گا ۔"

4۔ انجیل یوحنا، باب دوم، تیسری آیت سے :"اور شراب ختم ہوئی تو عیسیٰ کی ماں نے اس سے کہا : ان کے پاس شراب نہیں ہے ۔ عیسیٰ نے جواب دیا : اے عورت مجھے تم سے کیا کام ہے، ابھی میرا وقت نہیں ہوا۔ اس کی ماں نے نوکروں سے کہا :تم سے یہ جو کہے انجام دو ۔ اس جگہ تطہیر یہود کے حساب سے چھ سنگی ساغر رکھے ہوئے تھے، جن میں سے ہر ایک میں دو سے تین کیل تک کی گنجائش تھی عیسیٰ نے ان سے کہا: ساغروں کو پانی سے پر کرو۔ انہیں پر کیا گیا تو عیسیٰ نے کہا: اب انہیں اٹھا کر صدر مجلس کے پاس لے جاؤ۔ وہ لے گئے، جب صدر مجلس نے اس پانی کو جو شراب میں تبدیل ہو چکا تھا، چکھا ، لیکن اسے معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے آیا ہے، البتہ پانی نکالنے والے نوکر جانتے تھے۔ صدر مجلس نے دولہا سے مخاطب ہو کر کہا: ہر ایک پہلے اچھی شراب لاتا ہے اور جب نشہ چھا جائے تو اس سے بدتر، لیکن تم نے ابھی تک اچھی شراب بچا کر رکھی ہوئی ہے۔ اور یہ وہ ابتدائی معجزات ہیں جو عیسیٰ سے قانائے جلیل میں صادر ہوئے ۔ اور اپنے جلال کو ظاہر کیا اور اس کے شاگرد اس پر ایمان لائے ۔"

اور اب ان آیات کے متعلق بعض نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

الف ۔نصاریٰ کے اصول و عقائد میں جو بات مورد اتفاق ہے وہ تثلیث پر اعتقاد ہے ۔ جب کہ انجیل یوحنا کے سترہویں باب کی تیسری آیت یہ کہتی ہے :"جاودانہ زندگی یہ ہے کہ تیری، حقیقی خدائے واحد کے طور پر اور تیرے بھیجے ہوئے عیسیٰ مسیح کی معرفت حاصل کریں ۔"

لہذا جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے نزدیک تثلیث پر اعتقاد ایک اصلِ مسلم ہے اور انجیل یوحنا نے خدا کو وحدت حقیقی سے توصیف کیا ہے تو جیسا کہ جز اول یوحنا میں بھی مذکور ہے کہ "تینوں ایک ہیں"، ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ توحید اور تثلیث کو جمع کریں اور کہیں کہ یہ حقیقتاً جدا بھی ہیں اور حقیقتاً متحد بھی۔

کئی دلائل کی بنیاد پر یہ عقیدہ باطل ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

1۔ اعداد کے مراتب، مثال کے طور پر ایک اور تین، ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ضدین (دو متضاد اشیاء) کا آپس میں اجتماع محال ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی وقت میں وہ تینوں ایک ہوں اور وہی ایک تین ہوں۔

2۔ جیسا کہ توحید کی بحث میں بیان ہو چکا ہے، عقیدہ تثلیث کا لازمہ یہ ہے کہ پانچ خداوٴں پر اعتقاد ہو اور اسی طرح اس عدد کی تعداد لا متناہی حد تک پہنچ جائے گی، لہذا عیسایوں کے پاس لامتناہی خداؤں پر ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

3۔ تثلیث کا لازمہ ترکیب ہے اور ترکیب کا لازمہ اجزاء اور ان اجزاء کو ترکیب دینے والے کی ضرورت ہے۔

4۔ عقیدہ تثلیث کا لازمہ، خالقِ عدد کو مخلوق سے توصیف کرنا ہے، کیونکہ عدد و معدود، دونوں مخلوق ہیں اور خداوند ہر قسم کی معدودیت سے یہاں تک کہ وحدت عددی سے پاک ومنزہ ہے (لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا إِنَّ اللهَ ثَالِثُ ثَلاَثَةٍ وَّمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلاَّ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ إِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَاب ا لِٕيْمٌ)[1] اور انہوں نے صراحت کے ساتہ حضرت عیسیٰ (ع) کو فرزند خدا کہا، جب کہ قرآن کہتا ہے (مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَا مُّهُ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَا كُلاَنِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ ا نَّىّ يُو فَكُوْنَ)[2] اور یہ جملہ (كَانَا يَا كُلاَنِ الطَّعَامَ) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے طعام کی محتاج موجود، جو انسانی بدن میں جذب بھی ہوتا ہے اور اس سے خارج بھی ہوتا ہے، عبادت کے لائق نہیں ہو سکتی۔

ب۔ ان باتوں پر عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمہ تھے، کلمہ خدا تھا اور وہ کلمہ جو خدا تھا اس کائنات میں آیا اور جسم میں تبدیل ہوگیا، روٹی بن گیا، اپنے پیروکاروں کے گوشت اور خون کے ساتھ متحد ہوگیا اور اس کا پہلا معجزہ یہ تھا کہ پانی کو شراب میں تبدیل کیا اور جو رسول عقول کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہو اس کا معجزہ نشے میں مدہوش ہونا اور زوال عقل کا باعث ہو، کس عقل و منطق سے مطابقت رکھتا ہے؟!

ج۔ ایک طرف عیسیٰ کو خدا قرار دیا دوسری طرف سموئیل کی کتاب دوم کے گیارہویں باب میں داوٴد پیغمبر (ع) کو شادی شدہ عورت سے زنا کی نسبت دی کہ داوٴد نے اس عورت سے زنا کیا جس کے نتیجے میں وہ حاملہ ہو گئی، اس کے بعد اس کے شوہر کو جنگ پر بھیج دیا اور فوج کے سپہ سالار سے کہا کہ اسے جنگ کے دوران لشکر کی اگلی صفوف میں رکھو اور اس کے پیچھے سے ہٹ جاوٴتاکہ

مارا جائے اور اس طرح اس کی بیوی اپنے گھر لے آیا، جب کہ انجیل متی کے باب اول میں عیسیٰ کا شجرہ نسب اس شادی تک پہنچاتے ہیں اور صاحب کتاب زبور داوٴ پیغمبر پر اس گناہ کی تہمت لگاتے ہیں۔

یہ ہدایت قرآن ہی تھی جس نے خداوند عالم کو ان اوہام سے پاک و منزہ اور ابن مریم پر اعتقاد کو، انہیں (نعوذ باللہ) زنا زادہ سمجھنے والوں کی تفریط اور خدا کا بیٹا قرار دینے والوں کے افراط سے پاک و منزہ قرار دیا اور فرمایا (وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَاناً شَرْقِيًّا) [3] یہاں تک کہ فرمایا (قَالَ إِنِّي عَبْدُاللّٰهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا) [4] اور داوٴ کو پاکیزگی کی وہ منزلت عطا کی کہ فرمایا:

(يَادَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْأَرْضِ) [5] اور پیغمبر خاتم (ص) سے مخاطب ہو کر فرمایا (اِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ) [6]

یہ معرفتِ خدا کے سلسلے میں ہدایت قرآن کا ایک نمونہ تھا۔

جب کہ تعلیمات قرآن مجید میں انسان کی سعادت کا نمونہ یہ ہے:

طاقت، دولت، قبیلے اور رنگ جیسے امتیازات کے مقابلے میں انسانی کمالات کو فضیلت کا معیار قرار دیا اور فرمایا (يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْباً وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ) [7]

نشہ آور چیزوں کے استعمال سے فاسد شدہ افکار اور وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے جوئے اور سود خوری کی وجہ سے بیمار اقتصاد کا ان آیات کے ذریعہ اصلاح و معالجہ کیا (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنَّمَا

---

1 سورہ مائدہ، آیت 73 ۔ "یقینا وہ لوگ کافر ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اپنے قول سے باز نہ آئیں گے تو ان میں سے کفر اختیار کرنے والوں پر دردناک عذاب نازل ہو جائے گا"۔

2 سورہ مائدہ، آیت 75 ۔ "مسیح بن مریمکچھ نہیں ہیں صرف ہمارے رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ تہیں اور وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے ۔ دیکھو ہم اپنی نشانیوں کو کس طرح واضح کر کے بیان کرتے ہیں اور پھر دیکھو کہ یہ لوگ کس طرح بہکے جا رہے ہیں"۔

3 سورہ مریم، آیت 16 ۔ "اور پیغمبر اپنی کتاب میں مریم کا ذکر کرو کہ جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ مشرقی سمت کی طرف چلی گئیں"۔

4 سورہ مریم، آیت 30 ۔ "بچہ نے آواز دی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے"۔

5 سورہ ص، آیت 26 ۔ "اے داوٴ! ہم نے تم کو زمین میں اپنا جانشین بنایا ہے"۔

6 سورہ ص، آیت 17 ۔ "آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے بندے داوٴ کو یاد کریں جو صاحب طاقت بھی تھے اور بیحد رجوع کرنے والے بھی تھے"۔

7 سورہ حجرات، آیت 13 ۔ "انسانو! ھم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم میں شاخیں

اور قبیلے قرار دیئے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرھیزگار ہے اور اللہ ہر شئے کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے"۔

الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْا نُْصَابُ وَالْا زُْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ)[1] (وَا حَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّم الرِّبَا)[2]، (وَلاَ تَا كُلُوا ا مْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ)[3]

، انسانی جانوں کو ان آیات کے ذریعے تحفظ فراہم کیا (وَلاَ تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ)[4] (وَمَنْ ا حْيَاهَا فَكَا نَّمَا ا حْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً)[5]

کمزوروں پر طاقتوروں کے ظلم وتعدی کے باب کو بند کیا اور لوگوں پر عدل واحسان کے دروازے کھول کر فرمایا (فَمَنِ اعْتَدیٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدیٰ عَلَيْكُمْ)[6]، (وَا حْسِنْ كَمَا ا حْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ وَلاَ تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْا رْضِ)[7]، (إِنَّ اللهَ يَا مُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ)[8]

اور اس دور میں جب عورتوں کے ساتھ حیوانوں جیسا برتاو کیا جاتا تھا فرمایا (وَعَاشِرُوْهُن بِالْمَعْرُوْفِ)[9]، (وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ)[10]

ہر قسم کی خیانت سے روکا اور فرمایا (إِنَّ اللهَ يَا مُرُكُمْ ا نْ تُو دُّوا الْا مَانَاتِ إِلیٰ ا هْلِهَا وَ إِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ ا نْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ)[11]

عہد وپیمان کے پورا کرنے کو ایمان کی نشانیوں سے قرار دیتے ہوئے فرمایا: (وَالَّذِيْنَ هُم لِا مَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ)[12]، (وَ ا وْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً)[13]

اور امت کو آیہ (يُو تِی الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُو تَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ ا وْتِیَ خَيْراً كَثِيْراً)[14] کے ذریعے جہالت ونادانی کی ذلت سے اس طرح نجات دی کہ دنیا میں علم وحکمت کے علمبردار بن کر سامنے آئے۔

اپنے پیروکاروں کو ہر اچھائی کا حکم دیا اور ہر قسم کی برائی سے روکا، طیب وپاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال اور خبیث اشیاء کو ان کے لئے حرام قرار دیا اور ان تمام قیود سے جن کا انہوں نے خود کو فطرت کے اصولوں کے برخلاف پابند کر رکھا تھا، نجات دلائی۔

(الَّذِيْنَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْا مِّیَّ الَّذِیْ يَجِدُوْنَه مَكْتُوْبًاعِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰيةِ وَالْا نِْجِيْلِ يَا مُرُهُم بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْا غْلاَلَ الَّتِی كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِه وَ عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ ا نْزِلَ مَعَه ا وْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ)[15]

---

1 سورہ مائدہ، آیت 90۔ "ایمان والو! شراب، جوا، بت، پانسہ یہ سب گندے شیطانی اعمال ہیں لہٰذا ان سے پرہیز کرو تاکہ کامیابی حاصل کر سکو"۔

2 سورہ بقرہ، آیت 275۔ "جب کہ خدا نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام"۔

3 سورہ بقرہ، آیت 188 ۔ "اور خبردار ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھانا"۔

4 سورہ انعام، آیت 151 ۔ "اور کسی ایسے نفس کو جسے خدا نے حرام کردیا ہے قتل نہ کرنامگر یہ کہ تمہارا کوئی حق ہو"۔

5 سورہ مائدہ، آیت 32 ۔ "اور جس نے ایک نفس کو زندگی دے دی اس نے گویا سارے انسانوں کو زندگی دیدی"۔

6 سورہ بقرہ، آیت 194 ۔ "لہٰذا جو تم پر زیادتی کرے تم بھی ویسا ہی برتاو کرو جیسی زیادتی اس نے کی ہے"۔

7 سورہ قصص، آیت 77 ۔ "اور نیکی کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتہ نیک برتاو کیا ہے اور زمین میں فساد کی کوشش نہ کرو"۔

8 سورہ نحل، آیت 90 ۔ "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"۔

9 سورہ نساء، آیت 19 ۔ "اور ان کے ساتہ نیک برتاو کرو"۔

10 سورہ بقرہ، آیت 228 ۔ "اور عورتیں کے لئے ویسے ہی حقوق بھی ہیں جیسی ذمہ داریاں ہیں شریعت کے موافق"۔

11 سورہ نساء، آیت 58 ۔ "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو اور جب کوئی فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتہ کرو"۔

12 سورہ مومنون، آیت 8۔ "اور جو مومنین اپنی امانتوں اور وعدوں کا لحاظ رکھنے والے ہیں"۔

13 سورہ اسراء، آیت 34 ۔ "اور اپنے عہدوں کو پورا کرنا کہ عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔

14 سورہ بقرہ، آیت 269 ۔ "وہ جس کو بھی چاہتا ہے حکمت عطا کردیتا ہے ۔ اور جسے حکمت عطا کردی جائے اسے گویا خیر کثیر عطا کردی 15 سورہ اعراف، آیت 157 ۔ "جو لوگ کہ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوپاتے ہیں کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتا ہے اور خبیث چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے اور ان پر سے سنگین بوجہ اور قید و بند کو اٹہا دیتا ہے پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کا احترام کیا اس کی امداد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو اس کے ساتہ نازل ہوا ہے وہی درحقیقت فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں"۔

نیک افعال کے دائرے کو عقائد حقہ ، اخلاق حمیدہ اور اعمال صالحہ تک وسعت دی، نیز برے اعمال کو باطل عقائد، اخلاق رذیلہ اور فاسد کردار تک بڑھا کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو تمام مومنین و مومنات کی ذمہ داری قرار دیا اور فرمایا: (وَالْمُو مُْ ِنُوْنَ وَالْمُو مُْ ِنَاتُ بَعْضُهُمْ ا وُْ ْلِيَاءُ بَعْضٍ يَّا مُْ ُرُوْن بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلاَةَ وَيُو تُْ ُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه ا وُْ ْلٰئِکَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَکِيْمٌ) [1] اور دوسرے مقام پر فرمایا (يَا ا يَُّ ُهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَكَبُرَ مَقْتاً عِنْدَاللّٰه ا نَْ ْ تَقُوْلُوْا مَالاَ تَفْعَلُوْنَ) [2] ان دو آیات کے ذریعے ہر فرد کے لئے اپنے تمام امور زندگی میں حکمت، عفت، شجاعت اور عدالت تک رسائی اور تمام فضائل انسانیت سے مزین مدینہ فاضلہ کی تشکیل کا راستہ دکھایا۔

اور یہ سب کے سب نمونے آفتاب ہدایت قرآن کی ایک کرن تھے وگرنہ تمام معارف الہیہ نیز دنیوی اور اخروی سعادت سے متعلق رہنمائی کے لئے ضروری ہے کہ انسان عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات اور سیاست سے متعلق، قرآنی آیات کے اسرار و رموز کا مطالعہ کرے، جس کے لئے مفصل کتب تحریر کرنا ہوں گی۔

3۔ قرآن کی غیب سے متعلق خبریں:

پروردگار عالم کی جانب سے رسالت کے حامل نیز تا قیامت انسانی ہدایت کے دعویدار کے لئے سب سے زیادہ دشوار کام آئندہ کی خبریں دینا ہے، کیونکہ اگر اس کے غلط ہونے کا رتی برابر ایک موہوم سا اندیشہ بھی ہو تو اس محتمل کی عظمت کے باعث جو اس کے آئین کی بنیاد کے منہدم ہونے کا سبب بن سکتی ہے، ضروری ہے کہ احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اپنے لبوں کو سی لے۔ اب اگر ہم دیکھیں کہ وہ یقین اور نہایت اطمینا ن خاطر کے ساتھ آئندہ واقع ہونے والے امور سے متعلق اطلاع دے رہا ہے اور وہ خبریں بھی سچ ثابت ہو رہی ہیں، تو اس کی ان خبروں سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ وہ ایسے علم سے متصل ہے جو زمان اور زمانیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

قرآن کی غیب سے متعلق بعض خبریں یہ ہیں:

الف۔ مغلوب ہونے کے بعد دوبارہ روم کے غالب آنے کی خبر دینا (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِی ا دَْ ْنَی الْا رَْ ْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ) [3] اور یہ خبر اس وقت دی گئی جب کوئی شخص ایران کی شکست اور روم کی فتح کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، جس کی کتب تاریخ گواہ ہیں۔

ب۔ آنحضرت (ص) کے دوبارہ مکہ آنے کی خبر دینا (إِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَيْکَ الْقُرْآنَ لَرَادُّکَ إِلٰی مَعَادٍ) [4]

ج۔ منافقین کی پیغمبر (ص) کو قتل کرنے کی سازش اور پروردگار عالم کا آپ کی حفاظت کی خبر دینا (يَا ا يَُّ ُهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا ا نُْ ْزِلَ إِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ إِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه وَاللّٰهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ) [5]

د۔فتح مکہ،کے موقع پر مسلمانوں کے مسجد الحرام میں داخل ہونے، نیز اس موقع پر ان کے روحی وجسمانی حالات و احساسات کی خبر دینا (لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰہُ آمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُ سَکُم وَمُقَصِّرِیْنَ لاَ تَخَافُوْنَ) [6]

---

1 سورہ توبہ، آیت 71 ۔"مومن مرد اور عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں یہ سب ایک دوسرے کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں ۔ زکوۃ ادا کرتے ہیں اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔یہی وہ لوگ ہیں جن پر عنقریب خدا رحمت نازل کرے گا کہ وہ ہر شئے پر غالب اور صاحب حکمت ہے"۔

2۔"ایمان والو! آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔بے شک اللہ کے نزدیک / 2 سورہ صف، آیت 3یہ سخت ناراضگی کا سبب ہے کہ تم وہ کہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو"۔

1۔"الٓمٓ۔روم والے مغلوب ہوگئے۔قریب ترین علاقہ میں لیکن یہ مغلوب ہو جانے کے بعد /2/ 3 سورہ روم، آیت 3عنقریب پھر غالب ہو جائیں گے"۔

4 سورہ قصص، آیت 85 ۔"بے شک جس نے آپ پر قرآن کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپ کو آپ کی منزل تک ضرور پہنچائے گا"۔

5 سورہ مائدہ، آیت 67 ۔"اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا"۔

6 سورہ فتح، آیت 27 ۔"تو تم لوگ مسجد الحرام میں امن وسکون کے ساتھ سر کے بال منڈا کر اور تھوڑے سے بال کاٹ کر داخل ہوگے اور تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا"۔

ہ۔غزوہ تبوک سے لوٹنے کے بعد منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِی ا بًَداً وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا) [1]اور ویسے ہی ہوا جس کی آیت نے پہلے خبر دی تھی۔

و۔جنگ بدر میں کفار کو اپنی تعداد پراس قدر غرور تھا کہ وہ اپنی جیت کو یقینی سمجھتے تھے،تو یہ آیت نازل ہوئی (ا مْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌخ سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ) [2]

ز۔فتح خیبر اور مسلمانوں کو غنیمت ملنے سے پہلے اور ان دنوں جب ایران اور دیگر ممالک کے خزائن پر تسلط کا خیال بھی کسی کے ذھن میںنہیں آسکتا تھا یہ آیات نازل ہوئیں (لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُو مْنِیْنَ إِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوْبِھِمْ فَا نْزَلَ السَّکِیْنَةَ عَلَیْھِمْ وَ ا ثَابَھُمْ فَتْحاً قَرِیْباًخ وَّ مَغَانِمَ کَثِیْرَةً یَّا خُْذُوْنَھَا وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزاً حَکِیْماًخ وَّعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَةً تَا خُْذُوْنَھَا فَعَجَّلَ لَکُمْ ھٰذِہ وَ کَفَّ ا یْدِی النَّاسِ عَنْکُم وَ لِتَکُوْنَ آیَةً لِّلْمُو مْنِیْنَ وَ یَھْدِیَکُمْ صِرَاطاً مُّسْتَقِیْماًخ وّ ا خْریٰ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھَا قَدْ ا حَاطَ اللّٰہُ بِھَا وَ کَانَ اللّٰہُ عَلیٰ کُل شَیْءٍ قَدِیْرًا) [3]

ح)جب رسول اللہ (ص) کے فرزند کے انتقال پر عاص بن وائل نے کہا : بے شک محمد ابتر ہے۔ اس کا بیٹا نہیں رہا جو اس کا قائم مقام ہو، لہٰذا اس کی موت کے ساتھ لوگ اسے بھی بھلا دیں گے،تو یہ سورہ نازل ہوئی (إِنَّا ا عْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَخ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْخ إِنَّ شَا نِئَکَ ھُوَ اْلا بْتَرُ) [4] اور ساتھ ساتھ یہ بھی خبر دی کہ آپ (ص) کی نسل باقی رہے گی اور ابتر کہنے والوں کی اپنی نسلیں منقطع ہوجائیں گی ۔ [5]

4۔اسرار خلقت سے مکمل آگاہی:

جس زمانے میں انسانی علم ودانش کے مطابق اجرام فلکی کو بسیط خیال کیا جاتا تھا اور ان میں حرکت کا تصور تک نہ تھا اس وقت کو اکب کی خاص مداروں میں حرکت کی خبر دی (لاَ الشَّمْسُ یَنْبَغِی لَھَا ا نْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَ لاَ الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ وَکُلٌّ فِی فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ) [6]

جس زمانے میں اشیاء کے درمیان قانونِ زوجیت کے عمومی ہونے کی خبر تک نہ تھی فرمایا (وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ) [7]

اور جس وقت دوسرے سیاروں پر جانداروںکے وجود کا احتمال تک نہ تھا فرمایا: (وَمَابَثَّ فِیْھِمَا مِنْ دَابَّةٍ) [8]

اور اسی طرح نباتات کے درمیان ہوا کے ذریعے تلقیح کی خبر دی (وَا رْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ) [9]

---

1 سورہ توبہ، آیت 83 ۔ "تو آپ کہہ دیجئے تم لوگ کبھی میرے ساتھ نہیں نکل سکتے اور کسی دشمن سے جہاد نہیں کر سکتے"۔

2 سورہ قمر، آیت 44،45 ۔ "یا ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے پاس بڑی جماعت ہے جو ایک دوسرے کی مدد کرنے والی ہے۔ عنقریب یہ جماعت شکست کہا جائے گی اور سب پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے"۔

18 ۔ "یقینا خدا صاحبان ایمان سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ /20/19/ 3 سورہ فتح، آیت 21

کی بیعت کر رہے تھے پھر اس نے وہ سبکچھ دیکھ لیا جو ان کے دلوں میں تھا تو ان پر سکون نازل کر دیا اور انہیں اس کے عوض قریبی فتح عنایت کردی۔ اور بہت سے منافع بھی دیدیئے جنہیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ ہر ایک پر غالب آنے والا اور صاحب حکمت ہے۔ اس نے تم سے بہت سے فوائد کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کروگے پھر اس غنیمت (خیبر) کو فوراً عطا کر دیا اور لوگوں کے ھاتھوں کو تم سے روک دیا اور تاکہ یہ صاحبان ایمان کے لئے ایک قدرت کے نشانی بنے اور وہ تمہیں سیدھے راستہ کی ہدایت دے دے۔ اور دوسری غنیمتیں جن پر تم قدرت نہیں رکھتے خدا ان پر محیط ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے"۔

1۔ "بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور /2/ 4 سورہ کوثر، آیت 3

قربانی دیں۔ یقینا آپ کا دشمن ہی بے اولاد رہے گا"۔

5 تفسیر کبیر فخر رازی ج 32، ص 124، تفسیر مجمع البیان، ج 10، ص 459 ۔

6 سورہ یس، آیت 40 ۔ "نہ آفتاب کے بس میں ہے کہ چاند کو پکڑلے اور نہ رات کے لئے ممکن ہے کہ وہ دن سے آگے بڑھ جائے ۔ اور یہ سب کے سب اپنے اپنے فلک ومدار میں تیرتے رہتے ہیں"۔

7 سورہ ذاریات، آیت 49 ۔ "اور ہر شیئ میں سے ہم نے جوڑا بنایا ہے کہ شاید تم نصیحت حاصل کر سکو"۔

8 سورہ شوریٰ، آیت 29 ۔ "ان کے اندر چلنے والے تمام جاندار ہیں"۔

9 سورہ حجر، آیت 22 ۔ "اور ہم نے ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھانے والا بنا کر چلایا ہے"۔

جس زمانے میں اجرام فلکی کو بسیط اور ان کی خلقت کواجرام ارضی سے جدا اور مختلف خیال کیا جاتا تھا اور کسی کو ان کے رتق وفتق [1] کے بارے میں خبر تک نہ تھی فرمایا (ا وَ َلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوَا ا نَّ َالسَّمَاوَاتِ وَالْا رُ ْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا) [2]

اور جس وقت انسان کائنات کی گستردگی سے بے خبر تھا فرمایا (وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَابِا يْ ْد وَّإِنَّالَمُوْسِعُوْنَ) [3]

اور جب آسمانی سیاروں کے بارے میں ماہرین فلکیات خرق [4] والتیام کے قائل نہ تھے یعنی کسی بھی جسم کو ان سیاروں کے مدار کے درمیان سے عبور کرنے کو ناممکن سمجھتے تھے۔اور جب کوئی ان میں انسان کے عبور کرنے کا تصور بھی نہ کرتا تھا، یہ آیت نازل ہوئی (يَا مَعْشَرَالْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِن اسْتَطَعْتُمْ ا نْ تَنْفُذُوْا مِنْ ا قْ طَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْا رْ ضِ فَانْفُذُوْا لاَ تَنْفُذُوْنَ إِلاَّ بِسُلْطَانٍ) [5]

اسرارکائنات کے بارے میںؔآیات کا نزول ،کہ جن کی جانب مختصراً اشارہ کیا گیا اس امرکی نشاندہی کرتا ہے کہ یہ کتاب حق تعالی کی جانب سے نازل کردہ ہے۔

5۔قرآن کی جذابیت

ھر باانصاف انسان جو قرآن کریم کے اسلوب بیان کو اچھی طرح جانتا ہو اس بات کا معترف ہے کہ چاہے کوئی بھی کلام فصاحت وبلاغت کے معیار کے مطابق بلند ترین درجے کا حامل ہی کیوں نہ ہو،

پھر بھی قرآن کی روح اور جذابیت کے مقابلے میں اس کی حیثیت اصلی پھول کے مقابلے میں کاغذی اور حقیقی انسان کی نسبت مجسمے کی ہے۔

6۔قرآن میں عدم اختلاف:

اس بات میں شک وتردید کی گنجائش نہیں کہ انسان میں موجود فکری تکامل کے وجہ سے اس کے اعمال واقوال کبھی یکساں نہیں رہتے خواہ کسی ایک فن میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ تمرکز افکار کے لئے تمام وسائل بھی اسے مہیا کر دیئے گئے ہوں تب بھی ہر ماہر فن کی زندگی کے مختلف مراحل میں اس کے علمی آثار میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ،کیونکہ فکری تحول کےنتیجے میں اس فکر کے تحت رونما ہونے والے آثار وافعال میں تحول ایک ضروری امرہے۔

قرآن ایسی کتاب ہے جو معرفت مبدا ومعاد، آیات آفاق وانفس، خالق وخلق کے ساتھ انسان کے روابط، فردی واجتماعی ذمہ داریاں، گذشتہ امم کے قصوں اور انبیاء کے حالات جیسے مختلف امورپر مشتمل ہوتے ہوئے ایک ایسے شخص کی زبان پر جاری

ہوئی جس نے نہ تو کہیں سے پڑھا اور نہ ہی کوئی اس کا استاد تھا اور جس کے لئے مکہ میں مشرکین کے شر اور مدینہ میں کفار سے جنگوں اور منافقین کے مکر و حیلوں میں بتلا ہونے کی وجہ سے پریشانی افکار کے تمام اسباب موجود تھے۔

ان پر آشوب حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے طبیعی ہے کہ ایسے شخص کی زبان سے بیان شدہ کتاب کو بہت ہی زیادہ اختلافات پر مشتمل ہونا چاہیے تھا، لیکن قرآن میں عدم اختلاف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کا نزول فکرِ انسانی کے افق سے کہیں بلند تر ہے، کیونکہ یہ مقام وحی ہے جو جہالت اور غفلت سے منزہ ہے (ا فَلاَ يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلاَفاً كَثِيْراً) [6]

---

1 رتق: بند ہونا فتق: شگاف ڈالنا۔

2 سورہ انبیاء، آیت 30 ۔ "کیا ان کافروں نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ زمین وآسمان آپس میں جڑے ہوئے تھے اور ہم نے ان کو الگ کیا ہے"۔

3 سورہ ذاریات، آیت 47 ۔ "اور آسمان کو ہم نے اپنی طاقت سے بنایا ہے اور ہم ہی اسے وسعت دینے والے ہیں"۔

4 خرق و التیام: کسی شئے کے پھٹ جانے کو خرق اور ان دونوں پھٹے ہوئے کناروں کو دوبارہ جڑجانے کو التیام کہاجاتا ہے۔ ماضی میں ستارہ شناس اور ماہرین فلکیات کا خیال تھا کہ زمین کے اوپر خلاء میں مختلف افلاک ہیں جو تہہ در تہہ پیاز کی تہوں کی مانند ہیں بنابر این ماہرین ان افلاک کی تہوں سے عبور کرنے کو ناممکن سمجھتے تھے اور اس امر کے ناممکن ہونے کی دلیل ان افلاک میں خرق و التیام کا ناممکن ہونا تھی ۔

5 سورہ رحمن ، آیت 33 ۔ "اے گروہ جن وانس اگر تم میں قدرت ہو کہ آسمان وزمین کے اطراف سے باہر نکل جاو تو نکل جاو مگر یاد رکھو کہ تم قوت وغلبہ کے بغیر نہیں نکل سکتے ہو"۔

6 سورہ نساء، آیت 82 ۔ "کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں کہ اگر غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں بڑا اختلاف ہوتا"۔

7۔قرآن کی علمی اور عملی تربیت :

اگر کسی کا دعوٰی ہو کہ وہ تمام اطباء جہان سے بڑا ہے تو یہ دعوٰی ثابت کرنے کے لئے اس کے پاس دو راستے ہیں :

یا تو علم طب سے متعلق ایسی کتاب پیش کرے کہ اس کی طرح امراض کے اسباب، دواؤں اور علاج کو پہلے کسی نے ذکر نہ کیا ہو۔

یا پھر ایسے مریض کو جس کے تمام اعضاء وجوارح بیماریوں میں بتلا ہوں، تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آچکے ہوں اور وہ مرنے کے قریب ہو، اگر اس کے سپرد کردیا جائے تو وہ ایسے مریض کو صحت وسلامتی کا لباس پہنا دے۔

انبیاء علیہم السلام، افکار وروح کے طبیب اور امراض انسانیت کے معالج ہیں۔

ان میں سرفہرست پیغمبر اسلام (ص) کی ذات اطہر ہے، جس کی علمی دلیل قرآن جیسی کتاب ہے جو انسان کے فکری، اخلاقی اور عملی امراض کے اسباب وعلاج میں بے مثال ہے اورہدایت قرآن کی بحث میں مختصر طور پر جس کے چند نمونے ذکر کئے گئے ہیں اور عملی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) بدترین امراضِ انسانیت میں بتلا ایک معاشرے میں مبعوث ہوئے جن کے افراد فکری اعتبار سے اس حد تک گر چکے تھے کہ ہر قبیلے کے پاس اپنا ایک مخصوص بت تھا، بلکہ گھروں میں افراد اپنے لئے کجھور اور حلوے سے معبود بناتے تھے، صبح سویرے ان کے سامنے سجدہ بجا لاتے اور بھوک کے وقت ان ہی معبودوں کو کھا لیا کرتے تھے۔

معرفت اور ایمان کے مرہم کے ذریعے ناسور زدہ افکار کا ایسا علاج کیا کہ وہ لوگ خالق جہاں کی تعریف ان الفاظ میں کرنے لگے (اَللّٰہُ لاَ إِلٰہَ إِلاَّ ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لاَ تَا خُ‌ْ‌ُذُہ سِنَةٌ وَّلاَ نَوْمٌ لَّہ مَافِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی اْلا رْ‌ضِ مَنْ ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَہ إِلاَّ بِإِذْنِہ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ ا یْ‌دِیْھِمْ وَ مَا خَلْفَھُمْ وَ لاَ یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِنْ عِلْمِہ إِلاَّ بِمَا شَاءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمَاوَاتِ وَاْلا رْ‌ضَ وَلاَ یَو دُ‌ُہ حِفْظُھُمَا وَ ھو الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ)[1] اور اس خالق حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہوکر کہنے لگے((سبحا ن ربی الاعلی وبحمدہ))

باہمی الفت کے اعتبار سے حیوانات سے زیادہ پست تھے کہ باپ اپنے ہی ھاتھوں اپنی بیٹی کو نہایت ہی سنگدلی سے زندہ دفن کردیتا تھا۔[2] اس درندہ صفت قوم میں باہمی الفت کو اس طرح زندہ کیا کہ مصر کی فتح کے بعد جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ایک خیمے میں پرندے نے گھونسلا بنایا ہوا ہے تو واپس پلٹتے وقت اس خیمے کو وہیں پر رہنے دیا کہ کہیں پرندے کے بچے اور گھونسلا ویران نہ ہوجائیں اور اسی لئے وہاں آباد ہونے والے شہر کا نام ''فسطاط'' رکھا گیا۔[3]

فقراء کے مقابلے میں اغنیاء کے اظہارِ قدرت وگستاخی کو اس طرح دور کیا کہ ایک دن جب آنحضرت (ص) کی خدمت میں ایک مالدار شخص بیٹھا تھا، ایسے میں ایک نادار شخص آکر اس کے ساتھ بیٹھ گیا، اس مالدار شخص نے اپنا دامن ہٹا لیا اور جب متوجہ

ہوا کہ آنحضرت (ص) یہ سب دیکھ رہے ہیں، کہنے لگا : یا رسول اللہ (ص) !میں نے اپنی آدہی ثروت اس غریب کو دی، اس غریب نے کہا :

مجھے قبول نہیں ہے، کہیں میں بھی اس مرض میں بتلا نہ ہوجاؤں جس میں یہ بتلا ہے ۔ (4)

یہ کیسی تربیت تھی کہ مالدار کو ایسی بخشش اور نادار کو اتنی بلند نظری عطا کی اور امیر کے تکبر کو تواضع اور غریب کی ذلت کو عزت میں تبدیل کر دیا ۔کمزور پر طاقتور کے مظالم کا اس طرح قلع قمع کیا کہ امیر المومنین (ع) کی حکومت کے زمانے میں جس وقت مسلمانوں کے خلیفہ کے پاس ایران اور روم کے شہنشاہوں جیسی عظیم فوجی طاقتیں موجود تہیں اور مالک اشتر سپہ سالار تھے، ایک دن جب مالک اشتر ایک سادہ اور عام انسان کی طرح بازار سے گزر رہے تھے تو کسی نے ان کا مذاق

---

1 سورہ بقرہ، آیت 255 ۔ "اللہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے زندہ بھی ہے اور اسی سے کل کائنات قائم ہے اسے نہ نیند آتی ہے نہ اُنگھ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کر سکے ۔ وہ جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو پس پشت ہے سب کو جانتا ہے اور یہ اس کے علم کے ایک حصہ کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جس قدر چاہے ۔ اس کی کرسی علم واقتدار زمین وآسمان سے وسیع تر ہے اور اسے ان کے تحفظ میں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی وہ عالی مرتبہ بھی ہے اور صاحب عظمت بھی"۔

2 کافی ج 2 ص 162 ، کتاب الایمان و الکفر ، باب البر بالوالدین، ح 18 ، الجامع لاحکام القرآن، ج 7، ص 97 ، آیت 140 سورہ انعام، اور دوسری کتابیں۔

3 معجم البلدان ج 4 ص 263 ۔

4 کافی ج 2 ص 262 ۔

اڑایا۔ لوگوں نے کہا جس کا تم نے مذاق اڑایا، جانتے ہو وہ شخص کون ہے؟ اس نے کہا: نہیں ؛جب اسے بتایا گیا کہ کون تھا تو پریشان ہوا کہ مالک اشتر کے پاس اس قدرت مطلقہ کے ہوتے ہوئے اب اس کا کیا حشر ہوگا، مالک کی تلاش میں نکلا، اسے بتایا گیا کہ مالک اشتر مسجد کی طرف گئے ہیں، سر جھکائے مالک کے پاس گیا تاکہ اپنے کئے کی معافی مانگے، مالک نے کہا: "تیرے عمل کی وجہ سے میں نے مسجد میں آکر دو رکعت نماز ادا کی ہے تاکہ خدا سے تیری مغفرت کی درخواست کر سکوں۔"[1]

یہ تربیت ہی کا اثر تھا کہ طاقت وقدرت کا غرور اسے حی قیوم کے سامنے پیشانی رگڑنے سے نہ روک سکا اور اہانت کرنے والا جب سزا پانے کے خوف و اضطراب میں مبتلا تھا، اسے سزا دینے کے بجائے خدا سے طلبِ مغفرت جیسا بہترین تحفہ عطا کیا۔

قومی فاصلے اس طرح مٹائے کہ عجم کی نسبت عرب قومیت کے رسوخ کے باوجود، سلمان فارسی کو اس آیت کے حکم کے مطابق[2] (وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ یُرِیْدُوْن وَجْهَه وَلاَ تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا وَ لاَ تُطِعْ مَنْ ا غْ‍فَلْنَا قَلْبَه عَنْ ذِکْرِنَا وَ اتَّبَعَ هواهُ وَکَانَ ا مْره فُرُطاً)[3] اپنے پہلو میں بٹھایا ٤ کہ جس کے نتیجے میں مدائن کی امارت ان کے حوالے کی گئی۔

رنگ ونسل کے امتیازات کو جڑ سے یوں اکھاڑا کہ بلال حبشی جیسے غلام کو اپنا موذن قرار دیا، اس وقت جب آنحضرت (ص) سے کہا گیا کہ آپ نے جو بھی حکم دیا ہم نے قبول کیا لیکن اس کالے کوے کی آواز سننے کو تیار نہیں، تو آپ (ص) کا جواب یہ تھا، (یَا ا یُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقنَاکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ ا نْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْباً وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ ا کْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ ا تْقَاکُمْ إِنَّ اللهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ)[5]

ایسا پاک و پاکیزہ درخت کاشت کیا کہ علم و معرفت جس کی جڑیں، مبدا و معاد پر اعتقاد اس کا تنا،

ملکاتِ حمیدہ و اخلاقِ فاضلہ اس کی شاخیں، تقویٰ وپرہیزگاری اس کی کلیاں، محکم و سنجیدہ گفتار اور پسندیدہ کردار جس کے پھل تھے (ا لَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ ا صْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَائِخ تُو تِیْ ا کُلُهَا کُلَّ حِیْنٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا)[6]

انسانیت کے درخت کو اس تعلیم و تربیت کے ساتھ پروان چڑھایا اور علی ابن ابی طالب (ع) کی شکل میں اس درخت کا بہترین ثمر عالم بشریت کے حوالے کیا کہ جس کے علمی و عملی فضائل کے عظیم الشان مجموعے میں سے یہی چند سطریں بہت ہیں کہ حیات رسول خدا (ص) میں جس کے ادب کا تقاضہ یہ تھا کہ اپنے علم و عرفان کا اظہار نہ کرتے، لہٰذا آفتاب کی شعاع کے تحت ماہتاب کی طرح رہے اور آنحضرت (ص) کے بعد بھی استبداد کی گھٹا چھا جانے کے باعث نور افشانی نہ کر پائے اور تقریباً پانچ سال کی مدت میں جمل، صفین و نہروان جیسی فتنہ انگیز اور تباہ کن جنگوں میں مبتلا ہونے کے باوجود،

نہایت ہی کم فرصت میں جب منبر خطابت پر بیٹھنے کا موقع ملا تو گفتار کا یہ عالم تھا کہ ابن ابی الحدید معتزلی کے بقول آپ (ع) کا کلام خالق کے کلام سے نیچے اور مخلوق کے کلام سے بلند قرار پایا۔[7] معرفت خدا، تربیت نفس اور مضبوط معاشرتی نظام کے لئے فقط نہج البلاغہ کے بالترتیب خطبہ اول، خطبہ متقین اور عہد مالک اشتر کا مطالعہ ہی یہ بات واضح اور روشن کرنے کے لئے کافی ہے کہ علمی و عملی حکمت کا وہ کیسا بحرِ بے کراں ہے کہ یہ تمام نمونے جس کے قطروں کی مانند ہیں۔

---

1 بحار الانوار ج 42 ص 157 ۔

2 مجمع البیان ج 6، ص 337 مذکورہ آیت کی تفسیر کے ذیل میں ۔

3 سورہ کہف ، آیت 28 ۔ "اور اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ صبر پر آمادہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں اور اسی کی مرضی کے طلب گار ہیں اور خبردار تمہاری نگاہیں ان کی طرف سے پھر نہ جائیں کہ زندگانی دنیا کی زینت کے طلب گار بن جاو اور ہر گز اس کی اطاعت نہ کرنا جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے محروم کر دیا ہے اور وہ اپنے خواہشات کا پیروکار ہے اور اس کا کام سراسر زیادتی کرنا ہے"۔

4 مجمع البیان ج 9، ص 226 ، مذکورہ آیت کی تفسیر کے ذیل میں۔

5 سورہ حجرات ، آیت 13 ۔ "انسانو!ھم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تم میں شاخیں

اور قبیلے قرار دیئے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرھیزگار ہے اور اللہ ہر شئے کا جاننے والا اور ہر بات سے باخبر ہے"۔

6 سورہ ابراہیم، آیت 24،25 ۔ "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے بیان کی ہے جس کی اصل ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔یہ شجرہ ہر زمانہ میں حکم پروردگار سے پھل دیتا ہے"۔

7 شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 1 ص 24 ۔

جب میدان جنگ میں قدم رکھا تو تاریخ اس جیسا دلاور نہ دکھا سکی، جس کی پیٹھ زرہ سے خالی ہوا کرتی تھی اور جس نے ایک ہی رات میں پانچ سو تیئیس بار صدائے تکبیر بلند کی اور ہر تکبیر پر ایک دشمنِ اسلام کو واصل جہنم کیا۔ [1] اسی رات باوجود اس کے کہ چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور دائیں بائیں تیر گر رہے تھے، بغیر کسی کمترین اضطراب و پریشانی کے ہمیشہ کی طرح بندگی و عبادت خدا سے غافل نہ ہوئے اور نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ میدان جنگ میں دونوں لشکروں کے درمیان نماز شب ادا کی [2]، اور عمرو بن عبدودّ جیسے تنو مند اور دیو ھیکل سوار کو زمین پر پٹخ دیا۔ سنی و شیعہ محدثین نے رسول خدا (ص) سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ (ص) نے فرمایا: ((لمبارزة علی بن ا بی طالب لعمرو بن عبدودّ یوم الخندق ا أفضل من عمل ا مّتی إلی یوم القیامة)) [3]

فتح خیبر کے روز ایک ہی وار میں یہود کے یکّہ تاز دلاور، مرحب کے دو حصّے کر دیئے اس کے بعد ستر سواروں پر تن تنہا حملہ کر کے انہیں اس طرح ھلاک کیا کہ مسلمان و یہود سب کے سب متحیر رہ گئے [4] اور اس شجاعت کے ساتھ خوف خدا کا ایسا امتزاج پیش کیا کہ نماز کا وقت آتے ہی چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا اور بدن لرزنے لگتا تھا، لوگ پوچھتے تھے: کیا ہوا؟ آپ کی ایسی حالت کیوں ہو رہی ہے؟ تو فرماتے: "اُس امانت کا وقت آپہنچا ہے کہ اسے جب آسمان و زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا اور انسان نے وہ امانت لے لی۔" [5]

وہ، کہ جس کی ھیبت سے دن کے وقت میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں کے بدن کانپ اٹھتے تھے، راتوں کو محراب عبادت میں مار گزیدہ انسان کی مانند، تڑپتے ہوئے اشکبار آنکھوں کے ساتھ اس طرح فریاد کرتا تھا: "اے دنیا! اے دنیا! کیا تو میرے پاس آئی ہے؟! کیا تو میری مشتاق ہے؟! ھیھات!

ھیھات! کسی اور کو دھوکہ دے، مجھے تیری کوئی حاجت نہیں، میں نے تجھے تین طلاقیں دیں، آہ! آہ!

زاد راہ کتنا کم ہے اور راہ کتنی طویل ہے؟" [6]

سائل کے سوال کرنے پر حکم دیا: اسے ایک ہزار دے دو۔ جسے حکم دیا تھا اس نے پوچھا:

سونے کے ہزار سکے دوں یا چاندی کے؟ فرمایا: میرے نزدیک دونوں پتھر ہیں، جس سے سائل کو زیادہ فائدہ پہنچے وہ دے دو [7] شجاعت اور سخاوت کا ایسا امتزاج کس امت و ملت میں پایا جاتا ہے کہ میدان جنگ میں لڑائی کے دوران جب ایک مشرک نے کہا: یا ابن ابی طالب! ھبنی سیفک، تو آپ (ع) نے تلوار اس کی جانب پھینک دی۔ جب مشرک نے کہا: وا عجبا! اے فرزند ابی طالب! ایسے سخت وقت میں تم نے اپنی تلوار مجھے دے دی؟ تو آپ (ع) نے فرمایا: تم نے میری طرف دست سوال دراز کیا تھا اور سائل کو رد کرنا کرم کے خلاف ہے۔ اس مشرک نے اپنے آپ کو زمین پر گرا کر کہا: یہ اہل دین کی سیرت ہے!!، پھر آپ کے قدموں کا بوسہ لیا اور مسلمان ہو گیا [8] ابن زبیر نے آپ (ع) کے پاس آکر کہا:

میں نے اپنے والد کے حساب کتاب میں دیکھا ہے کہ آپ (ع) کے والد میرے والد کے اسّی ہزار درہم کے مقروض تھے ۔ آپ (ع) نے وہ رقم اسے دے دی۔ اس کے بعد دوبارہ پلٹ کر واپس آیا اور کہنے لگا مجھ سے غلطی ہوئی ہے، آپ کے والد نہیں بلکہ میرے والد آپ کے والد کے مقروض تھے۔ آپ نے فرمایا وہ رقم تمہارے والد کے لئے حلال اور جو رقم تم نے مجھ سے لی وہ بھی تمہاری ہوئی[9] زمانہ ایسے صاحب منصب کی مثال کہاں پیش کر سکتا ہے جس کی حکومت مصر سے خراسان تک پھیلی ہوئی ہو اور عورت کے کاندھے پر پانی کی مشک دیکھ کر اس سے لے اور منزل تک پہنچا آئے۔ اس سے احوال پرسی کرنے کے بعد، صبح تک اضطراب کی وجہ سے سو نہ سکے کہ اس بیوہ

---

1 مناقب آل ابی طالب، ج 2ص 84 ۔

2 بحار الانوار، ج 41 ، ص 17 ۔

3 المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 32؛ تاریخ بغداد ج 13 ص 19 ۔ بحار الانوار ج 41 ص 96 ۔

4 بحار الانوار ج 42 ص 33 ۔

5 بحار الانوار، ج 41 ، ص 17 ۔

6 بحار الانوار، ج 41 ، ص 121 ۔

7 بحار الانوار، ج 41 ، ص 32 ۔

8 بحار الانوار، ج 41 ، ص 69 ۔

9 بحار الانوار، ج 41 ، ص 32 ۔

عورت اور اس کے بچوں کا خیال کیوں نہ رکھا گیا۔ اگلے دن صبح سویرے یتیموں کے لئے اشیاء خوردنی لے جائے، کھانا پکا کر اپنے ہاتھوں سے بچوں کو کھلائے اور عورت امیر المومنین (ع) کو پہچاننے کے بعد جب شرمندگی کا اظہار کرے تو اس کے جواب میں کہے: اے کنیز خدا! تم سے شرمندہ تو میں ہوں[1] اپنی خلافت کے زمانے میں اپنے نوکر کے ساتھ کپڑے کے بازار سے گزرتے ہوئے لٹھے کی دو قمیضیں خریدے اور ان میں سے اچھی قمیض اپنے نوکر کو عطا کردے تاکہ نوجوان کی خواہشِ آرائش کی تسکین ہوتی رہے اور کم قیمت لباس خود پہنے[2] زر و جواہر کے خزانے اختیار میں ہونے کے باوجود فرمایا: ((واللہ لقد رقعت مدرعتی ھذہ حتی استحییت من راقعھا))[3]

آپ (ع) کی خدمت میں مال غنیمت لایا گیا جس پر ایک روٹی بھی رکھی تھی۔ کوفہ کے سات محلّے تھے۔ اس غنیمت اور روٹی کے سات حصے کئے، ہر محلے کے منتظم کو بلا کر اسے غنیمت اور روٹی کا ایک حصہ دیا[4]۔ غنیمت کو تقسیم کرنے کے بعد ہمیشہ دو رکعت نماز بجا لاتے اور فرماتے: ((الحمد للہ الذی ا خرجنی منه کما دخلته))[5]

ایام حکومت میں اپنی تلوار بیچنے کی غرض سے بازار میں رکھوائی اور فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے! اگر ایک لنگ خریدنے کے بھی پیسے میرے پاس ہوتے تو اپنی تلوار ہرگز نہ بیچتا۔[6]

جب کبھی آپ (ع) پر کوئی مصیبت وارد ہوتی اس دن ہزار رکعت نماز بجالاتے، ساٹھ مسکینوں کو صدقہ دیتے اور تین دن روزہ رکھتے تھے[7] خون پسینے کی کمائی سے ہزار غلام آزاد کئے[8]، اور دنیا سے رخصت ہوئے تو آٹھ لاکھ درہم کے مقروض تھے[9] جس رات افطار کے لئے اپنی بیٹی کے ہاں مہمان تھے، اس وسیع ملک کے فرمانروا کی بیٹی کے دستر خواں پر جَو کی روٹی، نمک اور دودھ کے ایک پیالے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ آپ (ع) نے جَو کی روٹی اور نمک سے افطار فرمایا اور دودھ چھوا تک نہیں کہ کہیں آپ (ع) کا دستر خوان رعایا کے دستر خوان سے زیادہ رنگین نہ ہوجائے۔[10]

تاریخ کو اس جیسی کوئی دوسری شخصیت دیکھنا نصیب ہی نہ ہوئی کہ مصر سے خراسان تک سلطنت ہونے کے باوجود خود اس کے اور اس کے گورنروں کے لئے حکومت کا منشور ایسا ہو جیسے امیر المومنین (ع) نے عثمان بن حنیف کے خط میں منعکس کیا ہے۔ اس خط کا مضمون و مفہوم تقریباً یہ ہے:

"اے ابن حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے۔ رنگا رنگ کھانے اور بڑے بڑے پیالے تمہارے لئے لائے گئے۔ امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے کہ جن میں فقیر و نادار دھتکار دیئے گئے ہوں اور جن میں دولت مند مدعو ہوں۔ جو لقمے چباتے ہو انہیں دیکھ لیا کرو اور جس کے متعلق شبہ ہوا سے چھوڑ دو اور جس کے پاک وپاکیزہ راہ سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ۔

---

1 بحار الانوار، ج 41 ، ص 52 ۔

2 بحار الانوار، ج 40 ، ص 324 ۔

3 نہج البلاغہ خطبہ 160 (خدا کی قسم اپنی قبا میں اتنے پیوند لگائے کہ درزی سے شرم آنے لگی)

4 حلیۃ الاولیاء ج 7 ص 300 ۔

5 بحار الانوار، ج 40 ، ص 321 ۔(حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھ کو اس سے اسی طرح نکالا جیسے اس میں داخل ہوا تھا)

6 بحار الانوار، ج 41 ، ص 43 ۔

7 بحار الانوار، ج 41 ، ص 132 ۔

8 بحار الانوار، ج 41 ، ص 43 ۔

9 بحار الانوار، ج 40 ، ص 338 ۔

10 بحار الانوار، ج 42 ، ص 276 ۔

جان لو کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے اور جس کے نور علم سے کسب نور کرتا ہے۔ دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اس نے دنیا کے سازوسامان میں سے دو بوسیدہ چادروں اور دو روٹیوں پر قناعت کرلی ہے۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیںہے لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیزگاری، سعی وکوشش، پاکدامنی اور امور میں مضبوطی سے میرا ساتھ دو، خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا، نہ اس کے مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں، نہ اپنے اس بوسیدہ لباس کی جگہ کوئی اور لباس تیار کیا ہے اور نہ ہی اس دنیا کی زمین سے ایک بالشت پر بھی قبضہ جمایا ہے۔"

یہاں تک کہ فرماتے ہیں: "اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کو اپنے لئے مہیا کر سکتا تھا، لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خواہشات مجھ پر غلبہ حاصل کرلیں اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانے چن لینے کی دعوت دے، جب کہ حجاز اور یمامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنہیں ایک روٹی ملنے کی آس بھی نہ ہو اور نہ ہی کبھی انہیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہو۔" [1]

اسلامی حکومت کی حقیقت کو ایسے شخص کے آئینے میں دیکھنا چاہئے جو خود کوفہ میں ہوتے ہوئے لذیذ کھانے کی طرف اس احتمال کی بنا پر ہاتھ تک نہیں بڑھاتا کہ کہیں حجاز یا یمامہ میں کوئی بھوکے پیٹ نہ ہو، جو لٹّھے کے ایک پرانے پیوند لگے کرتے کے ہوتے ہوئے دوسرے پرانے کرتے کے بارے میں سوچتا بھی نہیں اور اپنے لئے ایک بالشت زمین تک تیار نہیں کرتا۔ اس دنیا سے اس کی روٹی، کپڑے اور مکان کی حدیہیں تک ہے کہ کہیں اس کا معیارِ زندگی اس کی رعایا کے فقیر ترین فرد سے بہتر نہ ہوجائے۔

اس کی سلطنت میں عدالت اس طرح حکم فرما تھی کہ ایک دن اپنی زرہ یہودی کے پاس دیکھی تو اس سے کہا: "یہ زرہ میری ہے" ۔اسلام کی پناہ میں زندگی بسر کرنے والے یہودی نے کمالِ جرات کے ساتھ جواب دیتے ہوئے کہا: "یہ زرہ میری ہے اور میرے ھاتھ میں ہے، میرے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کا قاضی فیصلہ کرے گا"۔

یہ جاننے کے باوجود کہ یہودی نے خیانت کی ہے اور زرہ چرائی ہے اس کے ساتھ قاضی کے پاس گئے اور جب قاضی، حضرت (ع) کے احترام میں کھڑا ہوا تو قاضی کے اس امتیاز برتنے پر اس سے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: اگر یہ مسلمان ہوتا تو ضرور اس کے ساتھ ہی تمہارے سامنے بیٹھتا۔

آخر کار اس عدلِ مطلق کو دیکھ کر یہودی نے اعتراف کر لیا اور اسلام لے آیا۔ آپ (ع) زرہ کے ساتھ اپنا مرکب بھی اس یہودی کو بخش دیتے ہیں ۔یہودی مسلمان ہونے کے بعد آپ (ع) سے جدا نہ ہوا یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہادت کے مقام پر فائز ہوا[2] جب آپ (ع) کو خبر ملی کہ اسلام کی پناہ میں زندگی گزارنے والی غیر مسلم عورت کے پاؤں سے پازیب چھین لی گئی ہے تو اس قانون شکنی کا تحمل نہ کرپائے اور فرمایا: ((فلو إن إمرا مسلما مات من بعد هذا ا سئفا ماكان به ملوما،بل كان به عندى جديرا)) [3]

راستے میں ایک بوڑھے کو دستِ سوال دراز کرتے ہوئے دیکھ کر جستجو شروع کی کہ اس کے بھیک مانگنے کا سبب کیا ہے ۔آپ (ع) کو تسلی دیتے ہوئے کہا گیا یہ بوڑھا نصرانی ہے۔ آپ (ع) نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: جوانی میں اس سے کام لیتے رہے اور بڑھاپے میں بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیا ہے ؟!اور حکم دیا کہ اس کے مخارج زندگی بیت المال سے دیئے جائیں ۔ [4]

خلق کو حقوق مہیا کرنے کا یہ حال تھا کہ چیونٹی کے منہ سے اس کی محنت سے حاصل کیا ہوا جو کا چھلکا چھیننے کے بدلے میں ہفت اقلیم بمع ان اشیاء کے جو ان کے آسمانوں کے نیچے ہیں لینے کو

---

1 نہج البلاغہ خطوط 45 ۔

2 حلیۃ الاولیاء ج 4 ص 139 ۔

3 نہج البلاغہ خطبہ 27 (اگر ایک مسلمان اس واقعہ کو سننے کے بعد افسوس میں مرجائے تو کوئی ملامت کا مقام نہیں بلکہ میرے نزدیک اس پر مرنا ہی مناسب ہے)

4 وسائل الشیعہ ج 15 ص 66 ، کتاب الجہاد، ابواب جہاد العدو، باب 19 ۔

تیار نہ تھے، [1] اور خالق کے حقوق نبھانے میں یہ کیفیت تھی کہ نہ جنت کے شوق، نہ جہنم کے خوف ،

بلکہ اسی کو اہل عبادت جان کر اس کی عبادت و بندگی میں ہمہ تن مصروف تھے [2]جیسا کہ پیغمبر اسلام(ص) نے فرمایا:((ا نٔا ا ذٔیب اللہ وعلی ا ذٔیبی))، [3] ایسے انسان کی تربیت کر کے بشریت کو مقامِ کمال پر پہنچا دیا، کہ جس نے میدان جنگ کی ایسی پامردی واستقامت دکہائی کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اور ایسی رقت قلبی کا امتزاج پیش کیا کہ اگر یتیم کے چہرے پر نظر پڑ جاتی تو رخسار پر آنسو جاری ہوجاتے اور جگر سوز فریاد بلند ہوتی اور اس تربیت سے اسے آزادی وحریت کی اس منزل تک پہنچا دیا کہ پھر وہ دنیا کے محدود اور آخرت کے نامحدود تمام مصالح ومنافع سے بلند وبالا ہو کر صرف بندگی وعبادت پروردگار عالم کے طوق غلامی کو ،وہ بھی اپنے فائدے کے لئے نہیں بلکہ اس کی اہلیت کی وجہ سے اپنی گردن میں ڈال لیا۔ اور آزادی کے ساته ایسی بندگی کا امتزاج پیش کیا جو خلقت جہان وانسان کا اصل مقصد ہے اور اپنی رضا وغضب کو خالق کی رضا وغضب میں اس طرح فنا کیا کہ جس پر لیلۃ المبیت [4] میں رسول اللہ (ص) کے بستر پر نیند اور خندق کے دن ثقلین کی عبادت سے افضل ضربت، [5] گواہ ہیں ۔

یقینا، ایسا باغبان جو سیم زدہ جزیرۃ العرب میں چند محدود سالوں کے عرصے میں سخت ترین مشکلات میں مبتلا ہونے کے باوجود، دنیا کے سامنے ایک ایسی امت اور درختِ آدمیت کا ایسا بہترین پہل پیش کرے ، یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ بوستان انسانیت کا سب سے بڑا باغبان میں ہوں ۔

آیا عقل وانصاف یہ تقاضا نہیں کرتے کہ ان معجزات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ جنہیں اس مختصر مقدمے میں ذکر کرنا ممکن نہیں ، صرف اس ایک علمی وعملی نمونے کی بنیاد پر کہ جس کا نہایت ہی مختصر الفاظ میں ذکر کیا گیا ، انسان تعصب اور ہوا وہوس کو خود سے دور کرتے ہوئے اس بات پر ایمان لے آئے کہ فقط آئین اسلام ہی بشریت کو کمال کے آخری درجے تک پہنچا سکتا ہے ؟!اور آیا فطرت وعقل انسانی جس چیز کا دین سے علماً وعملاً تقاضا کرتی ہے، کیا اس دین میں کماحقہ موجود نہیں ؟!

آیا انسان سازی کے لئے انفرادی واجتماعی نقطہ نظر سے اس سے بڑہ کر کوئی اور تعلیم وتربیت بھی ہے؟!

یہی چیز پیغمبر اسلام (ص) کی خاتمیت اور ان کی شریعت کے ابدی ہونے پر ایمان ہے (مَا کَانَ مُحَمَّدٌ ا بَٔ‌ا ا حَٔدٍ مِّنْ رِجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً) [6]

آنحضرت (ص) کی آفتاب زندگی کی کرن آخر میں آنحضرت (ص) کے خورشید زندگی کی ایک شعاع پر ، جو اِن کی رسالت کی گواہ بھی ہے ، نظر ڈالتے ہیں :

جس دور میں دعوت اسلام کے اظہار پر مال ومقام کی پیشکش اور دہمکیاں اپنی آخری حد کو پہنچ گئیں، قریش نے ابو طالب (ع) کے پاس آکر کہا: تمہارے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا کہا ،

ہمارے جوانوں کو تباہ اور جماعت کو منتشر کردیا۔ اگر اسے مال چاہیے تو ہم اتنا مال ودولت جمع کرینگے کہ تمام قریش میں بے نیاز ترین شخص بن جائے اور جس عورت سے چاہے اس سے شادی کردینگے، یہاں تک کہ سلطنت وبادشاہی کا وعدہ بھی دیا گیا، لیکن آنحضرت کا جواب یہ تھا : اگر میرے داہنے ہاتہ پر سورج اوربائیں ہاتہ پر چاند لا کر رکھ دیں پھر بھی یہ اس دعوت سے باز نہیں آؤں گا یہ دیکھ کر کہ اس لالچ دلانے کا بھی اثر نہ ہوا تو انہوں نے دہمکیوں اور اذیتوں کا سہارا لیا

---

1 نہج البلاغہ خطبہ 224 ۔

2 عوالی اللئالی ج 1 ص 404 ۔

3 بحار الانوار ج 16 ص 231 (میں خدا کا تربیت شدہ ہوں اور علی (ع) میرے تربیت شدہ ہیں)

4 بحار الانوار ج 36 ص 40 ۔

5 بحار الانوار ج 39 ص 2۔

6 سورہ احزاب، آیت 40 ۔ "محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے بلکہ خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر اور خاتم النبیین ہے اور خدا ہر چیز کا جاننے والا ہے"۔

، 7 بحار الانوار ج 18 ص 180-182 ۔

جن کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جب آپ (ص) مسجد الحرام میں نماز شروع کرتے بائیں جانب سے دو شخص سیٹی اور دائیں طرف سے دو شخص تالیاں بجاتے، تاکہ نماز میں خلل ڈالیں۔ [1] راستہ چلتے وقت آپ (ص) کے سرِ مبارک پر خاک پھینکا کرتے اور سجدے کی حالت میں آپ (ص) پر بھیڑ کی اوجھڑی پھینکتے[2] حضرت ابوطالب (ع) کی رحلت کے بعد آپ نے قبیلہ ثقیف کے بزرگوں سے تبلیغ دین کے سلسلے میں مدد لینے کے لئے طائف کی جانب سفر کیا، لیکن انہوں نے دیوانوں اور غلاموں کو اس بات پر اکسایا کہ آنحضرت (ص) کا پیچھا کر کے آپ کو آزار پہنچائیں۔ آنحضرت (ص) نے ایک باغ میں پناہ لی اور انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ آنحضرت (ص) کی حالت اتنی رقت بار تھی کہ مشرک دشمن کو بھی آپ (ص) کی حالت پر رحم آگیا اور عداس نامی نصرانی غلام سے کہا: انگور توڑ کر اس کے پاس لے جاؤ۔ جب غلام نے انگوروں کا طبق آپ (ص) کے پاس لا کر رکھا، آپ (ص) نے ھاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا: بسم اللہ۔

غلام نے کہا: اس شہر کے لوگ تو یہ کلمات نہیں بولتے۔

فرمایا: کس شہر سے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا: نصرانی ہوں اور میرا تعلق نینوا سے ہے۔

فرمایا: یونس بن متی کے شہر سے؟

عداس نے کہا: یونس کو کہاں سے جانتے ہو؟

فرمایا: وہ میرا بھائی اور پیغمبر تھا، میں بھی پیغمبر ہوں۔ یہ سنتے ہی عداس نے آنحضرت (ص) کے ھاتھ پاؤں کا بوسہ لیا[3] آنحضرت (ص) کے پیروکاروں کو سخت ترین تشدد کے ذریعے تکالیف میں مبتلا کیا جاتا اور ان میں سے بعض کو جلتی دھوپ میں ڈال کر ان کے سینوں پر بھاری بھرکم پتھر رکھے جاتے لیکن اس کے باوجود ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوتے: "احد، احد۔" [4]

عمار یاسر کی ضعیف العمر اور ناتواں ماں سمیہ کو نہایت شدید اذیتوں میں رکھا گیا تاکہ دین خدا کو چھوڑ دے، آخر کار جب وہ بوڑھی خاتون نہ مانی تو اسے دردناک طریقے سے قتل کردیا گیا[5] اس قوم سے اتنی زیادہ تکالیف کا سامنا کرنے کے بعد جب آپ (ص) سے ان کے خلاف بد دعا کرنے کو کہا گیا تو فرمایا: ((إنما بعثت رحمة للعالمين)) [6] اور ان مظالم کے مقابلے میں اس قوم پر عنایت ومہربانی کا یہ عالم تھا کہ یہ دعا فرماتے: "اے پروردگار! میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ نادان ہیں۔" [7]

عذاب مانگنے کے بجائے رحمت کی دعا کیا کرتے۔ رحمت بھی وہ کہ جس سے بڑی رحمت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، یعنی نعمت ہدایت۔ "قومی" (میری قوم) کا لفظ استعمال کر کے اس قوم کو خود سے منسوب کردیا کہ اس نسبت سے ان کو عذاب خدا سے بچاؤ کا تحفہ عطا کردیں، خدا کی بارگاہ میں ان کی شکایت کرنے کے بجائے شفاعت کرتے اور ان کی جانب سے یہ عذر پیش کرتے کہ یہ نادان ہیں۔

زندگی گزارنے کا انداز یہ تھا کہ جوکی روٹی خوراک تھی، اس کو بھی کبھی سیر ہو کر تناول نہ کیا[8]غزوہ خندق میں آپ (ص) کی بیٹی صدیقہ کبریٰ علیہا السلام، آپ (ص) کے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا لائی جو تین دن کے فاقے کے بعد پہلی غذا تھی، جسے آپ (ص) نے تناول فرمایا[9]اور زندگی کا یہ انداز تنگدستی کی وجہ سے نہ تھا ، اس لئے کہ اسی زمانے میں آپ (ص) کی بخشش و عطا سو اونٹوں تک بھی پہنچتی تھی۔ [10]

---

1 بحار الانوار ج 18 ص 160 ۔

2 بحار الانوار ج 18 ص 205 ؛ بحار الانوار ج 19 ص 17 ؛ الکامل فی التاریخ ج 2 ص 63 ۔

3 مناقب آل ابی طالب ج 1 ص 68 ۔

4 حلیۃ الاولیاء ج 1 ص 148 ۔

5 بحار الانوار ج 18 ص 210 ۔

6 بحار الانوار ج 18 ص 243 (بے شک میں فقط عالمین کے رحمت بن کر مبعوث ہوا ہوں)

7 الخرائج والجرائح ج 1 ص 164 ۔

8 بحار الانوار ج 16 ص 243 ۔

9 بحار الانوار ج 16 ص 225 ۔

10 بحار الانوار، ج 21 ، ص 170 ۔

دنیا سے جاتے وقت نہ آپ (ص) نے درہم و دینار چھوڑے، نہ غلام و کنیز اور نہ ہی کوئی بھیڑ اور اونٹ، بلکہ آپ کی زرہ بھی مدینہ کے ایک یہودی کے پاس تھی، جسے آپ (ص) نے گھر والوں کی غذا کے انتظام کے لئے خریدے گئے بیس صاع جو کے بدلے گروی رکھوایا تھا[1] دو نکات کی طرف توجہ ضروری ہے :

1۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت (ص) کے مقام و منزلت اور بے نظیر امانت داری کے ہوتے ہوئے کوئی بھی آپ سے گروی رکھنے کا تقاضا نہیں کرتا تھا، لیکن یہ سمجھانا مقصود تھا کہ قرض کی تحریری دستاویز نہ ہونے کی صورت میں، اسلام کی عظیم ترین شخصیت تک، ایک یہودی کے حق میں بھی قانونِ رہن کا خیال رکھے، جو صاحبِ مال کے لئے وثیقہ ہے ۔

2۔ لذیذ ترین غذائیں فراہم ہونے کے باوجود پوری زندگی جو کی روٹی سے اس لئے سیر نہ ہوئے کہ کہیں آنحضرت کی غذا رعایا کے نادار ترین فرد کی غذا سے بہتر نہ ہو۔

آپ (ص) کے ایثار کا نمونہ یہ ہے کہ وہ بیٹی جس کے فضائل سنی اور شیعہ کتب میں بکثرت ذکر کئے گئے ہیں، قرآن مجید میں مباہلہ[2] اور تطہیر[3] جیسی آیات اور حدیث کساء[4] و عنوان ((سیدة نساء اهل الجنة))[5] جیسے بلند مرتبہ مضمون پر مشتمل احادیث جو اس انسان کامل میں ممکنہ کمال انسانی کے مکمل تحقق کی دلیل ہیں، ایسی بیٹی جس کے توسط سے رسول خدا (ص) کی نسل تاقیامت باقی رہے گی،

وہ جس کی آغوش میں مطلعِ نجومِ ہدایت اور ائمہ اطہار پروان چڑھتے رہے اور پیغمبر اسلام(ص) کے نزدیک جس کے احترام کا عالم یہ تھا کہ جب بھی آنحضرت (ص) کی خدمت میں تشریف لاتیں آنحضرت(ص) اپنی جگہ پر بٹھاتے اور ھاتھوں کا بوسہ لیا کرتے تھے۔ [6] وہ بیٹی جو والد گرامی کی اقتداءمیں محراب عبادت میں اتنا قیام کرتیں کہ دونوں پاؤں پر ورم آجاتا[7] اور اتنا زیادہ محو عبادت ہونے کے باوجود امیر المومنین(ع) کے گھر اس طرح خانہ داری کرتیں کہ ایک دن جب پیغمبر اسلام(ص) تشریف لائے تو آپ بچے کو دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ چکی بھی چلا رہی تھیں، آنحضرت (ص) نے آنسوؤں سے تر آنکھوں کے ساتھ یہ رقت بار منظر دیکھا اور فرمایا:((تعجلی (تجرئی) مرارة الدنیا بحلاوة الآخرة)) [8]

تو آنحضرت کے جواب میں کہا:((یا رسول اللہ(ص))! الحمد للہ علی نعمائه والشکر للہ علی آلائه))۔ ایسی بیٹی اپنے چکی چلانے کی وجہ سے گٹے پڑے ہوئے ھاتھوں کو لے کر والد گرامی کے پاس کنیز مانگنے کے لئے تو آئی لیکن اپنی حاجت بیان کئے بغیر لوٹ گئی اور وہ باپ جو اگر چاہتا تو بیٹی کے گھر میں رزو جواہر کا انبار لگا سکتا تھا، خدمت گزاری کے لئے غلام اور کنیزیں دے سکتا تھا، اس نے خدمت گزار کے بجائے چونتیس مرتبہ تکبیر، تینتیس مرتبہ تحمید اور تینتیس مرتبہ تسبیح تعلیم فرمائی[9] یہ ہے کردار حضرت ختمی مرتبت(ص)، کہ اتنے سخت حالات میں زندگی بسر کرنے والی ایسی بیٹی کے مقابلے میں ناداروں کے ساتھ کس طرح ایثار فرماتے ہیں اور وہ ہے والد گرامی کی صبر کی تلقین کے جواب میں مادی و معنوی

نعمتوں کا شکر بجا لانے والی صدیقہ کبریٰ، جو رضا بقضائے الٰہی ہیتّفنا اور الطاف الہیہ میں استغراق کا ایسا نمونہ پیش کرتی ہے کہ کڑواہٹ کو مٹھاس اور مصیبت

---

1 بحار الانوار ج 16 ص 219 ۔

2 سورہ آل عمران، آیت 61 ۔

3 سورہ احزاب، آیت 33 ۔

4 الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج 4، ص 467 ؛ تفسیر الطبری ج 22 ص 9، آیہ تطہیر کے ذیل میں؛ مستدرک صحیحین : 323 ، اور دوسری کتب اہل سنت؛ کافی ج 1 ص 287 ، ج 2 ص 416 ؛ تفسیر قرطبی ج 14 ص 183 ؛ مسند احمد حنبل ج 6 ص 298

الخصال ص 550 ودوسری کتب خاصہ۔

5 صحیح بخاری، ج 4، ص 183 ، باب علامات البنوۃ فی الاسلام اور اس کتاب کے دوسرے مقامات؛ صحیح ابن حبان ج 15 ، ص 402 ، حدیث نمبر 6952 ، اور اہل سنت کی دوسری کتابیں؛ بحار الانوار ج 22 ص 484 ، اور شیعوں کی دوسری کتابیں ۔

6 بحار الانوار ج 43 ص 25 ۔

7 بحار الانوار ج 43 ص 76 ۔

8 بحار الانوار ج 43 ص 86 ۔(اے میری بیٹی دنیا کی سختیوں کو آخرت کی مٹھاس کے مقابل میں جلدی کرو(برداشت کرو)

9 بحار الانوار ج 43 ص 85 ۔

وپریشانی کو اس کی نعمت قرار دیتے ہوئے اس پر صبر کے بجائے حمد وشکر کو اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے ۔

آپ (ص) کے اخلاق وکردار کا نمونہ یہ ہے کہ خاک پر بیٹھتے(1)غلاموں کے ساتھ کھانا کھاتے اور بچوں کو سلام کرتے تھے (2)ایک صحرا نشین عورت آپ (ص) کے پاس سے گزری تو دیکھا آپ (ص) خاک پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں ۔ اس عورت نے کہا: اے محمد (ص)! تمہاری غذا غلاموں جیسی ہے اور بیٹھنے کا انداز بھی غلامو ں جیسا ہے ۔ آپ (ص) نے فرمایا: مجھ سے بڑھ کر غلام کون ہوگا(3)اپنے لباس کو اپنے ھاتھوں سے پیوند لگاتے ٤، بھیڑ کا دودھ نکالتے 5اور غلام وآزاد دونوں کی دعوت قبول کرتے تھے ۔ ٦

اگر مدینہ کے آخری کونے میں بھی کوئی مریض ہوتا اس کی عیادت کو جاتے (7)فقراء کے ساتھ ہم نشینی فرماتے اور مساکین کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ جاتے (8)آپ (ص) غلاموں کی طرح کھاتے اور غلاموں کی مانند بیٹھتے تھے(9)جو کوئی آپ (ص) سے ھاتھ ملاتا ،جب تک وہ خود نہ چھوڑتا آپ اپنا ھاتھ نہیں کھینچتے تھے ۔ (10)

جب کسی مجلس میں تشریف لاتے تو آنے والے جہاںتک بیٹھ چکے ہوتے ان کے بعد بیٹھ جاتے (11) اور کسی کی طرف ٹکٹکی باندھ کر نہیںدیکھتے ۔ (2)

پوری زندگی میں سوائے خدا کی خاطر کسی پر غضب نہ کیا ۔ (13)

ایک عورت آنحضرت (ص) کے ساتھ گفتگو کر رہی تھی ،بات کرتے وقت اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی تو آپ نے فرمایا :آرام واطمینان سے بات کرو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، میں اس عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتا تھی ۔ (14)

انس ابن مالک نے کہا: میں نو سال آنحضرت (ص) کی خدمت میں تھا آپ (ص) نے کبھی نہ کہا: "ایسا کام کیوں کیا؟" اور کبھی عیب جوئی نہ فرمائی ۔ (15)

ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے، انصار کے بچوں میں سے ایک بچی نے آکر آپ (ص) کے لباس کا ایک کونا پکڑا ۔ آپ (ص) اس کی حاجت روائی کے لئے اٹھے، لیکن نہ تو اس بچی نے کچھ کہا اور نہ آپ (ص) نے پوچھا کہ تمہیں کیا چاہیے ؟یہاں تک کہ یہ عمل چار مرتبہ تکرار ہوا ۔ چوتھی مرتبہ اس نے حضرت (ص) کے لباس سے دھاگہ توڑ لیا اور چلی گئی ۔ اس بچی سے پوچھا گیا: یہ تم نے کیا کام کیا؟

---

1. بحار الانوار ج 16 ص 222 ۔

2. بحار الانوار ج 16

3. بحار الانوار ج 16 ص 225 ۔

4. بحار الانوار ج 16 ص 227 ۔

5. بحار الانوار ج 16 ص 227 ۔

6. بحار الانوار ج 16 ص 227 ۔

7. بحار الانوار ج 16 ص 228 ۔

8. بحار الانوار ج 16 ص 228 ۔

9. بحار الانوار ج 16 ص 225 ۔

10. بحار الانوار ج 16 ص 228 ۔

11. بحار الانوار ج 16 ص 228 ۔(پوری عمر میں خدا کے علاہ کسی اور چیز کے خاطر غضب ناک نہیں ہوا)

12. بحار الانوار ج 16 ص 227 ۔

13. بحار الانوار ج 16 ص 227 ۔

14. بحار الانوار ج 16 ص 229 ۔

15. بحار الانوار ج 16 ص 230 ۔

اس بچی نے کہا: ہمارے یہاں ایک شخص مریض ہے۔مجھے بھیجا گیا کہ میں اس کی شفا کے لئے آنحضرت (ص) کے لباس سے دہاگہ توڑ کر آؤں ۔جب بھی میں دہاگہ لینا چاہتی تھی میں دیکھتی تھی کہ آنحضرت (ص) مجھے دیکھ رہے ہیں اور اجازت لینے میں مجھے شرم آتی تھی، یہاں تک کہ چوتھی بار دہاگہ نکالنے میں کامیاب ہو گئی [(1)] احترامِ انسان کے سلسلے میں، یہ واقعہ آنحضرت (ص) کی خاص توجہ کی نشاندہی کرتا ہے، کیونکہ اپنی فراست سے بچی کی حاجت اور سوال سے کراہت کو سمجھ کر اس کی حاجت روائی کے لئے چار مرتبہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے، لیکن یہ نہ پوچھا کہ اسے کیا چاہیئے، تاکہ اس کے لئے ذھنی پریشانی وذلتِ سوال کا باعث نہ ہو۔

اس باریکی اوردقت نظری سے بچی کی حرمت وعزت کا پاس رکھنے والے کی نظر مبارک میں بڑوں کے مقام ومنزلت کی کیا حد ہوگی ۔

جن دنوں یہودی، کافر ذمی کے عنوان سے اسلام کے زیر سایہ زندگی بسر کررہے تھے اور آنحضرت (ص) کا اقتدار اپنے عروج پر تھا۔ ایک یہودی کے چند دینار آپ (ص) پر قرض تھے ۔جب اس یہودی نے واپسی کا مطالبہ کیا، آپ(ص) نے فرمایا: "اس وقت میرے پاس تمہیں دینے کو کچھ نہیں ہے۔"

یہودی نے کہا: "میں اپنے دینار لئے بغیر آپ (ص) کو بالکل نہیں چھوڑوں گا ۔"

فرمایا: "اچھا میں تمہارے پاس بیٹھا ہوں۔" ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز وہیں ادا کی، صحابہ نے اس یہودی کو دہمکی دی، تو آپ (ص) نے فرمایا: "اس کے ساتہ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہو ؟"

اصحاب نے کہا: "یا رسول اللہ (ص)! اس یہودی کی یہ جرائت کہ آپ (ص) کو محبوس کرے؟"

فرمایا: "پروردگا رعالم نے مجھے اس لئے مبعوث نہیں کیا کہ ظلم کروں" ۔جیسے ہی دن چڑھا اس یہودی نے کہا: "اشھد ان لا الہ اللہ واشھد ان محمداًعبدہ ورسولہ، میں اپنے مال کا ایک حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہوں، خدا کی قسم! میں نے آپ (ص) کے ساتہ ایسا سلوک صرف اس لئے کیا تاکہ تورات میں آپ سے متعلق درج شدہ صفات کو عملی طورپر آپ (ص) میں دیکھ سکوں۔" [(2)]

عقبہ بن علقمہ کہتا ہے: میں علی (ع) کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ(ع) کے سامنے سوکھی روٹی رکھی تھی، پوچھا: اے امیرالمومنین (ع)! کیا آپ (ع) کی غذا یہی ہے ؟

فرمایا: رسول خدا (ص) کی روٹی اس سے زیادہ خشک اور لباس میرے لباس سے زیادہ کہردرا تھا۔ اگر میں آنحضرت (ص) کی طرح زندگی بسر نہ کروں تو مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ (ص) سے ملحق نہ ہوسکوں۔" [(3)]

جب امام زین العابدین علی ابن الحسین (ع) سے پوچھا گیا کہ آپ (ع) کی عبادت کو امیرالمومنین(ع) کی عبادت سے کیا نسبت ہے ؟آپ (ع) نے فرمایا: "میری عبادت کو میرے جد کی عبادت سے وہی نسبت حاصل ہے جو میرے جد کی عبادت کو رسول خدا (ص) کی عبادت سے نسبت تھی۔" [(4)]

زندگی کے آخری لمحات میں بھی اپنے قاتل سے درگزر کرتے ہوئے صفاتِ الٰہی کو اپنانے کا ایسا نمونہ پیش کیا جو خدا کی رحمت رحمانیہ کے ظہور کا عملی نمونہ ہے۔[5] (وَمَا ا رْ سَلْنَاکَ إِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ)[6] اور فقط اسی کو یہ کہنے کا حق ہے کہ ((إنما بعثت لا تمم مکارم الا خلاق))[7]

---

1 بحار الانوار ج 16 ص 264۔

2 بحار الانوار ج 16 ص 216۔

3 بحار الانوار ج 40 ص 331۔

4 بحار الانوار ج 41 ص 149۔

5 اصول کافی ج 2 ص 108 کتاب الایمان والکفر باب العفو ح نمبر 9۔

6 سورہ انبیاء، آیت 107۔ "نہیں بھیجا تم کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر"۔

7 بحار الانوار ج 16 ص 210۔(میں مبعوث ہوا ہوں تا کہ اخلاق کو پایہ تکمیل تک پہونچا سکوں)

ایسی شخصیت کے اخلاقی فضائل کی شرح کہاں ممکن ہے جس کے بارے میں خداوند عظیم نے یہ فرمایا ہوکہ (وَإِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ)[1]

آپ (ص) کی زندگی سے اخلاق و کردار کا مطالعہ و تحقیق، ہر با انصاف شخص کے لئے آپ (ص) کی نبوت پر ایمان کے لئے کافی ہے (یَا ا یُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا ا رْسَلْنَاکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاخ وَّدَاعِیاً إِلی اللهِ بِإِذْنِہ وَسِرَاجاً مُّنِیْرًا)[2]

اور یہ آسمانی کتب کی ان بشارتوں کا ظہور ہے جن کی سابقہ انبیاء علیہم السلام نے خبر دی تھی۔ اگرچہ تحریف کے ذریعے انہیں مٹانے کی مکمل کوشش کی گئی لیکن باقی ماندہ اثرات میں غور وفکر، اہلِ نظر کو حقائق تک پہنچانے کے لئے مشعل راہ ہے ۔ ھم ان میں سے دو نمونوں پر اکتفا کرتے ہیں :

1۔تورات ، سفر تثنیہ ، تینتیسویں باب میں ذکر ہوا ہے :"اور یہ ہے وہ برکت جو موسی جیسے مرد خدا نے اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو عطا کی اور کہا: یہوہ سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع کیا اور جبل فاران سے چمکا اور لاکھوں مقدسین کے ساتہ آیا اور اس کے دائیں ھاتہ سے ان کے لئے آتشیں شریعت ظاہر ہوئی ۔"

"سینا" وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ بن عمران پر وحی نازل ہوئی ۔ "سعیر" عیسیٰ بن مریم کے مبعوث ہونے کی جگہ اور "فاران" کا پہاڑ جہاں یہوہ چمکا، تورات کی گواہی کے مطابق "مکہ" کا پہاڑ ہے۔

کیونکہ سفر تکوین کے اکیسویں باب میں حضرت ھاجرہ اور اسماعیل سے مربوط آیات میں مذکور ہے کہ :"خدا اس بچے کے ساتہ تھا اور وہ پروان چڑہ کر، صحرا کا ساکن ہوا اور تیر اندازی میں بڑا ہوا اور فاران کے صحرا میں سکونت اختیار کی، اس کی ماںنے اس کے لئے مصر سے بیوی کا انتخاب کیا۔"

"فاران "مکہ معظمہ ہے، جہاں حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد رہائش پذیر تھے اور کوہ حرا سے آتشیں شریعت اور فرمان (یَا ا یُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ)[3] کے ساتہ آنے والا پیغمبر آنحضرت (ص) کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے؟

اور کتاب حبقّوق(حیقوق)نبی کے تیسرے باب میں نقل ہوا ہے کہ :"خدا تیمان سے آیا اور قدوس فاران سلاہ کے پہاڑ سے ، اس کے جلال نے آسمانوں کو ڈھانپ لیا اور زمین اس کی تسبیح سے لبریز ہوگئی ، اس کا پر تو نور کی مثل تھا اور اس کے ھاتھوں سے شعاع پھیلی۔ "

مکہ معظمہ کے پہاڑ سے آنحضرت (ص) کے ظہور کی بدولت ہی یہ ہوا کہ ساری زمین ((سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر))کی صداو ںٔ سے گونج اٹھی اور ((سبحان ربی العظیم وبحمدہ))و((سبحان ربی الا عٔلی وبحمدہ)) ساری دنیا کے مسلمانوں کے رکوع و سجود میں منتشر ہوئے۔

2۔ انجیل یوحنا کے چودہویں باب میں مذکور ہے کہ: "اور میں اپنے والد سے چاہوں گا اور وہ تمہیں ایک اور تسلی دینے والا عطا کرے گا جو ہمیشہ کے لئے تمہارے ساتھ رہے۔"

اور پندرہویں باب میں مذکور ہے کہ: "اور جب وہ تسلی دینے والا آئے، جسے والد کی جانب سے تمہارے لئے بھیجوں گا یعنی حقیقی روح جو والد سے صادر ہوگی، وہ میری گواہی دے گی۔"

اصلی نسخے کے مطابق، عیسیٰ جس کے متعلق خدا سے سوال کریں گے، کو "پارقلیطا" کے نام سے یاد کیا گیا ہے جو "پریکلیطوس "ہے اور اس کا ترجمہ "تعریف کیا گیا"، "احمد" اور "محمد" کے موافق ہے، لیکن "انجیل "لکھنے والوں نے اسے "پاراکلیطوس" میں تبدیل کرکے "تسلی دینے والا" کے معنی میں بیان کیا ہے۔

اور یہ حقیقت انجیل برنابا کے ذریعے واضح و آشکار ہوگئی کہ اس میں "فصل 112 " میں نقل ہوا ہے کہ: "-(13) اور اے برنابا !جان لوکہ اس لئے میرے اوپر اپنی نگہداری واجب ہے اور نزدیک ہے کہ (عنقریب) میرا ایک شاگرد مجھے تیس کپڑوں کے عوض نقد بیچ دے گا (14) اور لہذا مجھے یقین ہے کہ مجھے بیچنے والا میرے نام پر مارا جائے گا(15) کیونکہ خدا مجھے زمین سے اٹھا لے گا اور اس خائن کی صورت اس طرح بدل دے گا کہ ہر شخص گمان کرے گا کہ میں ہوں (16) اور اس کے

---

1 سورہ قلم، آیت 4۔ "یقینا اے محمد! آپ خلق عظیم پر فائز ہیں"

2 سورہ احزاب، آیت 46،45۔ "اے پیغمبر! ہم نے تم کو لوگوں پر گواہ، بشارت دہندہ اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اللہ کے اذن سے اس کی طرف دعوت دینے والا، اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے"۔

3 سورہ توبہ، آیت 73۔ "اے پیغمبر! کفار و منافقین کے ساتھ جہاد کرو"۔

ساتھ جو وہ بدترین موت مرے گا میں بچ جاؤں گا اور دنیا میں دراز مدت تک رہوں گا ((17)) لیکن جب محمد پیغمبر خدا ((محمد رسول اللہؐ)) آئے گا مجھ سے یہ عیب اٹھا لیا جائے گا "۔

اور محمد رسول اللہ (ص) کی بشارت انجیل کی فصول میں ذکر ہوئی ہیں ۔

اور اس انجیل کی بعض فصول میں ((محمد رسول اللہؐ)) کے عنوان سے بشارتیں مذکور ہیں ، جیسا کہ انتالیسویں فصل میں ہے: "اور جب آدم اپنے قدموں پر کھڑا ہوا تو اس نے فضا میں کلمات لکھے ہوئے دیکھے جو سورج کی طرح چمک رہے تھے کہ جن کی صریح نص یہ تھی ((لا الہ الا اللہؐ)) اور ((محمد رسول اللہؐ)) ((15)) پس اس وقت آدم نے لب کھولے اور کہا : اے پروردگار ! میرے خدا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ مجھے زندگی عطا کر کے تو نے اپنا تفضل فرمایا ((16)) لیکن تیری بارگاہ میں فریاد کرتا ہوں کہ تو مجھے ان کلمات ((محمد رسول اللہؐ)) کے معنی بتا دے ((17)) پس خدا نے جواب دیا : مرحبا ! اے میرے عبد آدم ((18)) بے شک میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم پہلے شخص ہو جسے میں نے خلق کیا ہے۔"

اور اکتالیسویں فصل میں ہے: "((33)) جب آدم نے توجہ کی تو دروازے کے اوپر ((لا الہ الا اللہؐ، محمد رسول اللہؐ)) لکھا ہوا دیکھا۔ "

اور چھیانویں فصل میں ہے: "((11)) اس وقت خدا جہان پر رحم فرمائے گا اور اپنے پیغمبر کو بھیجے گا، جس کے لئے ساری دنیا خلق کی ہے ۔ ((12)) جو قوت کے ساتھ جنوب کی جانب سے آئے گا اور بتوں اور بت پرستوں کو ھلاک کردے گا ۔ ((13)) اور شیطان کے انسان پر تسلط کو جڑ سے اکھاڑ

پھینکے گا ((14)) اور خدا کی رحمت سے خود پر ایمان لانے والوں کی خلاصی کے لئے آئے گا 15)) اور جو اس کے سخن پر ایمان لائے گا بابرکت ہوگا۔ "))

اور ستانویں فصل میں ہے: "((1)) اور اس کے باوجود کے میں اس کے جوتوں کے تسمے کھولنے کے قابل نہیں ہوں، خدا کی رحمت سے اس کی زیارت سے شرفیاب ہوا ہوں۔ "

تورات اور انجیل کی بشارتوں کو ثابت کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ رسول خدا (ص) نے یہودیوں، نصاریٰ اور ان کے احبار، قسیسین اور سلاطین کو اسلام کی دعوت دی۔ یہود کے اس اعتقاد کہ (عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ)[1] اور نصاریٰ کے اعتقاد (إِنَّ اللهَ ثَالِثُ ثَلاثَةٍ)[2] کو غلط قرار دیتے ہوئے ان کے مقابلے میں قیام کیا اور مکمل صراحت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں وہی ہوں جس کی بشارت تورات وانجیل میں دی گئی ہے (اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَه مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَ الْإِنْجِيْلِ)[3] (وَإِذْقَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ إِنيّ رَسُوْلُ اللهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِى اسْمُه اَحْمَدُ) [4]

اگر آپ(ص)کا دعوی سچا نہ ہوتا تو کیا ان دشمنوں کے سامنے جو اپنی معنوی اور مادی سلطنت کو خطرے میں دیکھ رہے تھے اور ہر کمزور پہلو کی تلاش و جستجو میں تھے، پیغمبر اکرم(ص) کا اس قاطعیت سے اعلان کرنا ممکن تھا؟!

احبار،[5] قسیسین،[6] علماء یہود و نصاریٰ اور سلاطین، جنہوں نے آپ(ص) کے مقابلے میں ہر حربے کا سہارا لیا، یہاں تک کہ جنگ اور مباہلہ سے عاجز ہو کر جزیہ دینا قبول کر لیا، پیغمبر اسلام (ص) کے اس دعوے کے مقابلے میں کس طرح لا چار ہو کر رہ گئے اور ان کے لئے ممکن نہ رہا کہ آنحضرت(ص) کے اس دعوے کا انکار کر کے، آپ کی تمام باتوں کو سرے سے غلط ثابت کردیں !آنحضرت(ص) کا صریح دعوی اور علماء و امراء یہود و نصاریٰ کا حیرت انگیز سکوت، آپ(ص) کے عصرِ ظہور میں ان بشارتوں کے ثبوت پر برہانِ قاطع ہے۔

---

1 سورہ توبہ، آیت 30 ۔ "عزیز اللہ کے بیٹے ہیں"۔

2 سورہ مائدہ، آیت 73 ۔ "خدا ان تین میں کا تیسرا ہے"۔

3 سورہ اعراف، آیت 157 ۔ "جو لوگ کہ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں"۔

4 سورہ صف، آیت 6۔ "اور اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے پہلے کی کتاب توریت کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد کے لئے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہے"۔

5 احبار: علمائے یہود۔

6 قسیسین: علمائے نصاریٰ۔

اگرچہ اس کے بعد حب جاہ ومقام اورمال ومتاع کی وجہ سے انہیںتحریف کے علاوہ کوئی دوسری راہ نہ سوجھی کہ جس کا نمونہ فخرالاسلام نے اپنی کتاب "انیس الاعلام" میں اپنے ذاتی حالات کا تذکرہ کرتے وقت پیش کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :میں ارومیہ کے گرجا گھر میں متولد ہوا اور تحصیل علم کے آخری ایام میں کیتھولک فرقے کے ایک بڑے عالم سے استفادہ کرنے کا موقع میسر ہوا۔

اس کے درس میں تقریبا چار سو سے پانچ سو افراد شرکت کرتے تھے۔ ایک دن استاد کی غیر موجودگی میں شاگردوں کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ جب استاد کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے پوچھا بحث کیا تھی؟ میں نے کہا: "فارقلیط" کے معنی کے بارے میں۔ استاد نے اس بحث میں شاگردوں کے نظریات معلوم کرنے کے بعد کہا: "حقیقتکچھ اور ہے"، پھر اس مخزن کی جسے میں اس کا خزانہ تصور کرتا تھا،

چابی مجھے دی اور کہا :"اس صندوق میں سے دو کتابیں جن میں سے ایک سریانی اور دوسری یونانی زبان میں جو حضرت خاتم الانبیاء کے ظہور سے پہلے کہال پر لکھی ہوئی ہے، لے کر آؤ۔"

پھر مجھے دکھایا کہ اس لفظ کے معنی "احمد" اور "محمد" لکھے ہوئے تھے اور مجھ سے کہا: "حضرت محمد (ص) کے ظہور سے پہلے عیسائی علماء میں اس کے معنی میں کوئی اختلاف نہ تھا اور آنحضرت (ص) کے ظہور کے بعد تحریف کی"۔ میں نے نصاریٰ کے دین سے متعلق اس کا نظریہ دریافت کیا۔ اس نے کہا: "منسوخ ہوچکا ہے۔ اور نجات کا طریقہ محمد (ص) کی پیروی میں منحصر ہے۔" میں نے اس سے پوچھا: "اس بات کا تم اظہار کیوں نہیں کرتے ؟"

اس نے عذر یہ بیان کیا تھا کہ اگر اظہار کروں مجھے مار ڈالیں گے اور اس کے بعد ہم دونوں روئے اور میں نے استاد سے یہ استفادہ کرنے کے بعد اسلامی ممالک کی طرف ھجرت کی[(1)] ان دو کتابوں کا مطالعہ اس عالی مقام راہب کے روحی انقلاب کا سبب بنا اور اسلام لانے کے بعد عیسائیت کے بطلان اور حقانیت اسلام کے بارے میں کتاب انیس الاعلام لکھی جو عہد قدیم[(2)] وجدید[(3)] میں اس کے تتبع اور تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

معاد

معاد پر اعتقاد دو راہوں سے حاصل ہوتا ہے :دلیلِ عقلی اور عقل پر مبنی دلیل نقلی

دلیل عقلی:

1۔ ہر عاقل کی عقل یہ درک کرتی ہے کہ عالم وجاہل، اخلاق فاضلہ مثال کے طورپر بخشش وکرم سے آراستہ اور اخلاق رذیلہ مثال کے طورپر بخل وحسد سے آلودہ اور نیک وبد انسان برابر نہیں ہیں اور کسی کو اس کے عمل کے مطابق جزا وسزا نہ دینا ظلم ہے ۔

اور جیسا کہ اس زندگی میں اچھے اعمال بجالانے والوں کو اچھائی کی جزا اور برے اعمال بجا لانے والوں کو برائی کی سزا ملنا چاہیے نہیں ملتی، لہٰذا اگر اس کے علاوہ عقائد، اخلاق اور اعمال سے متناسب عذاب وثواب پر مشتمل کوئی دوسری زندگی نہ ہو تو یہ ظلم ہوگا اور اسی بناء بر حشر ونشر، حساب و کتاب اور ثواب و عقاب کا ہونا عدل پروردگار کا عین تقاضا ہے (ا مۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی ٱلا رۡضِ ا مۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ) [4]

2۔ خداوند متعال حکیم ہے لہٰذا عبث ولغو عمل اس سے صادر نہیں ہوتا، اس نے انسان کو خلق کیا اور اسے نباتات وحیوانات کے لئے ضروری صفات، مثال کے طورپر دفع وجذب اور شہوت وغضب، کے ساتھ ساتھ ایسی صفات سے مزین کیا کہ جو اسے علمی کمالات، اخلاقی فضائل اور شائستہ گفتار ورفتار کی جانب دعوت دیتی ہے۔ کمالات تک پہنچنے کے لئے کسی حد پر نہیں ٹھہرتی اور علم وقدرت کے کسی بھی مرتبے تک پہنچنے کے باوجود اگلے مراحل کی پیاس باقی رہتی ہے ۔پھر انبیاء علیہم السلام کو اسی فطرت کی تربیت کے لئے بھیجا تاکہ اسے نامتناہی کمال کی ابتداء کی جانب ہدایت کریں

---

1 انیس الاعلام ج 1 ص 6۔

2 عہد قدیم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور احکامات۔

3 عہد جدید: وحی و الہام کا وہ مجموعہ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تالیف کیا گیا۔

4 سورہ ص، آیت 28 ۔ "کیا ہم ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین میں فساد برپا کرنے والوں جیسا قرار دیدیں یا صاحبان تقویٰ کو فاسق و فاجر افراد جیسا قرار دیدیں"۔

۔اگر انسان کی زندگی اسی دنیا تک محدود ہوتی تو اس فطرت کا وجود اور ہدایت کے لئے انبیاء کی بعثت لغو وعبث قرار پاتی ۔

لہٰذا ، حکمت خداوندِ متعال کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی زندگی اسی حیات مادی وحیوانی تک ختم نہ ہو بلکہ اس کمال کو پانے کے لئے جو خلقت کا مقصد ہے آئندہ بھی جاری ہے (ا فَ۔َحَسِبْتُمْ ا نَّ۔َمَا خَلَقْنَاكُم عَبَثاً وَّ ا نَّ۔َكُمْ إِلَيْنَا لاَ تُرْجَعُوْنَ)[1]

3۔فطرت انسانی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہر صاحب حق کواس کا حق اور ظالم کے مقابلے میں ہر مظلوم کو انصاف ملنا چاہیے اوریہی فطرت ہے جو ہر دین ومسلک سے تعلق رکھنے والے انسان کو، عدل وانصاف فراہم کرنے کے لئے، قوانین اور عدالتیں بنانے پر مجبور کرتی ہے۔

نیزیہ بات بھی واضح وروشن ہے کہ دنیاوی زندگی میں بہت سے ظالم ،مسند عزت واقتدارپر زندگی بسر کرتے ہیں اور مظلوم تازیانوں اور شکنجوں میں سسک سسک کر جان دے دیتے ہیں ۔ حکمت ،عدل ،عزت اور رحمت خداوند متعال کا تقاضا یہ ہے کہ ظالموں سے ان مظلوموں کا بدلہ لیا جائے (وَلاَ تَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ إِنَّمَا يُو خِّ۔ِرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ اْلا بْ۔ْصَارُ)[2]

4۔حکمت خداوند متعال کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی غرضِ خلقت اور مقصد وجودتک رسائی کے لئے ،اسے وسائل فراہم کرے ، جو اسباب سعادت کے حکم اور اسباب شقاوت سے نہی کئے بغیر میسر نہیں۔ اسی طرح انسانی ہویٰ وہوس کے مخالف قوانینِ الٰہی کا اجراء بغیرخوف ورجاء کے ممکن نہیںاور یہ دونوں بشارت وانذار کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتے ، اُدہر بشارت وانذار کا لازمہ یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ثواب وعقاب اور نقمت ونعمت ملے ورنہ بشارت وانداز کو جھوٹ ماننا پڑے گا، جب کہ خداوندِ متعال ہر قبیح سے منزہ ہے ۔

دلیل نقلی:

تمام ادیان آسمانی معاد کے معتقدہیں اور اس اعتقادکی بنیاد پیغمبرانِ الٰہی کا خبر دینا ہے ۔ ان کا خبر دینا وحی الٰہی سے مستند ہے ، جب کہ عصمت انبیاء علیہم السلام اوروحی کا ہر خطاولغزش سے محفوظ ہونا معادپر ایمان اور اعتقاد کو ضروری و واجب قرار دیتا ہے ۔

معاد اور حشر ونشر کے منکرین کے پاس پیغمبروں کی اس خبر کے مقابلے میں اسے بعید الوقوع کہنے کے علاوہ کوئی دوسرا بہانہ نہ تھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں ؟بوسیدہ وخاک ہونے کے بعد یہ مردہ وپراگندہ ذرات آپس میں مل کر نئی زندگی کیسے پا سکتے ہیں ؟

جب کہ وہ اس بات سے غافل ہیں کہ بے جان و پراگندہ اجزاء ہی سے تو زندہ موجودات کو بنایا گیا ہے ۔ وہی علم، قدرت اور حکمت جس نے بے جان ومردہ مادّے کو خاص ترکیب اور مخصوص نظام کے ساتہ حیات وزندگی قبول کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے اور جو انسان جیسے ان تمام اعضاء

وقوتوں کے مجموعے کو بغیر کسی سابقہ مثال ونمونے کی موجودگی کے بنا سکتا ہے وہ انسان کے مرنے اور منتشر ہونے کے بعد اس کے تمام ذرات کو ،چاہے کہیں بھی ہوں اور کسی بھی حالت میں ہوں،جو اس کے احاطہ علم ونظروں سے اوجھل نہیں، جمع کر سکتا ہے اور جس قدرت کے ساتہ پہلی مرتبہ بغیر کسی مثال ونمونے کے خلق فرمایا تھا دوسری بار نمونے اور سابقہ تجربے کے ہوتے ہوئے جو اور بھی زیادہ آسان ہے، انجام دے سکتا ہے (قَالُوا ا إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَاباً وَّعِظَامًا ا إِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ)[3]

(ا وَ َلَيْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْا رْ ضَ بِقَادِرٍ عَلٰیٰ ا نْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰیٰ وَهُوَ الخَلاَّقُ الْعَلِيْمُ) [4]

وہ قدرت جو سر سبز درختوں سے آگ کو روشن اور خزاں کی موت کے بعد مردہ زمین کو ہر بہار میں زندگی عطا کرتی ہے، اس کے لئے موت کے بعد زندگی عطا کرنا ہر گز مشکل کام نہیں (اَلّذِی

---

1 سورہ مومنون، آیت 115 ۔"کیا تمہارا خیال یہ تھا کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹا کر نہیں لائے جاوگے"۔

2 سورہ ابراہیم، آیت 42 ۔"اور خبردار خدا کو ظالمین کے اعمال سے غافل نہ سمجھ لینا کہ وہ انہیں اس دن کے لئے مہلت دے رہا ہے جس دن آنکھیں (خوف سے)پتھرا جائیں گی"۔

3 سورہ مومنون، آیت 82 ۔"کیا اگر ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈی ہوگئے تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں"۔

4 سورہ یس، آیت 81 ۔"تو کیا جس نے زمین وآسمان کو پیدا کی ہے وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان کا مثل دوبارہ پیدا کردے یقینا ہے اور وہ بہترین پیدا کرنے والا اور جاننے والاہے"۔

جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْا خْضَرِ نَارًا فَإِذَا ا نْتُمْ مِنْهُ تُوْقِدُوْنَ)[1](اِعْلَمُوْا ا نَّ اللهَ يُحْيِ الْا رْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُم الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ)[2]

وہ قدرت جو ہر رات، انسان کے ادراک کی مشعل کو نیند کے ذریعے بجھاتی اور اس سے علم واختیار کو سلب کرلیتی ہے، موت کے ذریعے بجھنے کے بعد بھی اسے دوبارہ ادراک کی روشنی عطا کرنے اور فراموش شدہ معلومات کو پلٹانے پر قادر ہے ((لتموتن کما تنامون ولتبعثن کما تستیقظون))[3]

امامت

شیعہ وسنی کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں خلیفہ پیغمبر (ص) کا ہونا ضروری ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا پیغمبر اسلام (ص) کے خلیفہ کی خلافت انتصابی ہے یا انتخابی۔

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ خدا اور رسول (ص) کی جانب سے کسی کے معین کئے جانے کی ضرورت نہیں بلکہ خلیفہ رسول امت کے انتخاب سے معین ہوجاتا ہے جب کہ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم کے انتخاب کے بغیر جو درحقیقت خدا کی جانب سے انتخاب ہے، کوئی بھی فرد خلافت کے لئے معین نہیں ہوسکتا۔ اس اختلاف میں حاکمیت عقل، قرآن اور سنت کے ھاتہ ہے۔

الف۔ قضاوتِ عقل

اور اس کے لئے تین دلیلیں کافی ہیں:

1۔ اگر ایک موجد ایسا کارخانہ بنائے جس کی پیداوار قیمتی ترین گوہر ہو اور اس ایجاد کا مقصد پیداوار کے اس سلسلے کو ہمیشہ باقی رکھنا ہو، یہاں تک کہ موجد کے حضوروغیاب اور زندگی وموت،

غرض ہر صورت میں اس کام کو جاری رکھنا نہایت ضروری ہو، جب کہ اس پیداوار کے حصول کے لئے، اس کارخانے کے آلات کی بناوٹ اور ان کے طریقہ کار میں ایسی ظرافتوں اور باریکیوں کا خیال رکھا گیا ہو جن کے بارے میں اطلاع حاصل کرنا، اس موجد کی رہنمائی کے بغیر نا ممکن ہو، کیا یہ بات قابل یقین ہے کہ وہ موجد اس کام کے لئے ایک ایسے دانا شخص کو معین نہ کرے جو اس کارخانے کے آلات کے تمام رازوں سے باخبر ہو اور ان کے صحیح استعمال سے واقف ہو ؟! بلکہ اس کارخانے کے انجینئیر کے انتخاب کا حق مزدوروں کو دے دے جو ان آلات سے نا آشنا اور ان دقتوں اور باریکیوں سے نا واقف ہیں ؟!

وہ باریک بینی جس کا انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں جاری ہونے والے الٰہی قوانین، سنن اور تعلیمات میں خیال رکھا گیا ہے جو کارخانہ دین خدا کے آلات واوزار ہیں، کہ جس کارخانے کی پیداوار، خزانہ وجود کا قیمتی ترین گوہر، یعنی انسانیت کو معرفت وعبادتِ پروردگار کے کمال تک پہچانا اور شہوت انسانی کو عفت، غضب کو شجاعت اور فکر کو حکمت کے ذریعے توازن دے کر، انصاف

وعدالت پر مبنی معاشرے کا قیام ہے، کیامذکورہ موجد کے ایجادکردہ کار خانے میں جاری ہونے والی باریکی اور دقت نظری سے کم ہے؟!

جس کتاب کی تعریف میں خداوند متعال نے فرمایا (وَنَزَّلْنَا عَلَيْکَ الْکِتَابَ تِبْيَانًا لِکُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً)[5] اور (کِتَابٌ ا نْزَلْنٰهُ إِلَيْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلىَ النُّوْرِ)[5] اور (وَمَا ا نْزَلْنَا عَلَيْکَ الْکِتَابَ ا لِاَّ

---

1 سورہ یس، آیت 80 ۔ "اس نے تمہارے لئے هرے درخت سے آگ پیدا کردی ہے تو تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو"۔

2 سورہ حدید، آیت 17 ۔ "یاد رکھو کہ خدا مردہ زمینوں کا زندہ کرنے والا ہے اور ہم نے تمام نشانیوں کو واضح کر کے بیان کردیا تاکہ تم عقل سے کام لے سکو"۔

3 بحار الانوار ج 7 ص 47 (یقینا تم موت کے گہاٹ اتروگے جیسے تم سوتے ہو اور دوبارہ زندہ کئے جاو گے جیسا کہ تم سوکر دوبارہ جاگتے ہو)

4 سورہ نحل، آیت 89 ۔ "اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس میں ہر شے کی وضاحت موجود ہے اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے "۔

5 سورہ ابراہیم، آیت 1۔ "کتاب جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو حکم خدا سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں"۔

لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ اخْتَلَفُوْافِيْهِ)[1]اس کتاب کے لئے ایسے مبیّن کا ہونا ضروری ہے جو اس کتاب میں موجود ہر اس چیز کا استخراج کر سکے جس کے لئے یہ کتاب تبیان بن کر آئی ہے، ایک ایسا فرد جو انسان کے فکری، اخلاقی اور عملی ظلمات پر احاطہ رکھتے ہوئے، عالم نور کی جانب انسان کی رہنمائی کر سکے،

جو نوع انسان کے تمام تر اختلافات میں حق و باطل کو بیان کر سکتا ہو، کہ جن اختلافات کی حدود مبداء ومعاد سے مربوط وجود کے عمیق ترین ایسے مسائل، جنہوں نے نابغہ ترین مفکرین کو اپنے حل میں الجھا رکھا ہے، سے لے کر مثال کے طور پر ایک بچے کے بارے میں دو عورتوں کے جھگڑے تک ہے جو اس بچے کی ماں ہونے کی دعویدار ہیں۔

کیا یہ بات تسلیم کی جا سکتی ہے کہ عمومی ہدایت، انسانی تربیت، مشکلات کے حل اور اختلافات کے مٹانے کے لئے قرآن کی افادیت، پیغمبر اکرم (ص) کی رحلت کے ساتھ ختم ہو گئی ہو؟!

آیا خدا اور اس کے رسول (ص) نے اس قانون اور تعلیم وتربیت کے لئے کسی مفسر و معلم اور مربی کا انتظام نہیں کیا؟! اور کیا اس مفسر و معلم ومربی کو معین کرنے کا اختیار، قران کے علوم ومعارف سے بے بہرہ لوگوں کو دے دیا ہے؟!

2۔ انسان کی امامت ورہبری یعنی عقلِ انسان کی پیشوائی وامامت، کیونکہ امامت کی بحث کا موضوع "انسان کا امام ہے" اور انسان کی انسانیت اس کی عقل وفکر سے ہے ((دعامة الإنسان العقل))[2]

خلقت انسانی کے نظام میں بدن کی قوتیں اور اعضاء، حواس کی رہنمائی کے محتاج ہیں، اعصاب حرکت کو اعصاب حس کی پیروی کی ضرورت ہے اور خطا ودرستگی میں حواس کی رہبری عقلِ انسانی کے ہاتھ ہے، جب کہ محدود ادراک اور خواہشاتِ نفسانی سے متاثر ہونے کی وجہ سے خود عقلِ انسان کو ایسی عقلِ کامل کی رہبری کی ضرورت ہے جو بیماری وعلاج اور انسانی نقص وکمال کے عوامل پر مکمل احاطہ رکھتی ہو اور خطا وہویٰ سے محفوظ ہو، تاکہ اس کی امامت میں انسانی عقل کی ہدایت تحقق پیدا کر سکے اور ایسی کامل عقل کی معرفت کا راستہ یہی ہے کہ خدا اس کی شناخت کروائے۔ اس لحاظ سے امامت کی حقیقت کا تصور، خدا کی جانب سے نصب امام کی تصدیق سے جدا نہیں۔

3۔ چونکہ امامت قوانین خدا کی حفاظت، تفسیر اور ان کا اجراء ہے، لہٰذا جس دلیل کے تحت قوانین الٰہی کے مبلغ کا معصوم ہونا ضروری ہے اسی دلیل سے محافظ، مفسر اور قوانین الٰہی کے اجراء کنندہ کی عصمت بھی ضروری ہے اور جس طرح ہدایت، جو کہ غرض بعثت ہے، اس وقت باطل ہو جاتی ہے جب مبلّغ میں خطا وہویٰ آجاتی ہے، اسی طرح مفسر ومجری قوانین الٰہی کا خطا کار ہونا اور خواہشات کے زیر اثر آجانا، اضلال وگمراہی کا سبب ہے اور معصوم کی پہچان خداوندِ متعال کی رہنمائی کے بغیر ناممکن ہے۔

ب۔ قضاوت قرآن:

اختصار کی وجہ سے تین آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

پہلی آیت :

(وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ ا ئِۓمَّةً یَّهْدُوْنَ بِا مْ۫رِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ) [3]

ہر درخت کی شناخت اس کی اصل وفرع، جڑ اور پہل سے ہوتی ہے۔ شجر امامت کی اصل وفرع، قرآن مجید کی اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔

صبر اور آیات خداوند کریم پر یقین، امامت کی اصل ہے اور یہ دو لفظ انسان کے بلند ترین مرتبہ کمال کو بیان کرتے ہیں کہ کمال عقلی کی بناء پر ضروری ہے کہ امام معرفت الٰہی اور آیات ربانی ۔ کہ جن آیات کو صیغہ جمع کے ساتہ ذات قدوس الٰہیہ کی جانب نسبت دی ہے۔ کے لحاظ سے یقین کے مرتبہ پر

---

1 سورہ نحل، آیت 64 ۔ "اور ہم نے آپ پر کتاب صرف اس لئے نازل کی ہے کہ آپ ان مسائل کی وضاحت کردیں جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں"۔

2 بحار الانوار ج 1 ص 90 (انسان کا ستون اس کی عقل ہے)

3 سورہ سجدہ، آیت 24 ۔ "اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام اور پیشوا قرار دیا ہے جو ہمارے امر سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا ہے اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے"۔

اور ارادے کے اعتبار سے مقام صبر پر، جو نفس کو مکروہات خدا سے دور اور اس کے پسندیدہ اعمال پر پابند کردینے کا نام ہے، فائز ہو اور یہ دو جملے امام کے علم اور اس کی عصمت کے بیان گر ہیں۔

فرعِ امامت، امرِ خدا کے ذریعے ہدایت کرنا ہے اور امرِ الٰہی کے ذریعے ہدایت سے عالَم خلق اور عالَم امر کے مابین وساطتِ امام ثابت ہوتی ہے اور خود یہی فرع جو اس اصل کا ظہور ہے، امام کے علم و عصمت کی آئینہ دار ہے۔

وہ شجرہ طیبہ جس کی اصل وفرع یہ ہوں، اس کی پرورش قدرت خدا کے بغیر ناممکن ہے،

اسی لئے فرمایا: (وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ ا ئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِا مْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوْا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ)

دوسری آیت:

(وَإِذِ ابْتَلٰی إِبْرَاهِيْمَ رَبُّه بِكَلِمَاتٍ فَا تَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِی قَالَ لاَ يَنَال عَهْدِی الظَّالِمِيْنَ)[1]

امامت وہ بلند مقام و منصب ہے جو حضرت ابراہیم (ع) کو کٹھن آزمائشوں، مثال کے طور پر خدا کی راہ میں بیوی اور بچے کو بے آب و گیاہ بیابا ن میں تنہا چھوڑنے، حضرت اسماعیل کی قربانی اور آتش نمرود میں جلنے کے لئے تیار ہونے، اور نبوت ورسالت وخلت جیسے عظیم مراتب طے کرنے کے بعد نصیب ہوا اور خداوند متعال نے فرمایا (إِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ إِمَامًا) اس مقام کی عظمت نے آپ علیہ السلام کی توجہ کو اتنا زیادہ مبذول کیا کہ اپنی ذریت کے لئے بھی اس مقام کی درخواست کی تو خداوند متعال نے فرمایا (لاَ يَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِيْن)

اس جملے میں امامت کو خداوند متعال کے عہد سے تعبیر کیا گیا ہے جس پر صاحب عصمت کے علاوہ کوئی دوسرا فائز نہیں ہو سکتا اور اس میں بھی شک وتردید نہیں کہ حضرت ابراہیم(ع) نے اپنی پوری کی پوری نسل کے لئے امامت نہیں چاہی ہوگی کیونکہ یہ بات ممکن ہی نہیں کہ خلیل اللہ نے عادل پرودرگار سے کسی غیر عادل کے لئے انسانیت کی امامت کو طلب کیا ہو، لیکن چونکہ حضرت ابراہیم (ع) نے اپنی عادل ذریت کے لئے جو درخواست کی تھی، اس کی عمومیت کا دائرہ ذریت کے اس فرد کو بھی شامل کررہا تھا جس سے گذشتہ زمانے میں ظلم سرزد ہوچکا ہو۔ لہٰذا خدا کی جانب سے دئے گئے جواب کا مقصد یہ تھا کہ ایسے عادل کے حق میں آپ کی یہ دعا مستجاب نہیں جن سے پہلے گناہ سرزد ہو چکے ہیں بلکہ حکم عقل وشرع کے مطابق امامت مطلقہ کے لئے عصمت وطہارت مطلقہ شرط ہیں۔

تیسری آیت :

(یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ا طٗ ِیْعُو اللهَ وَا طٗ ِیْعُوا لرَّسُوْلَ وَا وٗ ْلِی اْلا مٗ ْرِ مِنْکُمْ)[2]

اس آیت کریمہ میں اولی الامر کو رسول پر عطف لیا گیا ہے اور دونوں میں ایک (اطیعوا) پر اکتفا کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اطاعت اولی الامر اور اطاعت رسول (ص) کے وجوب کی سنخ و حقیقت ایک ہی ہے اور اطاعت رسول (ص) کی طرح، جو وجوب میں بغیر کسی قید و شرط اور واجب میں بغیر کسی حد کے، لازم وضروری ہے اور اس طرح کا وجوب ولی امر کی عصمت کے بغیر ناممکن ہے، کیونکہ کسی کی بھی اطاعت اس بات سے مقید ہے کہ اس کا حکم، اللہ تعالی کے حکم کا مخالف نہ ہو اور عصمت کی وجہ سے معصوم کا فرمان، خدا کے فرمان کے مخالف نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس کی اطاعت بھی تمام قیود و شرائط سے آزاد ہے۔

اس اعتراف کے بعد کہ امامت، در حقیقت دین کے قیام اور مرکزِ ملت کی حفاظت کے لئے،رسول (ص)کی ایسی جانشینی کا نام ہے کہ جس کی اطاعت وپیروی پوری امت پر واجب ہے[3] اور (إن

---

1 سورہ بقرہ، آیت 124 ۔"اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے کلمات کے ذریعہ ابراہیم کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام بناتے ہیں ۔انہوں نے عرض کیا کہ میری ذریت ؟ارشاد ہوا کہ یہ میرا عہدہ (امامت) ظالمین تک نہیں جائے گا"۔

2 سورہ نساء، آیت 59 ۔"ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کروجو تم میں سے ہیں"۔

3 شرح المواقف ج 8 ص 345 ۔

اللهَ يَا مُ‌ُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ)[1] (يَا مُ‌ُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ)[2] کے مطابق اگر ولی امر معصوم نہ ہو تو اس کی اطاعت مطلقہ کا لازمہ یہ ہے کہ خدا ظلم و منکر کا امر کرے اور عدل و معروف سے نہی کرے۔

اس کے علاوہ، ولی امر کے غیر معصوم ہونے کی صورت میں عین ممکن ہے کہ اس کا حکم خدا اور رسول کے فرمان سے ٹکرائے اور اس صورت میں اطاعتِ خدا و رسول (ص) اور اطاعت ولی امر کا حکم، اجتماع ضدین اور ایک امر محال ہو گا۔

لہٰذا، نتیجہ یہ ہوا کہ کسی قید و شرط کے بغیر اولی الامر کی اطاعت کا حکم، اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا حکم خدا اور رسول کے فرمان کے مخالف نہیں ہے اور خود اسی سے عصمت ولی امر بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

اور یہ کہ معصوم کا تعین عالم السر و الخفیات کے علاوہ کسی اور کے لئے ممکن نہیں ہے۔

ج۔قضاوت سنت:

(اہل سنت کے سلسلوں سے مروی روایات کے ذریعے امامت امیر المو منین (علیہ السلام) پر استدلال کا مقصد اتمام حجت اور جدال احسن ہے۔ ورنہ متواتر احادیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہونے کے بعد کہ قرآن و سنت میں بیان کردہ امامت کی شرائط، آپ کے نفس قدسی میں موجود ہیں، مذکورہ بالا طریقہ استدلال کی قطعاً ضرورت نہیں۔اہل سنت سے منقول روایات پر " صحیح "کا اطلاق انہی کے معیار و میزان کے مطابق کیا گیا ہے، اور شیعہ سلسلوں سے منقول روایات پر صحیح کا اطلاق اہل تشیع کے مطابق روایت کے معتبر ہونے کی بناء پر ہے۔ اب خواہ یہ روایات اصطلاحاً صحیح ہوں یا موثق، اور اس کا انحصار شیعہ علم رجال کے معیار و میزان پر ہے۔)

سنت رسول کی پیروی، ادراکِ عقل کے تقاضے اور حکم کتاب خدا کے مطابق ہے کہ معصوم کی پیروی کرنا ضروری ہے (وَمَا ا تٰ‌ٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا)[3]

اور ہم سنت میں سے فقط ایسی حدیثیں بیان کریں گے جس کا صحیح ہونا مسلّم اور فرمان خدا کے مطابق ان کا قبول کرنا واجب ہے۔ اس حدیث کو فریقین نے رسول خدا (ص) سے نقل کیا ہے اور آنحضرت (ص) سے صادر ہونے کی تصدیق بھی کی ہے۔ اگر چہ اس حدیث کو متعدد سلسلہ ھائے اسناد کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، لیکن ہم اسی ایک پر اکتفا کرتے ہیں جس کا سلسلہ سند زیادہ معتبر ہے۔ اور وہ روایت زید بن ارقم سے منقول ہے:

((قال:لما رجع رسول اللہ (ص) من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم ا مر بدوحات فقممن، فقال:کا نی قد دعیت فا جبت، إنی قد ترکت فیکم الثقلین ا حدھما ا کبر من الآخر کتاب اللہ و عترتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما،

فإنهما لن يتفرقا حتى يردا عليّ الحوض، ثم قال: إن الله عزّ و جلّ مولای و ا نٔا مولی كل مو مٔن، ثم ا خٔذ بيد علی رضی الله عنه فقال: من كنت مولاه فهذا وليه، اللّهم وال من والاه و عاد من عاداه، وذكر الحديث بطوله))[4]

امت کی امامت آنحضرت (ص) کی نگاہ میں اتنی زیادہ اہمیت کی حامل تھی کہ آپ (ص) نے نہ صرف حجۃ الوداع سے لوٹتے وقت بلکہ مختلف مواقع پر، حتی زندگی کے آخری لمحات میں موت کے بستر پر، جب اصحاب بھی آپ کے کمرے میں موجود تھے، کتاب و عترت کے بارے میں وصیت فرمائی،

---

1 سورہ نحل، آیت 90 ۔ "بے شک خدا وند متعال عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے"۔

2 سورہ اعراف، آیت 157 ۔ "ان کو نیکوں کا امر کہتا ہے اور ان کو برائیوں سے روکتا ہے"۔

3 سورہ حشر، آیت 7۔ "جو کچھ رسول نے تم کو دے اس کو لے لو اور جن چیزوں سے روکے اس سے رک جاؤ"۔

4 مستدرک صحیحین ج 3 ص 109 ۔ "زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ جب رسول خدا (ص) آخری حج سے لوٹ رہے تھے تو غدیر خم پہونچ کر آپ نے سائبان لگانے کا حکم دیا پھر فرمایا: گویا مجھے بلایا گیا ہے اور میں نے بھی اس پر لبیک کہہ دیا ہے، میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے، ایک کتاب خدا دوسرے میرے اہل بیت پس نگاہ کرو تم ان دونوں کے ساتھ میرے بعد کیسا برتاو کروگے یہ دونوں ہر گز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں پھر علی کا ھاتھ پکڑ کر فرمایا: جس کا میں مولا اس کے علی (ع) ولی ہیں، پھر دعا فرمائی: بار الٰہا! اس کو دوست رکھنا جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھنا جو علی کو دشمن رکھے"، اسی طرح کمال الدین و تمام النعمۃ ص 234 و 238 ، اور شیعوں کی دوسری کتابوں میں۔

کبھی ((انی قد ترکت فیکم الثقلین))[1] اور کبھی ((انی تارک فیکم خلیفتین))،[2] بعض اوقات ((انی تارک فیکم الثقلین))[3] کے عنوان سے اور کسی وقت ((لن یفترقا))[4] اور کبھی ((لن یتفرقا))[5] کی عبارت کے اضافے کے ساتھ اور بعض مناسبتوں پر ((لا تقدموهما فتهلکوا ولا تعلموهما فإنهما ا عٔلم منکم))[6] اور کبھی اس طرح گویا ہوئے ((إنی تارک فیکم ا مٔرین لن تضلوا إن اتبعتموهما))[7]

اگرچہ کلام رسول خدا (ص) میں موجود تمام نکات کو بیان کرنا تو میسر نہیں، لیکن چند نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

1۔ جملہ ((انی قد ترکت)) اس بات کو بیان کرتا ہے کہ امت کے لئے آنحضرت (ص) کی طرف سے قرآن وعترت بطور ترکہ ومیراث ہیں، کیونکہ پیغمبر اسلام (ص) کو امت کی نسبت باپ کا درجہ حاصل ہے، اس لئے کہ انسان جسم وجان کا مجموعہ ہے اور روح کو جسم سے وہی نسبت ہے جو معنی کو لفظ اور مغز کو چھلکے سے ہے۔ اعضاء اور جسمانی قوتیں انسان کو اپنے جسمانی باپ سے ملی ہیں اور عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ واعمال صالحہ کے ذریعے میسر ہونے والے روحانی اعضاء وقوتیں، پیغمبر (ص) کے طفیل نصیب ہوئی ہیں، جو انسان کے روحانی باپ ہیں۔ روحانی سیرت وعقلانی صورت کے افاضے کا وسیلہ اور مادی صورت وجسمانی ھیئت کے افاضے کا واسطہ، آپس میں قابل قیاس نہیںہیں، جس طرح مغز کا چھلکے سے، معنی کا لفظ سے اور موتی کا سیپ سے کوئی مقابلہ نہیں۔

---

1 مسند احمد ج 3 ص 26، السنن کبری للنسائی، ج 5، ص 145، رقم 8148؛ سیرۃ ابن کثیر، ج 4، ص 416 اور اہل سنت کی دیگر کتابیں۔ ؛ 238؛ المناقب، 154، بصائر الدرجات، ص 434، جزثامن، باب 17، حدیث 4؛ کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 236 122، اور اہل شیعوں کی دیگر کتابوں میں۔ ،116، العمدہ، ص 71، الطرائف، ص 114

2 مسند احمد ج 5 ص 181 و 189 فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، ج 2، ص 603، رقم 1032؛ المصنف ابن ابی شیبہ، ج 7، ص 418 (الخلیفتین)، الجامع الصغیر، ج 1، ص 402، اور دیگر کتابیں۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 240؛ العمدۃ، ص 69؛ سعد السعود، ص 228، اور شیعوں کے دیگر منابع و مآخذ۔

3 فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، ج 1، ص 572 حدیث 968، مسند احمد، ج 4، ص 371، المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 148؛ المعجم الکبیر، ج 5، ص 166، اور دوسری کتابیں۔ بصائر الدرجات، ص 432، جزثامن، باب 17، حدیث 3 و حدیث 5، و حدیث 6؛ دعائم الاسلام، ج 1، ص 28؛ الامالی للصدوق، ص 500، مجلس 64، حدیث 15؛ کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 234، وغیرہ، معانی الاخبار، ص 90، اور شیعوں کے دیگر منابع۔

، 4 البدایۃ والنہایۃ، ج 5، ص 228، وج 7، ص 386، الطبقات الکبریٰ، ج 2، ص 194، مسند ابی یعلی، ج 2، ص 297 رقم 48، جواہر العقدین، ص 231 و 232 و 233، مسند ابن الجعد، ص 397، رقم 2711، رقم 2805، خصائص امیر المومنین، ص 93 مسند احمد، ج 3، ص 14، اور دوسری کتابیں۔ 434، جزثامن، باب 17؛ الکافی، ج 2، ص 415؛ الخصال، 65؛ الامالی للصدوق، ص، بصائر الدرجات، ص 433، 217، 234 وغیرہ؛ کفایۃ الاثر، ص 92؛ الاحتجاج، ج 1، ص 75، 94، 616، مجلس 79، ح 1؛ کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 64 83 وغیرہ؛ تفسیر قمی، ج 1، ص 172، التبیان، ج 1، ص 3، اور شیعوں کے 71، 252؛ العمدۃ، ص 68، 391، وج 2، ص 147 دیگر منابع۔

5 مسند احمد، ج 5، ص 182؛ السنن الکبری للنسائی، ج 5، ص 45 وغیرہ؛ کتاب السنۃ ابن ابی عاصم، ص 629 رقم 1549 و ص 630 رقم 1553، المستدرک علی الصحیحین، ج 3 ص 109، اور دوسری کتابیں۔ روضۃ الواعظین، ص 94؛ المناقب، ص 154؛ تفسیر القمی، ج 2، ص 447، سورہ فتح کی تفسیر میں، تفسیر فرات الکوفی، 17، اور شیعوں کے دیگر منابع۔

6 مذکورہ عبارت یا اس جیسی عبارتیں مجمع الزوائد، ج 9، ص 164 ؛الصواعق المحرقۃ، ص 150 و 228 ؛ جواہر العقدین ص 233 و 237 ، الدر المنثور، ج 2 ،ص 60 ، اور دوسری کتب۔

250 ؛ تفسیر القمی، ج 1، ص 4، تفسیر فرات الکوفی، ص 110 ؛ الامامۃ و التبصرۃ، ص ، تفسیر العیاشی، ج 1، ص 4 294 ؛ الامالی للصدوق، ص 616 ، مجلس 79 ، ح 1؛ کفایۃ الاثر، ص 163 ؛ مناقب امیر المومنین ،287 ، 44 ؛ کافی، ج 1، ص 209 467 ؛ الارشاد، ج 1، ص 180 ، اور شیعوں کے دیگر منابع۔ ، علیہ السلام، ج 2، ص 376 ؛ المسترشد، ص 401

، 7 المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 110 ، جامع الاحادیث ،ج 3، ص 430 حدیث 9591 ؛ینابیع المودۃ ، ج 1 ص 166 ، تاریخ مدینۃ دمشق ،ج 42 ،ص 216 ۔ اور دوسری کتابیں۔ 237 وغیرہ؛ کفایۃ الاثر، ص 265 ، تحف العقول، ص 458 ؛ مناقب امیر المومنین ، کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 235 علیہ السلام، ج 2، ص 105 وغیرہ، ص 141 ، و 177 ؛ شرح الاخبار، ج 1، ص 105 اور شیعوں کے دیگر منابع۔

ایسا باپ اپنے اس جملے ((کا نی قددعیت فاجبت)) سے اپنی رحلت کی خبر دینے کے ساتہ ساتہ اپنی اولاد کے لئے میراث وترکہ معین فرما رہا ہے کہ امت کے لئے میرے وجود کا حاصل اور باقی دو چیزیں ہیں ((کتاب اللہ وعترتی))

قرآن امت کے ساتہ خدا، اور عترت امت کے ساتہ رسول (ص) کا رابطہ ہیں۔ قرآن سے قطع رابطہ خدا کے ساتہ قطع رابطہ او ر عترت سے قطع رابطہ پیغمبر اکرم (ص) کے ساتہ قطع رابطہ ہے اور پیغمبر خدا سے قطع رابطہ خود خدا سے قطع رابطہ ہے۔

اضافہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مضاف، مضاف الیہ سے کسب حیثیت کرتا ہے۔ اگرچہ قرآن کا خدا کی جانب اور عترت کا پیغمبر خاتم (ص)، جو کائنات کے شخص اول ہیں، کی طرف اضافہ، قرآن وعترت کے مقام و منزلت کو واضح وروشن کررہا ہے لیکن مطلب کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آنحضرت (ص) نے ان دو کو ثقلین سے تعبیر کیا ہے جس سے پیغمبر اکرم (ص) کی اس میراث کی اہمیت اور سنگینی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

قرآن کے معنوی وزن کی سنگینی اور نفاست، ادراک عقول سے بالاتر ہے، اس لئے کہ قرآن مخلوق کے لئے خالق کی تجلی ہے اور عظمت قرآن کو درک کرنے کے لئے یہ چند آیات کافی ہیں (یٰسٓ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ)[1] (قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ)[2]، إِنَّہ لَقُرآنٌ کَرِیْمٌ فِی کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ لاَ یَمَسُّہ إِلاَّ الْمُطَہَّرُوْن 3 (لَوْ ا نْٔ زَلْنَا ھٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَا ئْیتَہ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰہِ وَ تِلْکَ الْا مْٔثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ (یَتَفَکَّرُوْنَ)[4]

اور عترت وقرآن کو ایک ہی وصف سے توصیف کرنا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ کلام رسول اللہ (ص) کے مطابق عترت، قرآن کی ہم پلہ وشریک وحی ہے۔

پیغمبر خاتم (ص) کے کلام میں، جو میزان حقیقت ہے، عترت کا ہمسرِ قرآن ہونا ممکن نہیں مگر یہ کہ عترت (تِبْیَاناً لِّکُلِّ شَیْءٍ)[5] میں شریک علم اور (لاَ یَا تِْٔیْہِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلاَ مِنْ خَلْفِہ)[6] میں شریک عصمت قرآن ہو۔

2۔ جملہ ((فإنھما لن یتفرقا)) قرآن وعترت کے لازم وملزوم اور ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ان دونوں میں جدائی ہو ہی نہیں سکتی، اس لئے کہ قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام بنی نوع انسان کی مختلف ظرفیتوں اور قابلیتوں کے حساب سے نازل ہوئی ہے جس میں عوام کے لئے عبارات، علماء کے لئے اشارات، اولیاء کے لئے لطیف نکات اور انبیاء کے لئے حقائق بیان ہوئے ہیں اور بنی نوع انسان کے پست ترین افراد، جن کا کام فقط مادی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے، سے لے کر بلند مرتبہ افراد، جن کے روحی اضطراب کو ذکر خدا کے بغیر اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور جو ہمیشہ اسمائے حسنیٰ، امثال علیا اور تحمل اسم اعظم کی تلاش میں ہیں، کو اس کی ہدایت سے بہرہ مند ہونا ہے۔

اور یہ کتاب سورج کی مانند ہے کہ ٹھنڈک محسوس کرنے والا اس کی حرارت سے خود کو گرم کرتا ہے، کاشتکار اس کے ذریعے اپنی زراعت کی پرورش چاہتا ہے، ماہر طبیعیات اس کی شعاعوں کا تجزیہ اور معادن ونباتات کی پرورش میں اس کے آثار کی جستجو

کرتا ہے اور عالم ربانی دنیا ومافیہا میں سورج کی تاثیر، طلوع وغروب اور قرب وبعد میں موجود سنن وقوانین کے ذریعے اپنے گمشدہ کوپاتا ہے، جو سورج کا خالق ومدبر ہے۔

ایسی کتاب کے لئے، جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے اور دنیا وبرزخ وآخرت میں انسانیت کی تمام ضرورتوں کوپورا کرتی ہے، ایسے معلم کی ضرورت ہے جو ان تمام ضرورتوں کا علم رکھتا

---

1 سورہ یس، آیت 2،1 ۔ "یس قرآن حکیم کی قسم"۔

2 سورہ ق، آیت 1۔ "ق قرآن مجید کی قسم"۔

3 سورہ واقعہ، آیت 79،78،77 ۔ "یہ بڑا محترم قرآن ہے۔ جسے ایک پوشیدہ کتاب میں رکھا گیا ہے۔ اسے پاک پاکیزہ افراد کے علاوہ کوئی چھو بھی نہیں سکتا ہے"۔

4 سورہ حشر، آیت 21 ۔ "ھم اگر اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کردیتے تو تم دیکھتے کہ پہاڑ خوف خدا سے لرزاں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور ہم ان مثالوں کو انسانوں کے لئے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ شاید وہکچھ غور وفکر سکیں"۔

5 سورہ نحل، آیت 89 ۔ "جس میں ہر شئے کی وضاحت موجود ہے"۔

6 سورہ فصلت، آیت 42 ۔ "قرآن کے نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے جھوٹ و باطل کو راستہ نہیں ہے"۔

هو، کیونکہ طبیب کے بغیر طب، معلم کے بغیر علم اور مفسر کے بغیر زندگی ومعاد کو منظم کرنے والا الٰہی قانون ناقص ہیں اور نہ فقط یہ بات (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ)[1] کے ساتھ سازگار نہیں بلکہ قرآن کے نزول سے نقضِ غرض لازم آتی ہے اور (وَنَزَّلْنَا عَلَيْکَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَیْءٍ)[2] کے ساتھ قابل جمع نہیں ہے۔ جب کہ حکیم وکامل علی الاطلاق سے قبیح ہے کہ دین کو ناقص بیان کرے اور محال ہے کہ نقص غرض کرے، اسی لئے فرمایا((لن يتفرقا))

3۔ ایک روایت کے مطابق فرمایا((يا ايها الناس إني تارک فيكم امرين لن تضلوا إن اتبعتموهما))

اور جیسا کہ سابقہ مباحث میں اشارہ کیا جاچکا ہے کہ خلقت کے اعتبار سے انسان، جو موجودات جہان کا نچوڑ اور دینوی، برزخی، اخروی، ملکی وملکوتی موجود ہونے کی وجہ سے عالم خلق وامر سے وابستہ ہے اور ایسی مخلوق ہے جو بقا کے لئے ہے نہ کہ فنا کے لئے، ایسے انسان کی ہدایت، سعادت ابدی اوراس کی گمراہی شقاوت ابدی کا باعث ہو سکتی ہے اور یہ تعلیم وتربیت، وحی الٰہی کی ہدایت کے بغیر نا ممکن ہے،جو ظلمات کے مقابلے میں نور مقدس ہے (قَدْ جَائَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ)[3]اور قانون تناسب وسنخیت کے مطابق، معلمِ قرآن کا بھی خطا سے معصوم ہونا ضروری ہے، کیونکہ انسان، با عصمت ہدایت اور معصوم ھادی کے ساتھ تمسک کے ذریعے ہی فکری، اخلاقی وعملی گمراہیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، لہٰذا آپ (ص) نے فرمایا ((لن تضلوا اِن اتبعتموہما))۔

4۔ اور آپ (ص) کے اس جملے ((ولا تعلموهما فإنهما اعلم منكم)) کے بارے میں ایک انتہائی متعصب سنی عالم کا یہ قول ہی کافی ہے کہ ((وتميزوا بذلک عن بقية العلماء لان الله اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا)) یہاں تک کہ کہتا ہے ((ثم احق من يتمسک به منهم إمامهم و عالمهم عليّ بن ابي طالب كرّم الله وجهه لما قدمناه من مزيد علمه ودقائق مستنبطاته ومن ثم قال ابوبكر: عليّ عترة رسول الله اي الذين حث على التمسک بهم، فخصه لما قلنا، وكذلک خصه بما مر يوم غدير خم))[4]

اس نکتے کی طرف توجہ ضروری ہے کہ اس تصدیق کے باوجود کہ آیت تطہیر کی وجہ سے علی (ع) باقی تمام علماء سے افضل ہیں، کیونکہ اس آیت کے مطابق رجس سے بطور مطلق پاک ہیں،

اور اس اقرار کے باوجود کہ پیغمبر اکرم (ص) علی(ع) کو باقی تمام امت سے اعلم شمار فرماتے تھے اور خدا بھی فرماتا ہے (قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ)[5]اور(اَفَمَن يَّهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لاَّ يَهِدِّيْ إِلاَّ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ)[6] اور اس حدیث ((اِنی تارک فیکم امرین لن تضلوا اِن اتبعتموہما وہما کتاب اللّٰہ و اهل بیتی عترتی)) کے صحیح ہونے کے اعتراف

کے ساتھ، ضلالت وگمراہی سے نجات پانے کے لئےپوری امت کو علی (ع) کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور اس طرح علی (ع)کی متبوعیت وعموم امت کی تابعیت کے بارے میں بغیر کسی استثناء کے حجت قائم ہے (قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ)[7]

5۔قانون کو بیان کرنے کے بعد مصداق کو معین کرنے کی غرض سے حضرت علی (ع) کا ھاتھ پکڑ کر آپ کا تعارف کروایا کہ یہ وہی ثقل ہے جو قرآن سے ہر گز جدا نہ ہوگا اور اس کی عصمت، ہدایت امت کی ضامن ہے اور جس طرح پیغمبر (ص) تمام مومنین کے مولاہیں اسی طرح

---

1 سورہ مائدہ، آیت 3۔ "آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کردیا"۔

2 سورہ نحل، آیت 89 ۔" ہم نے تم پر ایسی کتاب کو نازل کیا جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے"۔

3 سورہ مائدہ، آیت 15 ۔"تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور کھلی ہوئی کتاب آئی "۔

4 صواعق محرقہ ص 151 (اہل بیت اطہار (ع) کتاب خداو سنت رسول کے ذریعہ دوسرے علماء سے جدا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ہر رجس کو دور رکھا اور ان کو ایسا پاک پاکیزہ رکھا جو پاکیزگی کا حق ہے)یہاں تک کہ فرماتا ہے کہ ان میں تمسک و اتباع کے لئے سزاوار ترین شخص ان کے امام علی بن ابی طالب ہیں،کیونکہ ان کا علم دوسروں سے زیادہ ہے اور استنباط احکام میں دقیق ہیں اسی وجہ سے ابو بکر نے کہا علی عترت رسول ہیں وہ عترت کہ جس سے تمسک کے لئے خدا نے حکم دیا ہے ، تو ان کو مخصوص کیا ان باتوں سے جو ہم نے بیان کیں، اور اسی طرح ان امور سے مخصوص کیا جو کہ غدیر خم کے دن میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

5 سورہ زمر، آیت 9۔"کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے ہیں ، اس بات سے نصیحت صرف صاحبان عقل حاصل کرتے ہیں"۔

6 سورہ یونس، آیت 35 ۔"اور جو حق کی ہدایت کرتا ہے وہ واقعاً قابل اتباع ہے یا جو ہدایت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے مگر یہ کہ خود اس کی ہدایت کی جائے تو آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے فیصلے کر رہے ہو"۔

7 سورہ انعام، آیت 149 ۔"کہہ دیجئے کہ سب سے بڑی حجت خدا ہی کی ہے"۔

علی (ع) کا مولا ہونا بھی ثابت ہے (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُه وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلاَةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ)[1]

اگر چہ خلافت، امامت عامہ اور امامت خاصہ کا مسئلہ عقل، کتاب اور سنت کے حکم سے روشن ہو چکا ہے اور امام کے لئے ضروری اوصاف، ائمہ معصومین علیہم السلام کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے، لیکن اتمام حجت کے پیش نظر، حدیث ثقلین کے علاوہ، حضرت سید الوصیین امیر المومنین (ع) کی شان میں چند اور احادیث کو پیش کیا جارہا ہے جن کا صحیح ہونا محدثین کے نزدیک ثابت و مسلم ہے۔

پہلی حدیث

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال:قال رسول اللہ (ص):((من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع علیا فقد اطاعنی ومن عصی علیا فقد عصانی))[2]

اس حدیث میں، جس کے صحیح ہونے کی اکابر اہل سنت تصدیق کرتے ہیں، بحکم فرمان رسول (ص)، جن کی عصمت گفتار کا تذکرہ خداوند متعال نے قرآن میں کیا ہے اور اس بات پر عقلی دلیل بھی قائم ہوچکی ہے، علی (ع) کی اطاعت وعصیان دراصل اطاعت وعصیان پیغمبر (ص) ہے اور اطاعت وعصیان پیغمبر (ص) دراصل خدا کی اطاعت وعصیان قرار پاتی ہے۔

اس توجہ کے ساتہ کہ اطاعت و عصیان کا تعلق امر ونہی سے ہے اور امر ونہی کی وجہ ارادہ وکراہت ہے، لہٰذا علی (ع) کی اطاعت وعصیان کا خدا کی اطاعت وعصیان قرار پانا اسی وقت ممکن ہے جب علی (ع) کا ارادہ وکراہت، خدا کے ارادے وکراہت کا مظہر ہو۔

اور جس کا ارادہ وکراہت، خدا کے ارادے وکراہت کا مظہر ہو اس کے لئے مقام عصمت کا ہونا ضروری ہے، تاکہ اس کی رضا وغضب، باری تعالی کی رضا وغضب ہو اور کلمہ ((مَنْ)) کی عمومیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھی خدا وپیغمبر (ص) کی اطاعت کے دائرے میں ہے علی (ع) کے فرمان کے آگے سر تسلیم خم کردے، اور اگر ایسا نہ کرے تو اس نے خدا و رسول کی نافرمانی کی ہے:

(وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلًا مُبِينًا)[3] (وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا اَبَدًا)[4]

اور جس نے حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت کی اس نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہے: (وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ)[5] (وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا)[6] (وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَاُوْلَئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ)[7]

1 سورہ مائدہ، آیت 55 ۔ "بے شک فقط تمہارا اولی خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میںزکوۃ اداء کرتے ہیں" ۔

2 ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا (ص) نے فرمایا:جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میرا عصیان کیا اس نے خدا کا گناہ کیا اور جس نے علی کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت اور جس نے علی کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی ہے ۔مستدرک صحیحین ج 3 کتاب معرفۃ صحابہ، ص 121 ، بحار الانوارج 38ص 129 ۔

3 سورہ احزاب، آیت 36 ، ترجمہ: جو کوئی بھی خدا کی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ آشکار گمراہی میں ہے۔

4 سورہ جن، آیت 23 ، ترجمہ: جو کوئی خدا اور رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ ہمیشہ کے لئے ہے۔

5 سورہ نساء، آیت 13 ، ترجمہ: جس نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

6 سورہ احزاب، آیت 71 ، ترجمہ: جس نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ عظیم کامیابی پا گیا۔

7 سورہ نساء، آیت 69 ، ترجمہ: جس نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ان کے ساتھ ہے جس پر خدا نے نعمت نازل کی ہے۔ ۔

دوسری حدیث

((اِن رسول الله (ص) خرج إلی تبوک واستخلف علیا فقال ا تُخلفنی فی الصبیان والنساء، قال:ا لاترضی ا ئ تکون منی بمنزلة هارون من موسی إلا ا ئه لیس نبی بعدی))[1]

یہ روایت، اہل سنت کی معتبر کتب صحاح اور مسانید میں ذکر ہوئی ہے۔ اکابر اہل سنت نے اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق کو بھی نقل کیا ہے۔ ان کی گفتار کا نمونہ یہ ہے ((ھذا حدیث متفق علی صحته رواہ الائمة الحفاظ، کا ئبی عبد الله البخاری فی صحیحه، ومسلم ابن الحجاج فی صحیحه، وا ئبی داود فی سننه، وا ئبی عیسی الترمذی فی جامعه، و ا ئبی عبد الرحمان النسائی فی سننه، وابن ماجة القزوینی فی سننه،واتفق الجمیع علی صحته حتی صار ذلک اجماعا منهم، قال الحاکم النیسابوری هذا حدیث دخل فی حد التواتر)) [2]

اس روایت میں منزلت کے عمومی بیان کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت موسی (ع) کی نسبت جناب ھارون (ع) کو جو مقام حاصل تھا پیغمبر (ص) کی نسبت حضرت علی (ع) کے لئے بھی وہ مقام ثابت ہے اور استثناء مقام نبوت اس عموم کی تاکید ہے۔

قرآن مجید میں حضرت ھارون (ع) کی نسبت، حضرت موسیٰ (ع) سے اس طرح بیان فرمائی گئی ہے (وَاجْعَلْ لِیْ وَزِیْرًا مِّنْ ا ھْ ْلِیْهَارُوْنَ ا خِ ْیْاشْدُدْ بِه ا زْ ْرِیْوَا شْ ْرِکْهُ فِیْ ا مْ ْرِیْ)،[3](وَقَالَ مُوْسٰی لِا خِ ْیْه هَارُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ ا صْ ْلِحْ وَلاَ تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ) [4]

اور یہ مقام ومنزلت پانچ امور کا خلاصہ ہے:

1۔وزارت:

وزیر وہ ہے جو بادشاہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے کاندھوں پر لیتا ہے اور ان امور کو انجام دیتا ہے، اور حضرت علی(ع) کے لئے یہ مقام نہ فقط اس حدیث منزلت، بلکہ اہل سنت کی دیگر معتبر کتب حدیث وتفاسیر میں بھی ذکر ہوا ہے[5]

---

1 صحیح بخاری باب غزوہ تبوک ،ج 5، ص 129 ، حدیث نمبر 2(رسول خدا جنگ تبوک تشریف لے گئے اور علی کو اپنا خلیفہ بنایا علی نے حضرت سے فرمایا:آیا آپ ہم کو عوتوں اور بچوں میں چھوڑ کے جارہے ہیں حضرت نے جواب دیا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے نزدیک ویسے ہی ہو جیسے ھارون موسیٰ کے لئے تھے فرق فقط اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔مذکورہ حدیث ، حدیث منزلت کے نام سے مختصر سے فرق کے ساتھ اکثر سنی اور شیعہ کتابوں میں موجود ہے۔ صحیح بخاری ج 4، ص 208 ،، صحیح مسلم ج 7، ص 120،121 ، الجامع الصحیح ترمذی، ج 5، ص 302 ، سنن ابن 50 ، اور اسی کتاب میں دوسرے مقامات پر، المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص ، ماجہ ، ج 1، ص 45 ، خصائص نسائی، ص 48 338 ، ج 6، ص 369 ، اور اہل سنت کے دیگر منابع۔ ، 173 ، ج 3، ص 32 ، 108 ، مسند احمد، ج 1، ص 170 المحاسن للبرقی، ج 1 ، ص 159 ، کافی ،ج 8 ، ص 107 ، دعائم الاسلام ،ج 1 ، ص 16 ، علل الشریع، ج 1، ص 66 ، عیون الاخبار الرضا، ج 2 ، ص 122 ، باب 35 دوسری شیعہ کتب۔

2 کفایۃ الطالب ص 283 (یہ وہ حدیث ہے جس کے صحت پر علماء اہل سنت کا اتفاق ہے اور اس حدیث کو نقل کیا ہے جیسے بخاری مسلم ابن دادو، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے، یہاں تک اس پر اجماع ہے، یہاں تک نیشاپوری نے کہا کہ یہ حدیث تو اتر کی حدتک نقل ہوئی ہے۔ بعض بزرگ علماء اہل سنت اس حدیث کے سلسلے میں فرماتے ہیں: 1098 میں نقل کرتے ہیں کہ اے علی! تمہارے نسبت میرے نزدیک، الف: ابن عبد البر استیعاب قسم سوم ص 1097 ویسے ہی ہے جو ھارون کو موسیٰ سے تھی۔

ب: جزری اسنی المطالب ص 53 میں لکھتے ہیں اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے جس کو رسول سے صحابہ کے ایک گروہ نے نقل کیا ہے ان میں عمر خود بھی، ابن عباس عبد اللہ بن جعفر، معاذ معاویہ، جابر بن عبد اللہ، وجابر بن سمرۃ، ابو سعید، وبراء بن عازب،، وزید بن ارقم، وزید بن ابی اوفی، ونبیط بن شرایط، وحبشی بن جنادہ، وماہر بن الحویرث، وانس بن مالک، وابی الطفیل، وام سلمہ، واسماء بنت عمیس، وفاطمہ بنت حمزہ۔

ج: شرح السنۃ بغوی ج 14 ص 113 (ھذا حدیث متفق علی صحتۃ) اس حدیث کے صحت پر اتفاق ہے۔

د: شواہد التنزیل حاکم حسکانی ج 1 ص 195۔ "ھذا ھو حدیث المنزلۃ الذی کان شیخنا ابو حازم الحافظ یقول خرجتہ بخمسۃ الاف اسناد۔" (یہ وہ حدیث منزلت ہے جس کے بارے میں میرے استاد فرماتے تھے کہ میں پانچ ہزار سند کے ساتہ استخراج کیا ہے)

3 سورہ طہ، آیت 29،30،31،32۔ "اور میرے اہل سے میرا وزیر قرار دیدے۔ ھارون کو جو میرا بھائی بھی ہے۔ اس سے میری پشت کو مضبوط کر دے۔ اور میرے کام میں شریک بنادے"۔

4 سورہ اعراف، آیت 142۔ "اور انھوں نے اپنے بھائی ھارون سے کہا کہ تم قوم میں میری نیابت کرو اور اصلاح کرتے رہو اور خبردار مفسدوں کے راستہ کا اتباع نہ کرنا"۔

5 تفسیر کبیر فخر رازی ج 12 ص 36 (انما ولیکم اللہ ورسولہ) کے ذیل میں طبقات ابن سعد ج 3 ص 23۔

2۔ اخوت وبرادری:

چونکہ حضرت موسی اور ھارون علیہما السلام کے درمیان نسب کے اعتبار سے برادری تھی،

رسول خدا(ص) نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اس منزلت کو عقد اخوت کے ذریعے قائم فرمایا، کہ اس بارے میں شیعہ اور سنی روایات کثرت سے موجودہیں، جن میں سے ایک روایت کا پیش کردینا کافی ہے:

عبداللہ بن عمرکا کہنا ہے: مدینہ میں داخل ہونے کے بعد پیغمبر اکرم (ص) نے اصحاب کے درمیان اخوت وبرادری کا رشتہ برقرار کیا۔ حضرت علی(ع) آبدیدہ ہو کر آپ (ص) کی خدمت میں حاضر ہو کر گویا ہوئے: یارسول اللہ!آپ نے تمام اصحاب کو اخوت اور برادری کے رشتے میں پرو دیا لیکن مجھے کسی کا بھائی قرار نہیں دیا، آپ (ص) نے فرمایا((یا علی ا نٔت ا خٔی فی الدنیا و الآخرۃ)) (1)

یہ اخوت اس امرکی نشاندہی کرتی ہے کہ (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَة) (2) کے نزول کے وقت حضرت علی علیہ السلام کی منزلت ہر مومن سے اعلی و ارفع تھی۔ کیونکہ فریقین کے منابع و مآخذ کے مطابق آنحضرت نے اصحاب کے مقام و منزلت کے مطابق انہیں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا تھا۔

جیسے کہ ابوبکر و عمر، عثمان و عبدالرحمن اور ابوعبیدہ و سعد بن معاذ و غیرہ کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا تھا۔(3)جبکہ حضرت علی علیہ السلام کو اپنی اخوت کے لئے چنا تھا۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام بنی آدم کے درمیان سب سے افضل و اشرف کیوں نہ ہوں؟ جبکہ رسول اکرم (ص) نے دنیا و آخرت میں آپ کے ساتہ اپنی اخوت کا صراحتاً اعلان بھی فرما دیا ہو۔ یہ اخوت اس امر کو واضح کردیتی ہے کہ حضرت علی اور کائنات کی افضل ترین مخلوق یعنی رسول اکرم (ص) کے درمیان روحی، علمی، عملی اور اخلاقی مشابہت و مساوات وجود میں آچکی تھی (وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا) (4)

جبکہ دنیا و آخرت کے مراتب انسان کی سعی و کوشش اور کسب و اکتساب ہی کے مرہون منت ہیں:(وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَومِ الْقِيَامَةِ فَلاَ تَظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئاً) (5)

یقینا خداوند متعال علی بن ابی طالب علیہ السلام کے اس حق جہاد کو بہتر جانتا ہے جو آپ علیہ السلام نے خداوند متعال کے لئے انجام دیا۔یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اس دنیا میں اس ھستی کے ہم مرتبہ ہوگئے کہ جس کے لئے خداوند تعالیٰ نے یہ فرمایا: (وَ عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبّكَ مَقَاماً مَحْمُوداً) (6)

اس مقام و منزلت کو بجز آنحضرت کے الفاظ کے علاوہ کسی اور الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا کہ جن میں آپ (ص) نے فرمایا:(انت اخی فی الدنیا والآخرۃ) اور حضرت امیر علیہ السلام، عبودیت الٰہی کے بعد اسی اخوت کے مرتبے پر افتخار

کیا کرتے تھے، جیسا کہ خود آپ نے فرمایا: "انا عبد الله واخی رسوله" [7] میں خدا کا بندہ اور رسول خدا (ص) کا بھائی ہوں۔

، 1 (اے علی ! تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو)، مستدرک صحیحین ج 3 ص 14 ؛ سنن الترمذی، ج 5، ص 300 ؛ نمبر 3804 ؛ اسد الغابۃ، ج 4، ص 29 ؛ البدایۃ و النہایۃ، ج 7، ص 371 ؛ مجمع الزوائد، ج 9، ص 112 ؛ فتح الباری، ج 7، ص 211 تحفۃ الاحوذی، ج 10 ، ص 152 ؛ تاریخ بغداد، ج 12 ، ص 263 ؛ نظم درر السمطین، ص 95 ؛ کنزل العمال، ج 13 ، ص 140 ؛ تاریخ مدینۃ دمشق، ج 42 ، ص 18 و 53 و 61 ؛ انساب الاشراف، ص 145 ؛ ینابیع المودۃ، ج 2، ص 392 ، اور اہل سنت کے دیگر مآخذ۔ مناقب آل ابی طالب، ج 2، ص 158 ؛ اور اسی سے ملتی جلتی عبارت خصال ، ص 429 ؛ باب 10 ، ح 6، مناقب امیر 343 و 357 ؛ شرح الاخبار، ج 2، ص 178 و 477 و 539 ؛ العمدۃ، ص 167 ،325 ،319 ، المومنین علیہ السلام، ج 1، ص 306 و 172 ، اور شیعوں کے دیگر منابع۔

2 سورہ حجرات آیہ 10 ترجمہ: مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

3 المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 14 ، و 303 ، الدرّ المنثور، ج 3، ص 205 ، اور اہل سنت کے دیگر منابع، الامالی شیخ طوسی، ص 587 ؛ مناقب آل ابی طالب، ج 2، ص 185 ؛ العمدۃ، ص 166 ، اور شیعوں کے دیگر منابع۔

4 سورہ انعام آیہ 132 ، اور جس نے جیسا (بھلا یا برا) کیا ہے اسی کے موافق ہر ایک کے درجات ہیں۔

5 سورہ انبیاء 47 ، قیامت کے دن تو ہم (بندوں کے برے بھلے اعمال تولنے کے لیے) انصاف کی ترازوئیں کھڑی کردیں گے تو پھر کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

6 سورہ اسراء، آیہ 79 ۔ ترجمہ: خدا تم کو مقام محمود تک پہنچائے۔

7 سنن ابن ماجہ ، ج 1، ص 44 ؛المستدرک علی الصحیحینج 3، ص 112 ؛ ذخائر العقبیٰ، ص 60 ؛منصف ابن ابی شیبہ، ج 7، ص 497 و 498 ؛ الآحاد والمثانی، ج 1، ص 148 ؛ کتاب السنۃ، ص 584 ؛السنن الکبریٰ للنسائی، ج 5، ص 107 و 126 ؛خصائص ، امیر المومنین علیہ السلام ، ص 87 ؛ مسند ابی حنیفہ، ص 211 ؛ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج 2، ص 287 وج 13 ؛ ص 200 و 228 ؛نظم درر السمطین، ص 95 و۔۔۔کنزالعمال، ج 11 ، ص 608 وج 13 ، ص 122 و 129 ؛ الطبقات الکبریٰ، ج 2، ص 23 ، تاریخ مدینۃ دمشق، ج 42 ، ص 59 و 60 و 61 ؛ میزان الاعتدال، ج 1، ص 432 ؛ تہذیب التہذیب، ج 7، ص 296 ؛ تاریخ الطبری، ج 2 ص 56 ؛ البدایۃ والنہایۃ، ج 3، ص 36 ، وج 7، ص 371 ؛ ینابیع المودۃ ج 1، ص 193 ؛اور دوسرے حوالاجات اہل سنت عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج 2، ص 63 ، باب 31 ، ح 262 ؛ مناقب امیرالمومنین علیہ السلام ، ج 1، ص 305 وغیرہ؛ المسترشد، ، ص 263 و۔۔۔و 378 ؛ شرح الاخبار، ج 1، ص 192 ؛ الامالی للمفید، ص 6؛ الامالی للطوسی، ص 626 و 726 ؛ مجمع البیان، ج 5 220 ، الخصال، ص 402 اور، ص 113 ؛ اعلام الوریٰ، ج 1، ص 298 ؛ کشف الغمۃ، ج 1، ص 89 و ج 1، ص 412 ، العمدۃ، ص 64 دوسرے شیعہ حوالہ جات ۔

اور بروز شوری آپ(ع) نے فرمایا: کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جسے رسول خدا (ص) نے اپنا بھائی قرار دیا ہوں[1]

پشت پناہی بعض دیگر مروی احادیث کے مطابق رسول اکرم(ص) نے اپنی پشت کو حضرت علی(ع) کے ذریعے مضبوط و مستحکم قرار دینے کی خدا سے درخواست کی۔ خداوند متعال نے بھی نیز حضور کی دعا کو مستجاب فرمایا[2] بلا شبہ خداوند متعال کی جانب سے عائد کردہ فرائض میں سے ختم نبوت کا فریضہ سب سے زیادہ کٹھن اور پر خطر ہے، خاتم المرسلین کے علاوہ، جو خود بھی پشت و پناہِ انبیاء ہیں، کوئی اور اس خطیر و سنگین ذمہ داری کا بوجہ نہیں اٹھا سکتا۔

لہٰذا خداوند متعال کی جانب سے اس سنگین ذمہ داری کو صبر و تحمل سے سنبھالنے کے بعد آپ(ص) نے حضرت علی علیہ السلام کے ذریعے اپنی پشت و بازو اور طاقت و قوت کو مستحکم و مضبوط بنانے کی خداوند تعالی سے دعا کی۔ خدا نے حضرت موسی کی دعا کی مانند آپ کی دعا کو بھی مستجاب فرمایا۔ (سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ)[3]

رسول خدا(ص) کی یہ دعا اور خدا کی جانب سے استجابت اس امر کا ثبوت ہے کہ امر رسالت کا پایہ تکمیل تک پہنچا صرف اس علی بن ابی طالب کے دست و زبان کے ذریعے ہی ممکن ہے کہ جس کا ھاتہ قدرت الٰہی کے ذریعے ہر شئے پر غالب اور جس کی زبان حکمت خداوندی کے سبب ناطق ہے۔

کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ رسول اکرم(ص) کے بعد اس ھستی کے علاوہ کوئی اور اس امت کا حامی و مددگار قرار پائے کہ جو خود رسول اکرم(ص) کا بھی حامی و مددگار تھا۔

نیز کیا یہ ممکن ہے کہ رسول اکرم(ص) کے یار و مددگار کے علاوہ امت کسی اور کو اپنا یار و مددگار قرار دے سکے؟

اصلاح امر:

(وَقَالَ مُوسیٰ لِاَخِیْهِ هَارُوْنَ ا خْلُفْنِی فِی قَومِی وَاَصْلِحْ)[4]

جس طرح سے جناب ھارون، حضرت موسیٰ کی قوم کے مصلح اور اصلاح امت کے سلسلے میں حضرت موسیٰ کے جانشین تھے، اسی طرح سے اس امت میں یہ مقام و منزلت حضرت امیر علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ اور بغیر کسی قید و شرط کے ہر قسم کی اصلاح کرنا اسی شخص کی شان ہوسکتی ہے جو خود "ہر قسم" کی صلاح و کمال سے متصف ہو۔ لہٰذا کسی بھی قسم کی صلاح کے کسی بھی مرتبے و درجے پر فائز شخص مذکورہ بالا منزلت پر فائز نہیں ہوسکتا۔ وہی صلاح جو قرآن مجید میں حضرت یحیی (وَسَیِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِیًّا مِنْ الصَّلِحِینَ)[5]

اور حضرت عیسی کے لئے (وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا وَمِنْ الصَّلِحِینَ) ٦.بیان کی گئی ہے۔

1 لسان المیزان، ج 2، ص 157؛ الاحتجاج؛ لطبرسی، ج 1، ص 197 اور دوسرے حوالاجات شیعہ۔

2 الدر المنثور اس آیت کے ذیل میں، ج 4، ص 295؛ التفسیر الکبیر، ج 12، ص 26 اس آیت کے ذیل میں (انما ولیکم ، اللہ)؛ شواہد التنزیل، ج 1، ص 230 و 482؛ المعیار والموازنۃ، ص 71 و 322؛ نظم دررر السمطین، ص 87؛ ینابیع المودۃ، ج 1 ص 258، ج 2، ص 153 اور اہل سنت کے دوسرے حوالہ جات ۔ ، 248 و 255، و 256، شرح الاخبار، ج 1، مناقب امیر المومنین (ع)، ج 1، ص 348؛ تفسیر فرات کوفی، ص 95 192، کنز الفوائد، ص 136، مجمع البیان، ج 3، ص 361، نیز شیعوں کے دیگر منابع۔

3 سورہ قصص آیہ 35، عنقریب تمہارے بھائی کی وجہ سے تمہارے بازو قوی کردیں گے۔

4 سورہ اعراف آیت 142 ۔ موسی نے اپنے بھائی ھارون سے کہا: میری قوم میں میرے جانشین بن کر رہو اور اصلاح کرتے رہو۔

5 سورہ آل عمران 39 ترجمہ: سردار اور پارسا اور نیکو کار نبی ہوگا۔

6 سورہ آل عمران 46، ترجمہ: اور جھولے میں اور بڑی عمر کا ہوکر (دونوں حالتوں میں یکساں) لوگوں سے باتیں کرے گا اور نیکو کاروں میں ہوگا۔

شرکت در امر:

جس طرح سے حضرت ھارون، حضرت موسی کے شریک تھے، مذکورہ حدیث کے مطابق سوائے نبوت کے یہی مقام و منزلت حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی ثابت ہے۔

پیامبر اکرم(ص) کے مناصب میں سے ایک منصب اس کتاب کی تعلیم ہے جس میں تمام چیزیں بیان کردی گئی ہیں۔ نیز اس حکمت کی تعلیم بھی آپ(ص) ھی کی ذمہ داری ہے جس کے بارے میں خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے۔ (يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ ا وُتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا)[1]

(وَا نْزَلَ اللهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا)[2]

بلا شبہ خداوند متعال کی جانب سے حضور اکرم(ص) پر نازل کردہ کتاب و حکمت کے علوم صرف سابقہ انبیاء و مرسلین پر نازل کردہ علوم کے ہی حامل نہیں بلکہ مزید علوم کے بھی حامل ہیں اور یہ ازدیاد و اضافہ آنحضرت(ص) کی نبوت عامہ رسالت خاتمیت نیز تمام انبیاء اور دیگر تمام مخلوقات الٰہی پر آپ کی برتری و بزرگی کے سبب ہے۔

اس کے علاوہ لوگوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں ان کے درمیان حکم صادر کرنا بھی آنحضرت کے فرائض رسالت میں سے ہے۔ (لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ)[3]

(إِنَّا ا نْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا ا رٰاكَ اللهُ)[4]

مزید برآں حضرت ختمی مرتبت کی شان رسالت میں مومنین پر خود ان سے زیادہ باختیار اور اولی ہونا بھی شامل ہے۔ بنا برایں حضرت علی علیہ السلام اس ھستی کے شریک کار ہیں جس کے ھاتھ نظام تکوین و تشریع کی ولایت ہے۔

خلافت:

جس طرح سے جناب ھارون، حضرت موسی کے خلیفہ تھے، مذکورہ، حدیث کے ذریعے جناب امیر علیہ السلام کی خلافت بلا فصل بھی ثابت ہوجاتی ہے۔

خلیفہ اور جانشین اس شخص کا وجود تنزیلی اور قائم مقام ہے جس کے مقام پر وہ خلیفہ مسند نشیں ہوا ہے، اس کی غیبت اور عدم موجودگی کے ذریعے پیدا ہونے والے خلاء کو خلیفہ ہی پر کرتا تھا۔

جناب خاتم الانبیاء کا جانشین کسی بھی نبی کے جانشین، بلکہ تمام کے تمام انبیاء کی بیک وقت جانشینی کے ساتھ بھی قابل مقایسہ و موازنہ نہیں۔ کیونکہ ختمی مرتبت کا جانشین اس ھستی کا جانشین ہے کہ آدم سے عیسیٰ بن مریم (ع)تک تمام انبیاء اس کے لواء و علم تلے ہیں۔ عرش کے سائے سے کس طرح اس شئے کا موازنہ کیا جاسکتا ہے جو عرش کے سائے سے بھی ادنی ہو۔

جی ھاں جناب ھارون، حضرت موسی کے خلیفہ ہیں، اس کے جانشین ہیں کہ جس کی منزلت کے بارے میں خداوند متعال نے یوں فرمایا ہے: (وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْا يْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا)[5]

لیکن علی بن ابی طالب، خاتم النبیین کا خلیفہ ہے۔ اس کا جانشین ہے کہ جس کی منزلت کو خدا نے قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے (ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ ا وْ ا دْنَى)[6]

ابان احمر سے روایت صحیحہ میں منقول ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابان! لوگ کس طرح سے امیر المومنین کی اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ آپ(ع) نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو اپنے پیر کو دراز کرکے شام میں پسر ابوسفیان کے سینے پردے ماروں اور اسے اس کے تخت سے نیچے

---

1 سورہ بقرہ آیہ 269 ، ترجمہ: وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے جس کو خدائی کی طرف سے حکمت عطا کی گئی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اسے خیر کثیر عطاء کیا گیا۔

2 سورہ نساء آیہ 113 ، ترجمہ: اور خدا نے تم پر اپنی کتاب اور حکمت نازل کی اور جو باتیں تم نہ جانتے تھے تمہیں سکھادیں اور تم پر تو خدا کا بڑا فضل ہے۔

3 سورہ نحل آیت 39 ، اس لئے ان کے سامنے صاف اور واضح کردے گا جب باتوں پر یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔

4 سورہ نساء 105 ، ہم نے تم پر برحق کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ تم کو جیسا کہ خدا نے دکھلایا ہے لوگوں کے درمیان حکم کرو۔

5 سورہ مریم 52 ، ہم نے ان کو وادی مقدس طور سے آواز دی اور اپنے مقام قرب کے لئے انتخاب کیا۔

6 سورہ نجم آیہ 8۔ 9،پھر قریب آئے اور ان پر وحی حق نازل ہوئی۔ ایسا قریب ہوئے دو کمان سے اس سے بھی قریب فاصلہ رہ گیا۔

لا کھینچوں لیکن اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ آصف، وصی سلیمان، سلیمان کے دربار میں سلیمان کی پلک جھپکنے سے قبل تخت بلقیس کو لانے کی طاقت رکھتا تھا!

کیا ہمارے پیغمبر افضل الانبیاء اور ان کا وصی افضل الاوصیاء نہیں ہیں؟

کیا خاتم النبیین کے وصی کو سلیمان کے وصی کی مانند بھی نہیں سمجھتے؟!

ہمارے اور ہمارے حق کے منکروں اور ہماری فضیلت کے جھٹلانے والوں کے درمیان اب خدا ہی فیصلہ کرے" 1۔

بنا برایں رسول اکرم(ص) کی وزارت، آپ کی پشت کی مضبوطی، آپ کے امر میں شرکت، آپ سے اخوت و برادری، امر امت کی اصلاح اور آپ کی خلافت ہرگز اس شخص سے قابل مقایسہ ہو ہی نہیں سکتی کہ جس نے رسول اکرم(ص) کے علاوہ کسی اور سے ان فضیلتوں کو پایا ہو۔

جو شخص بھی حدیث منزلت میں عمیق غور کرے نیز کتاب میں تدبر اور سنت میں تفقہ کا حامل ہو تو وہ یقینا اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ آنحضرت(ص) کے ھاتھوں آنحضرت(ص) کی زندگی ہی میں جانشین رسول قرار پانے والی ھستی اور آنحضرت(ص) کے درمیان فصل و جدائی، خلافِ حکم عقل اور قرآن و سنت سے متضاد ہے۔

بکیر بن مسمار سے منقول روایت میں کہ جس کی صحتِ سند کے خود اہل سنت بھی متعرف ہیں، بکیر نے کہا ہے: میں نے عامر بن سعد سے سنا کہ معاویہ نے سعد بن ابی وقاص سے پوچھا:

ابو طالب کے بیٹے پر سب و شتم کرنے سے تجھے کیا چیز روکتی ہے؟

جواب دیا: جب بھی مجھے وہ تین چیزیں یاد آتی ہیں جو رسول اکرم(ص) نے علی کے بارے میں کہیں تو میں علی پر سب و شتم نہیں کرپاتا اور ان میں سے ہر شئے ایسی ہے جو میرے لئے "حمر نعم"

(ھر قیمتی شئے) سے بھی زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

معاویہ نے پوچھا: اے ابو اسحاق! وہ تین چیزیں کونسی ہیں؟

ابو اسحاق نے کہا: میں علی پر سب و شتم نہیں کرسکتا کہ جب مجھے یاد آتا ہے کہ رسول خدا(ص) پر وحی نازل ہوئی جس کے بعد آپ نے علی ان کے دونوں فرزندوں اور فاطمہ کا ھاتھ تھام کر اپنی عبا کے نیچے جمع کیا اور پھر فرمایا: بار الٰہا! یہی ہیں میرے اہل بیت (علیہم السلام)۔

اور میں سب و شتم نہیں کرونگا کہ جب مجھے یہ یاد آتا ہے کہ آنحضرت نے علی کو غزوہ تبوک کے موقع پر (مدینے میں ھی) باقی رکھا، جس پر علی نے عرض کی: کیا مجھے بچوں اور عورتوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ(ص) نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ھارون کو موسی سے تھی فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اور میں علی پر سب و شتم نہیں کرسکتا کہ جب مجھے روز خیبر یاد آتا ہے کہ جب رسول خدا(ص) نے فرمایا: یقینا اس پرچم کو میں اسے دونگا جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اسی کے ھاتھوں فتح نصیب کرے گا لہٰذا ہم سب اسی سوچ میں تھے کہ دیکھیں رسول اکرم(ص) کی نگاہ انتخاب کس پر ہے؟ کہ آنحضرت نے فرمایا: علی کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ فرمایا علی کو بلاو، علی کو بلایا گیا، آنحضرت(ص) نے اپنے لعاب دہن کو علی کے چہرے پر ملا اور اپنا علم سونپا، خداوند متعال نے علی کے ھاتھوں ہی مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔

راوی کہتا ہے: خدا کی قسم جب تک سعد بن ابی وقاص مدینے میں رہے معاویہ نے ان سے کچھ نہ کہا[2] حاکم نیشاپوری کا کہنا ہے: حدیث مو اخاۃ اور حدیث رایت (علم) پر بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں[3] بخاری نے سہل بن سعد سے نقل کیا ہے کہ: رسول اکرم(ص) نے بروز خیبر فرمایا: یقینا کل میں یہ علم اسے دونگا کہ جس کے ھاتھوں خدا فتح و کامرانی نصیب کرے گا وہ خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے نیز خدا اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

---

1 الاختصاص، ص 212۔

2 المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 108؛ نیز اس کے خلاصہ میں بھی ہے، صحیح مسلم، ج 7، ص 120، سنن ترمذی، ج 5، ص 301، وغیرہ

3 المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 109

لہذا تمام لوگوں نے وہ رات اضطراب و پریشانی کے عالم میں بسر کی کہ دیکھیںرسول خدا یہ علم کس کو عطا کرتے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو ہم لوگ علم پانے کی امید لے کر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آنحضرت نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ جواب دیا گیا: آنکھوں کی تکلیف میں بتلا ہیں فرمایا: علی کو لاو ۔ٔ

علی آئے اور آنحضرت نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر ملا اور دعا فرمائی، درد اس طرح سے دور ہوا گویا علی کی آنکھوں میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

پھر انہیں علم دیا۔ علی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ان لوگوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک کہ یہ لوگ ہماری طرح نہ ہوجائیں (ایمان لے آئیں)۔ جس کے بعد آنحضرت نے فرمایا: نرمی اور ثبات کے ساتھ بنا کسی عجلت کے میدان جنگ میں داخل ہونا، یہاں تک کہ ان کے لشکر کے مد مقابل پہنچ جاو ،ٔاس کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دے کر ان پر واجب حق اللہ کی انہیں خبر دینا۔ پس خدا کی قسم! یقینا اگر خدا تمہارے ھاتھوں ایک انسان کی بھی ہدایت کردے تو یہ تمہارے لئے حمر نعم اور ہر قیمتی شئے سے زیادہ بہتر ہے[1] یہ بات مخفی نہیں کہ آنحضرت کا یہ فرمانا: علم اسے دونگا جو خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس راز سے پردہ اٹھاتا ہے کہ اصحاب رسول میں سوائے حضرت علی (ع) کے کوئی بھی شخص مذکورہ بالا صفت سے متصف نہ تھا،

ورنہ رسول اکرم(ص) کی جانب سے صرف علی سے اس صفت کو مختص کرنا بغیر ترجیح و سبب کے ہوگا اور بارگاہ قدسی رسول اکرم(ص) عقلی و شرعی باطل امور سے مبرّا و منزہ ہے۔

علم کا عطاء کرنا اور علی کے ھاتھوں فتح، حدیث منزلت ہی کی تفسیر ہے اس کے معنی یہی ہیں کہ علی ہی وہ ھستی ہے کہ جس کے ذریعے خداوند تعالی نے اپنے پیغمبر کی پشت کو مستحکم فرمایا اور اپنے نبی کے دست و بازو کی مدد عطا فرمائی۔

---

1 صحیح البخاری، ج 5، ص 76، وج 4، ص 12، و ص 20، و ص 207، نیل الاوطار، ج 8، ص 55، و 59، فضائل الصحابہ، ص 16، مسند احمد، ج 1، ص 99، وص 185، وج 4، ص 52، صحیح مسلم، ج 5، ص 195، وج 7، ص 120، و 122، سنن ابن ماجہ، ج 1، ص 45؛ سنن الترمذی، ج 5، ص 302، السنن الکبری للبیهقی، ج 6، ص 362، وج 9، ص 107، و 522، مسند سعد بن ابی، 131؛ مجمع الزوائد، ج 6، ص 150، وج 9، ص 123، وغیرہ، مصنف ابن ابی شیبہ، ج 8، ص 520؛ 108 و ـ ـ ـ و ص 145، وقاص، ص 51، بغیۃ الباحث، ص 218، کتاب السنۃ، ص 594، وغیرہ، السنن الکبریٰ، ج 5، ص 46، 531، 116، مسند ابی یعلی، ج 1، ص 291، وج 13، ص 522، خصائص امیر المومنین (علیہ السلام) ص 49 وغیرہ، و 82، 198، وج 7، 187، صحیح ابن حبان، ج 15، ص 377، و 382، المعجم الاوسط، ج 6، ص 59، المعجم الکبیر، ج 6، ص 167 238، مسند الشامین، ج 3، ص 348؛ دلائل النبوۃ، ص 1092، الفائق فی، 77، وج 18، ص 237، 36، 35، 17 و 31، ص 13 غریب الحدیث، ج 1، ص 383، الاستیعاب، ج 3، ص 1099، شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج 11، ص 234، وج 13، ص؛ 123 و 163، 186؛ النظم الدرر السمطین، ص 98، و 107؛ کنز العمال، ج 10، ص 466، و ص 468، وج 13، ص 121، 267، شرح السنۃ للبغوی، ج 14، الطبقات الکبریٰ، ج 2، ص 111؛ التاریخ الکبیر، ج 2، ص 115؛ الثقات لابن حبان، ج 2، ص 12؛ 81 و ـ ـ ـ، و 432، ص 111، تاریخ بغداد، ج 8، ص 5، تاریخ مدینۃ دمشق، ج 13، ص 288، وج 41، ص 219، وج 42، ص 16 اُسد الغابۃ، ج 4، ص 26، و 28، ذیل تاریخ بغداد، ج 2، ص 78، البدایۃ و النهایۃ، ج 4، ص 211 و ـ ـ ـ، وج 7، ص 251 و 372، وغیرہ، السیرۃ النبویۃ، ج 3، ص 797، سبل الهدیٰ و الرشاد، ج 2، ص 32، وج 5، ص 124، وج 10، ص

62 ،ینابیع المودة ج 1 ص 161 ، ج 2، ص 120 ، و 231 ، و 390 ؛اور اہل سنت کے دوسرے حوالہ جات ـ ، رسائل المرتضیٰ، ج 4، ص 104 ، الدعوات، ص 63 ، زبدة البیان،
ص 11 ، کشف الغطاء، ج 1، ص 11 ، الکافی، ج 8 ، ص 351 ، علل الشرائع، ج 1، ص 162 ، باب 130 ، ح 1، الخصال، ص 211 ، و ص 311 ، و 555 ،الامالی للصدوق، ص
604 89 و 496 ، 537 ، وج 2 ، المجلس السابع والسبعون، ح 10 ، روضة الواعظین، ص 127 ، مناقب امیرالمومنین (ع) ، ج 1، ص 345 195 و ، وغیرہ؛ المسترشد، ص 299 ، و
300 ، و 341 ، و 491 ، و 590 ، شرح الاخبار، ج 1، ص 302 ، وج 2، ص 178،192 ، 197 ؛ النکت الاعتقادیہ، ص 42 ، الارشاد، ج 1، ص 64 ، الاختصاص، ص 150 ،157 ،86
،68 ، 209 ؛ الافصاح، ص 34 ؛ 38 ، و 546 ، و 599 ، الاحتجاج، ج 1، ص 406 ، وج 2، ص 64 307 ، و 0 ، الامالی للفمید، ص 56 ، الامالی للطوسی، ص 171 ، 139 وـ ـ ـ ، و
188 ، و 189 و 219 ؛ الفضائل، ص 152 ؛ التبیان، ج 3 ، الخرائج الجرائح، ج 1، ص 159 ، العمدة، ص 97 ، و 131 201 ، نیز شیعوں کے بہت سے منابع ـ ، ص 555 ، وج 9،
ص 329 ، مجمع البیان، ج 3، ص 358 ، وج 9

مزید برآں، آنحضرت (ص) کا یہ فرمانا کہ خداوند تعالی علی کے ھاتھوں کا فتح عطا فرمائے گا،

اس امر کا بیانگر ہے کہ فعل الٰہی علی کے ھاتھوں اسی طرح جاری ہوتا ہے جس طرح پیامبر کے ھاتھوں جاری ہوا جس کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا: (وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى) [1]

اور خود جناب امیر سے بھی یہ نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے در خیبر کو جسمانی طاقت سے نہیں اکھاڑا تھا[2]۔ جی ھاں، جس کے ھاتھوں خداوند متعال در خیبر کو فتح کروائے وہی ید اللہ ہے، کیا خدا کی افضل ترین مخلوق کے دست و بازو بجز ید اللہ کے کسی اور وسیلے سے مستحکم ہو سکتے ہیں:

(إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ ا وْ ا لْقَى السَّمْعَ وَهو شَهِيدٌ) [3]

تیسری حدیث

اس حدیث کو حاکم نیشابوری نے مستدرک [4] اور ذھبی نے تلخیص [5] میں بریدہ اسلمی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: "میںایک غزوہ میں علی (ع) کے ساتہ یمن گیا اور آپ (ع) کا ایک عمل مجہ پر ناگوار گذرا۔ رسول خدا (ص) کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے علی (ع) پر نکتہ چینی شروع کی۔ میں نے دیکھا رسول خدا (ص) کے چھرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ (ص) نے فرمایا: اے بریدہ! آیا میں مومنین کی نسبت ان پر خود ان سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟ میں نے کہا: ھاں، یا رسول اللہ (ص)، آپ نے فرمایا:

جس جس کا میں مولا ہوں علی (ع) اس کے مولاہیں۔"

اور یہ وہی غدیر خم والا بیان ہے جسے آنحضرت (ص) نے بریدہ سے بھی فرمایا ہے، اور واقعہ غدیر خم کو اکابر محدثین، موٴرخین اور مفسرین ٦ نے اپنے اپنے فن میں موضوع کی مناسبت سے ذکر کیا

---

1 سورہ انفال آیت 111،، ترجمہ: تم نے نہیں پھینکا جس وقت تم نے پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا.

2 دیکھئے: کتاب بہ یاد اول مظلوم روزگار، ص 127۔

3 سورہ ق آیہ 37، ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ جو شخص (آگاہ) دل رکھتا ہے یا کان لگا کر حضور قلب سے سنتا ہے اس کے لئے اس میں کافی نصیحت ہے۔

4 مستدرک صحیحین ج 3 ص 110، مناقب امیر المومنین علیہ السلام ج 2 ص 425، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ، ج 1 ص 292 اور دوسری کتب۔

5 ذیل المستدرک، ج 3، ص 109 ۔، 372، ج 5، 370، 368، 331 و ج 4، ص 281، 152، 119، 84 و 118، 6 فضائل الصحابہ، 14، مسند احمد، ج 1 451، المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 116، اور اس کی تلخیص میں بھی، 419؛ سنن ابن ماجہ، ج 1، 370، 366، 347 533، اور اس کی تلخیص میں بھی موجود ہے؛، موجود ہے، ص 134، اور

اس کی تلخیص میں بھی موجود ہے، ص 371 164؛ فتح الباری، ج 7، ص 61؛ المصنف لعبد الرزّاق، ج 11، ص، مجمع الزوائد، ج 7، ص 17، ج 9، ص 103 وغیرہ، ص 120 210 وغیرہ، 322، مصنف ابن ابی شیبۃ، ج 7، ص 495 وغیرہ، الاحاد والمثانی، ج 4، ص 325، 225، معیار الموازنۃ72 130 وغیرہ؛ خصائص امیر المومنین علیہ،108، 590 وغیرہ، السنن الکبری للنسائی، ج 5، ص 45، وغیرہ، کتاب السنۃ، 552 376، المعجم، 94 وغیرہ؛ المسند ابی یعلی، ج 1، ص 429، ج 11، ص 307؛ صحیح ابن حبان، ج 15، 64، السلام، ص 50، 70، ج 8، 369، ج 6، ص 218، ج 7، 324، 275، 71؛ المعجم الاوسط، ج 1، ص 112، ج 2، ص 24، الصغیر، ج 1، ص 65 171 وغیرہ، ص 194، 170، 173 وغیرہ، ج 5، ص 166، 180، ج 4، ص 17، ص 213؛ المعجم الکبیر، ج 3، ص 179 212 و ج 12، ص 78، ج 19، ص 291؛ مسند الشامین، ج 3، ص 223، شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، 204، وغیرہ، 203، 109، ج 3، ص 208، ج 4، ص 74، ج 6، ص 168، ج 8، ص 21؛ اور اس کتاب کے دیگر موارد؛ نظم الدر السمطین، ص 93، 643؛ کنز العمال، ج 1، ص 187 وغیرہ، ج 5، ص 290، ج 11، ص 332، 112؛ موارد الظمان، ص 543، الجامع الصغیر، ج 2، 251 وغیرہ، 352، 131، اور اس کتاب کے دیگر موارد، شواہد التنزیل، ج 1، ص 200، 608 وغیرہ، ج 13، ص 105، 603، 293، ج 5، ص 182؛ تاریخ بغداد، ج 7، ص 389، 381 وغیرہ 391؛ تفسیر ابن کثیر، ج 2، ص 15، الدرّ المنثور، ج 2، ص 259، 321، 307، 274، 233، ج 3، ص 92، 369، ج 2، 284، ج 12، ص 340، ج 14، ص 239؛ اُسد الغابہ، ج 1، ص 367، ج 8 283؛ ذیل تاریخ بغداد، ج 3، ص 10، اور اہل سنت کے بہت سی دیگر کتابیں۔ 276، 208، 205، ج 4، ص 28، ج 5، ص 6؛ 130؛ الاقتصاد للشیخ الطوسی، ص 216، الہدایۃ للشیخ الصدوق، ص 149، ص 150؛ رسائل المرتضیٰ، ج 3، ص 20 294، ج 4، ص 567، ج 8، ص 27؛ دعائم الاسلام، ج 1، ص، الرسائل العشر للشیخ الطوسی، ص 133، الکافی، ج 1، ص 287، 148، ج 686، ج 2، ص 335، حدیث 1558، الصلاۃ فی مسجد غدیر خم؛ علل الشرائع، ج 1، 19؛ من لایحضرہ الفقیہ، ج 1، 16، 479، 311، 219، 211، 164، ج 2، ص 58؛ الخصال، ص 66، 64، ص 143، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج 1، ص 52؛ 337، 670؛ کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 276، 428، 186، 185، 184، 149، 578؛ الامالی للصدوق، ص 49، 496 67؛ المجازات النبویۃ للشریف الرضی، ص 217؛ خصائص الائمہ، ص 42؛ تہذیب، 66، التوحید، ص 212؛ معانی الاخبار، 65 536؛ مناقب امیر المومنین علیہ السلام، ، 350؛ الایضاح، ص 99، 103، الاحکام، ج 3، ص 263؛ الروضۃ الواعظین، ص 94؛ 632، 362، ج 2، ص 365؛ اور اس کتاب کے دیگر مقامات، المسترشد، ص 468 وغیرہ، 620، 171، 137، ج 1، ص 118 260؛ اور اس کتاب کے، دلائل الامامۃ، ص 18؛ شرح الاخبار، ج 1، ص 99 وغیرہ، 228 وغیرہ، 240 وغیرہ، ج 2، ص 255 351؛ الاختصاص، ص 79؛ امالی شیخ مفید، ، 485؛ کتاب الغیبۃ، ص 68؛ الارشاد، ج 1، ص 176، دیگر موارد، ج 3، ص 496، 333 وغیرہ، 343، 332، 272، 255، 254، 247، 227، 223؛ کنز الفوائد، ص 225 وغیرہ؛ الامالی للطوسی، ص 9، 85 92 وغیرہ، 271، اور اس، 207؛ العمدۃ، 85، 155؛ الخرائج و الجرائج، ج 1، 96، 555 وغیرہ؛ الاحتجاج، ج 1، ص 75، 546، 320؛ تفسیر، 307، 100، 98، 332 وغیرہ، ج 2، 329، 327، 381، 250، کتاب کے دیگر موارد، تفسیر العیاشی، ج 1، ص 4 495 وغیرہ، 490، 345 وغیرہ، 451، 130، 124، 110، 201؛ تفسیر فرات الکوفی، 56، 301، ج 2، القمّی، ج 1، ص 174 119 اور شیعوں کی بہت سی، 59، 383، ج 8، ص 125، ج 10، 382، 574؛ مجمع البیان، ج 3، ص 274، 503 وغیرہ، 516 دیگر کتابیں۔

ہے، بلکہ بزرگان اہل لغت نے اس واقعہ کو لغت کی کتابوں میں بھی نقل کیا ہے، مثال کے طورپر ابن درید نے جمہرۃ اللغۃ میں کہا ہے :((غدیر معروف وھوالموضع الذی قام فیه رسول اللہ(ص)خطیبا یفضّل ا مٔیر المو مٔنین علی ابن ابی طالب (ع) [1]

اورتاج العروس میں کلمہ ((ولی)) کے ضمن میں کہا کہ :((الذی یلی علیک ا مٔرکومنه الحدیث : من کنت مولاہ فعلی مولاہ))اور ابن اثیر، "نہایہ" میں کلمہ ((ولی)) کے ضمن میں کہتا ہے ((وقول عمر لعلیّ: ا صٔحبت مولی کل مومن، ا یٔ ولی کل مومن))

اور حدیث غدیر اہل سنت کے نزدیک صحیح سلسلہ اسناد کے ساتہ نقل ہوئی ہے، اگرچہ سلسلہ ھائے اسناد اتنے زیادہ ہیں کہ صحت سند کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی نے ینابیع المودۃ میں کہا ہے :" مشہور و معروف موئرخ جریر طبری نے حدیث غدیر خم کو پچہتر مختلف سلسلہ اسناد کے ساتہ نقل کیا ہے اور اس موضوع پر ((الولایۃ))کے نام سے مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔ اسی طرح حدیث غدیرکو ابوالعباس احمدبن محمدبن سعیدبن عقدہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس موضوع پر ((الموالاۃ)) کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے اور اس حدیث کو ایک سو پچاس مختلف سلسلہ اسناد کے ساتہ ذکر کیا ہے۔"

اور اس کے بعد لکھا ہے کہ :"علامہ علی بن موسی اور ابو حامد غزالی کے استاد امام الحرمین علی ابن محمد ابی المعالی الجوینی تعجب کرتے ہوئے کہا کرتے تھے : میں نے بغداد میں ایک جلد ساز کے پاس روایات غدیر کے موضوع پر ایک جلد دیکھی کہ اس پر لکھا تھا : یہ پیغمبر اکرم(ص) کے اس قول ((من کنت مولاہ فعلی مولاہ)) کے سلسلہ ھائے اسناد کے سلسلے میں اٹھائیسویں جلد ہے۔ انتیسویں جلد اس کے بعد آئے گی۔" [2]

ابن حجر اپنی کتاب تہذیب التہذیب [3]میں حضرت علی(ع) کے حالات زندگی کا تذکرہ کرتے ہوئے، ابن عبد البر سے اس حدیث کو حضرت علی(ع)، ابوہریرہ، جابر، براء بن عازب اور زید ابن ارقم کے واسطوں سے نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:"اس حدیث کے ذکر شدہ سلسلہ ھائے اسناد کے کئی گنا دوسرے سلسلہ ھائے اسناد، ابن جریر طبری نے اپنی کتاب میں جمع کیے ہیں۔اور ابو العباس بن عقدہ نے سلسلہ اسناد کو جمع کرنے میں خاص توجہ کی ہے اور حدیث کو ستّریا اس سے زیادہ اصحاب سے نقل کیا ہے۔"

امیر المومنین(ع) کی ولایت اور خلافت بلا فصل پر اس حدیث کی دلالت واضح و روشن ہے۔

اگرچہ لفظ ((مولیٰ)) متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے، لیکن جن قرائن سے یہ بات ثابت ہے کہ اس حدیث میں مولیٰ سے ولایت امر مراد ہے ان میں سے بعض کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں :

1۔ اس مطلب کو بیان کرنے سے پہلے حضرت رسول خدا(ص) نے اپنی رحلت کی خبر دی اور قرآن وعترت کی پیروی کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہر گز جدا نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد اس عنوان کے ساتہ کہ جس جس کا میں مولاہوں علی (ع)اس کے مولاہیں، حضرت علی(ع) کا تعارف کروانا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے آنحضرت(ص) کا مقصد ایسے شخص کی پہچان کروانا ہے کہ جس شخص اور قرآن سے تمسک رکھتے ہوئے امت، آپ(ص) کے بعد ضلالت وگمراہی سے نجات پا سکتی ہے۔

---

1 جمهرة اللغة، جزء اول ص 108 ۔

2 ینابیع المودة، ج 1 ص 113 ۔

3 تهذیب التهذیب، ج 7، ص 297 ۔

2۔اس عظیم اجتماع کو حج سے واپسی کے دوران فقط یہ بتانے کے لئے کہ علی(ع) اہل ایمان کا دوست، اور مددگار ہے، تپتے ہوئے صحراء میں روکنا اور پالان شتر سے منبر بنانا، آپ(ص) کے مقام خاتمیت کے ساتھ تناسب نہیں رکھتا، بلکہ یہ خصوصیات اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ کوئی اہم اعلان کرنا مقصود تھا اور لفظ مولا سے ولایت امر ہی مراد ہو سکتی ہے۔

3۔واحدی نے اسباب النزول میں ابی سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ (يَا ا يُّهَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا ا نُزِل إِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه وَاللّٰهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ)[1]غدیر خم کے روز، علی بن ابی طالب(ع) کی شان میں نازل ہوئی۔[2]

آیت کریمہ کے شان نزول سے معلوم ہوتاہے کہ جس مطلب کی تبلیغ کے لئے رسول خدا(ص)مامور تھے اس کی دو خصوصیات تہیں:

اول۔مرتبے کے اعتبار سے اس کی تبلیغ اتنی زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ خداوند متعال فرما رہا ہے :"اگر اسے انجام نہ دیا تو تبلیغ رسالت ہی کو انجام نہ دیا۔"

دوم۔یہ کہ اس تبلیغ میں خدا تمہیں بچانے والا ہے، یعنی معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلان کے بعد منافقین کی سازشوں کا سلسلہ چل پڑے گاجو آپ(ص) کے ظہور اورتوسیع حکومت کے بارے میں اہل کتاب سے سن کر اس حکومت کو حاصل کرنے کے لئے آنحضرت(ص) سے آملے تھے، لہٰذا ((مولی)) کے معنی، ولایت امر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتے۔

4۔خطیب بغدادی نے ابوہریرہ سے روایت نقل کی ہے کہ:"جو اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھے اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جاتے ہیں اور یہ غدیر خم کا دن ہے، جب نبی اکرم(ص) نے علی بن ابی طالب(ع) کا ھاتھ پکڑ کر فرمایا : آیا میں مومنین کا مولاہوں ؟سب نے کہا :ھاں، یا رسول اللہ(ص)،تو فرمایا: جس جس کا میں مولاہوں علی(ع) بھی اس کے مولاہیں۔

یہ سن کر عمربن خطاب نے کہا : بخٍّ بخٍّ یا ابن ابی طالب، آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے مولا قرار پائے ، پھر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی (اَلْيَوْمَ ا کْمَلْتُ لَکُمْ دِيْنَکُمْ)[3]

وہ چیز جس کے ذریعے اکمال دین واتمام نعمت خدا ہے اور جس کی وجہ سے دین اسلام خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے، وہ احکامِ خدا کے معلم اور انہیں عملی جامہ پہنانے والے کا تعین ہے۔

5۔نور الابصار میں شبلنجی نے لکھاہے[4]:"امام ابو اسحاق ثعلبی اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ: سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا کہ

---

1 سورہ مائدہ، آیت 67 ۔"اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور آگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا"۔257 و 402 ، وج 2، ص 391 و 451 ؛ الدرّ، 255، 254، 2 اسباب النزول ص 135 ؛ شواہد التنزیل، ج 1، ص 249 المنثور، ج 2، ص 298 ؛ الفتح الغدیر، ج 2، ص 60 ؛ المعیار و الموازنۃ، ص 214 ، تاریخ مدینۃ دمشق، ج 42 ، ص 237 ؛ینابع 285 ، وج 3، ص 279 ۔ ، المودۃ، ج 1، ص 359 ، و ج 2، ص 248

؛ دعائم الاسلام، ج 1، ص 15 ؛ رسائل المرتضیٰ، ج 3، ص 20 ، و ج 4، ص 130 ؛ الکافی، ج 1، ص 289 ، و 290 ؛ الامالی، للصدوق، ص 435 ، مجلس نمبر 56 ، ح 10 ، و ص 584 ؛ کشف الغطاء، ج 1، ص 10 ؛ التوحید، ص 254 ، و 256 382 ؛ المسترشد، ص ، 92 ؛ مناقب امیر المومنین (ع)، ج 1، ص 140 ، و 171 ، و ج 2، ص 380 ، روضۃ الواعظین، ص 90 465 ، و 470 ، و 606 ؛ شرح اخبار، ج 1، ص 104 ، و ج 2، ص 276 ، و 374 ؛ الارشاد، ج 1، ص 175 ؛ الاحتجاج، ج 1، ص 152 ؛ تفسیر ابی حمزۃ الثمالی، ص ، 70 ؛ مناقب آل ابی طالب، ج 3، ص 21 ، و 23 ؛ العمدۃ، ص 99 ؛ الطرائف، ص 121 و 149 174 ، و ج 2، ص 201 ؛ تفسیر ، 331 وغیرہ، و ج 2، ص 97 ؛ تفسیر القمّی، ج 1، ص 171 ، 160 ، تفسیر عیاشی، ج 1، ص 328 129 وغیرہ، إعلام الوری، ج 1، ص 261 ، اور شیعوں کے دیگر منابع و مدارک۔ ، فرات الکوفی، ص 124 3 تاریخ بغداد ج 8 ص 284 ؛ شواہد التنزیل، ج 1، ص 200 وغیرہ، و ج 2، ص 391 ؛ تاریخ مدینۃ دمشق، ج 42 ، ص 234 ؛ البدایۃ و النھایۃ، ج 7، ص 386 ، المعیار و الموازنۃ، ص 212 ، ینابیع المودۃ، ج 2، ص 249 ؛ نیز اہل سنت کے ،233 دیگر منابع۔ 244 ؛ الطرائف، ص 147 ؛ رسائل المرتضیٰ، ج 4، ص 131 ؛ الاقتصاد، ص 220 ؛ الامالی ، العمدۃ، ص 106 و 170 للصدوق، ص 50 ، مجلس نمبر 1، ح 2؛ روضۃ الواعظین، ص 350 ؛ تفسیر فرات کوفی، ص 516 ؛ خصائص الوحی المبین، ص 97 ؛ اور شیعوں کے دیگر منابع و مآخذ۔

4 نور الابصار، ص 87 ۔(فصل مناقب سیدنا علی بن ابی طالب ابن عم الرسول و سیف اللہ المسلول میں ذکر کیا ہے)370 ، شواہد ، اسی طرح رجوع فرمائی، نظم درر السمطین، ص 93 ، الجامع لاحکام القرآن، ج 18 ، ص 279 ، ینابع المودۃ، ج 2التنزیل، ج 2، ص 381 ، اور اہل سنت کے دیگر منابع۔

آیت (سَا لَٔ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ)[1] کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟

اس ______ نے کہا: مجہ سے تم نے ایسے مسئلے کے بارے میں سوال کیا ہے جسے تم سے پہلے کسی اور نے نہیں پوچھا۔ میرے لئے میرے والد نے جعفر بن محمد اورانہوں نے اپنے اجداد سے حدیث بیان کی ہے کہ غدیر خم کے مقام پر جب رسول خدا(ص) نے لوگوں کو بلایا اور سب جمع ہو چکے تو آپ(ص) نے علی علیہ السلام کا ھاتہ پکڑ کر فرمایا: ((من کنت مولاہ فعليّ مولاہ))، اس طرح یہ بات شہروں میں مشہور ہونے لگی اور جب یہ خبر حارث بن نعمان فہری تک پہنچی تو وہ رسول خدا(ص) کے پاس آیا اور کہا: اے محمد(ص)! تو نے حکم دیا تھا کہ خدا کی وحدانیت اور تیری رسالت کا اقرار کریں، سو ہم نے اقرار کیا، تو نے حکم دیا کہ پانچ وقت کی نمازیں پڑہیں، ہم نے قبول کیا، زکات دینے کو کہا، ہم نے قبول کیا، حکم دیا کہ رمضان کے روزے رکہیں ہم نے قبول کیا، حج کرنے کا حکم دیا، ہم نے یہ بھی مان لیا، لیکن تم اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور اپنے چچا زاد بھائی کا ھاتہ پکڑ کر اسے ہم پر فضیلت دینا چاہی اور کہا ((من کنت مولاہ فعليّ مولاہ))، آیا یہ تمہارا فیصلہ ہے یا خداوند عزوجل کا حکم ہے ؟

پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا: والذی لا إله إلا هو، یقینا یہ خداوند عزوجل کا حکم ہے۔

حارث بن نعمان سوار ہونے کے لئے اپنی سواری کی طرف بڑھا اور کہا: بار الہا! جو کچہ محمد(ص) کہہ رہا ہے اگر یہ سچ ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ یا دردناک عذاب نازل فرما۔

ابھی وہ اپنی سواری تک نہ پہنچا تھا کہ خداوند عزوجل نے پتھر نازل فرمایا جو اس کے سر پر آیا اور دوسری طرف سے نکل گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ اس موقع پر خداوند عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (سَا لَٔ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ة لِّلْكَافِرِيْنَ لَيْسَ لَه دَافِعٌة مِّنَ اللهِ ذِی الْمَعَارِجِ)[2]

اس میں کسی قسم کے شک وتردید کی گنجائش نہیں کہ علی(ع) کے بارے میں، لوگوں نے رسول خدا(ص) سے فضائل سن رکہے تھے۔ وہ بات جو حارث بن نعمان جیسے افراد کے لئے نئی، شہروں میں منتشر شدہ اور ناقابل یقین فضیلت تھی، وہ رسول خدا(ص) کی جانب سے، علی(ع) کے لئے، مولیٰ اور ولی ہونے کا اعلان تھا، جو اس جیسے افراد برداشت نہ کر سکتے تھے، نہ یہ کہ مولی کے کوئی دوسرے معنی ہوں۔

6۔ احمد بن حنبل نے مسند میں[3]، فخر رازی نے تفسیر میں[4]، خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں[5] اور ان کے علاوہ دوسروں[6] نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے، لیکن ہم فقط مسند احمد کی روایت پر اکتفا کرتے ہیں :

احمد نے براء بن عازب سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: ہم رسول خدا(ص) کے ساتہ ہمسفر تھے۔ غدیر خم کے مقام پر رکے، نماز جماعت کے لئے بلایا گیا، رسول خدا(ص) کے لئے دو درختوں کے نیچے جھاڑو دی گئی، آپ(ص) نے نماز ظہر ادا کی اور علی(ع) کا ھاتہ پکڑ کر فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ میں مومنین سے ان کی اپنی نسبت اولی ہوں؟ سب نے کہا: ھاں، فرمایا: کیا تم

نہیںجانتے ہو کہ یںٓہر مومن سے خود اس کی نسبت اولی ہوں ؟سب نے کہا:ھاں، پھر آپ نے علی(ع) کا ھاتہ بلند کر کے فرمایا ((من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ))۔براء بن عازب کہتا ہے: اس کے بعد عمر نے علی (ع) کے ساتہ ملاقات کی اور آپ سے کہا((ھنیئاً یا ابن ابی طالب، اصحبت وامسیت مولی کل مومن ومومنة))۔

شرح الاخبار، ج 1، ص 230؛ مناقب آل ابی طالب، ج 3، ص 40 ، تفسیر فرات کوفی، ص 505؛ الطرائف، ص 152؛ مناقب آل ابی طالب، ج 3، ص 40 ، اور شیعوں کے دیگر منابع۔

---

1 سورہ معارج، آیت 1۔ "ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا"۔

2 سورہ معارج، آیت 1،2،3 ۔ "ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا۔جس کا کافروں کے حق میں کوئی واقع کرنے والا نہیں ہے۔ بلندیوں والے خدا کی طرف سے ہے"۔

3 مسند احمد بن حنبل، ج 4، ص 281 ۔

4 تفسیر کبیر، ج 12 ، ص 49 ،آیہ (ٔیا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک) کی تفسیر کے ذیل میں۔

5 تاریخ بغداد، ج 8، ص 284 ۔

6 نظم درر السمطین، ص 109؛ ذخائر العقبیٰ، ص 67؛ تاریخ مدینة دمشق، ج 42 ، ص 220 وغیرہ؛ البدایة والنھایة،285؛ اور اہل سنت کے دیگر منابع وماخذ۔ ، 101 ، ج 2، ص 158 ،98 ، ج 7،ص 386؛ینابیع المودة، ج 1اور شیعہ منابع میں بھی ذکر ہے: مناقب امیر المومنین علیہ السلام، ج 1، ص 443 ، ج 2، ص 441؛ المسترشد، ص 45؛ الطرائف، ص 150؛ اختیار معرفة الرجال، ج 1، ص 87 ، اور شیعوں کے دیگر منابع و ، 472؛ مناقب آل ابی طالب، ج 3 مآخذ۔

عمر جیسے شخص سے اس طرح کی مبارک باد، ایک ایسی چیز کے لئے جس میں حضرت علی(ع) کے ساتہ دوسرے مومنین بھی شریک ہوں، دوستی کے معنی میں نہیں، بلکہ بلا شبہ مبارک باد کا یہ انداز کسی خاص فضیلت کے لئے ہی ہوسکتا ہے اور وہ فضلیت زعامت امت و منصب خلافت رسول خدا(ص) کے سوا کچھ نہیں۔

7۔ اکابر اہل سنت کی ایک جماعت مثلاابن حجر عسقلانی نے الا صابۃ میں [1]، ابن اثیر نے اسد الغابۃمیں [2] اور دیگر علماء نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ھم ابن اثیر کی روایت پر اکتفا کرتے ہیں :

"ابو اسحاق کہتا ہے :میرے لئے اس حدیث کو بیان کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا، کہ علی(ع) نے رحبہ کے مقام پر رسول خدا(ص) کے اس قول ((من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ))کو سننے والوں کو طلب کیا، ایک گروہ نے اٹہ کر گواہی دی کہ انہوں نے اسے رسول خدا(ص) سے سنا ہے،جب کہکچھ لوگوںنے اسے چھپایا اور جنهوں نے وہاں گواہی نہ دی تھی، اندہے ہونے اور آفت میں گرفتار ہونے سے پہلے نہ مرے۔"

حضرت علی(ع) کا اس روایت کے ذریعے اتمام حجت کرنا اور گواہی کے لئے لوگوں کو طلب کرنا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ حدیث میں، منصب ولایت امر اور زعامت امت ہی مراد ہے۔

8۔ ولایت علی ابن ابی طالب(ع) کو بیان کرنے سے پہلے آنحضرت(ص) نے فرمایا: "خدا میرا مولاہے اور میں ہر مومن کا مولاہوں۔" خدا آپ(ص)کا مولاہے یعنی خدا کے علاوہ کسی اور کو آنحضرت(ص) پر ولایت حاصل نہیں اور جس طرح سے خدا آپ(ص) کا مولاہے، آپ بھی اسی طرح ہر مومن کے مولاہیں اور اہل ایمان پر جو ولایت آنحضرت(ص) کو حاصل ہے حضرت علی(ع) کو بھی وہی ولایت حاصل ہے۔ اور واضح وروشن ہے کہ اس ولایت سے رسول خدا(ص) کی خلافت مراد ہے۔

9۔ حضرت علی(ع) کا اس طرح تعارف کرانے سے پہلے آپ(ص) نے اس جملے کے ذریعے اعتراف واقرار لیا کہ ((ا لَست ا وَلی بکم)) سب نے کہا:ھاں یارسول اللہ، اور یہ وہی اولویت ہے جسے خداوند متعال نے قرآن میں فرمایا ہے (اَلنَّبِیُّ ا وَ ْلیٰ بِالْمُو ْ ِنِیْنَ مِنْ ا نَ ْفُسِهِمْ) [3]

اور اس کے بعد یہ فرمایا: "جس جس کا میں مولاہوں، علی بھی اس کے مولاہیں"، اور جملہ ((ا لَست ا وْلی بکم))کو پہلے ذکر فرما کر کلمہ ولی کے بارے میں تمام شبہات کو برطرف کردیا، اور اس طرح یہ مطلب واضح کردیا کہ مومنین کی نسبت جو اولیت آپ(ص) کو حاصل ہے، حضرت علی علیہ السلام کے لئے بھی وہی الوہیت ثابت ہے۔

حدیث چہارم:

چوتھی حدیث جناب ختمی مرتبت(ص) کا وہ فرمان ہے جس میں آپ نے جناب امیرعلیہ السلام سے یوں فرمایا: "انت منی وانا منک" ٤ اس حدیث کو بخاری کے علاوہ دیگر اکابر ائمہ حدیث نے بھی نقل کیا ہے۔

---

1 الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج 4، ص 300 ،پہلی قسم عبد الرحمن بن مدلج۔

107 ، السنن الکبری ، 2 اسد الغابہ ، ج 3، ص 321 ، مسند احمد بن حنبل، ج 1، ص 119 ، مجمع الزوائد، ج 9، ص 105، للنسائی، ج 5، ص 131 وغیرہ، مسند ابی یعلی، ج 1، ص 428 ؛ البدایۃ والنہایۃ، ج 5، ص 229 ؛ السیرۃ النبویۃ، ابن کثیر، ج 4، 171 ، 100 وغیرہ، 132 ؛ المعجم الاوسط، ج 7، ص 70 ، المعجم الکبیر، ج 5 ، 418 ، خصائص امیرالمومنین علیہ السلام، ص 96شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج 19 ، ص 217 ؛تاریخ مدینۃ دمشق، ج 42 ، ص 205 اور اہل سنت کے دیگر منابع۔334 وغیرہ؛ ، 100 ؛ الامالی للطوسی، ص 272 ، مناقب امیر المومنین علیہ السلام، ج 2، ص 372 ، شرح الاخبار، ج 1 العمدۃ، 93 ؛ الطرائف، ص 151 اور شیعوں کی دیگر کتابیں۔

3 سورہ احزاب ، آیت 6۔ "بے شک نبی تمام مومنین سے ان کے نفس کی بہ نسبت زیادہ اولیٰ ہے"۔

4 صحیح بخاری ، ج 3، ص 168 ، کتاب الصلح باب کیف یکتب ھذا۔۔۔، وج 4، ص 207 ، باب مناقب علی بن ابی طالب،

ج 5، ص 85 ، باب عمرۃ القضاء؛ مسند احمد بن حنبل ،ج 1، ص 98 و 115 ، وج 5، ص 204 ؛و صحیح ابن حبان، ج 11 ، ص 229 و 230 ؛ سنن الکبریٰ للبیہقی، ج 8، ص 5؛ مجمع الزوائد، ج 9، ص 275 ؛ المنصف لعبد الرزاق، ج 11 ، ص 227 ؛ مصنف ابن ابی شیبہ، ج 7، ص 499 ؛ سنن الکبریٰ للنسائی، ج 5، ص 127 و 148 و 168 و 169 ؛ خصائص امیر المومنین علیہ السلام ، ص 88 و 89و 122 و 151 ؛ کنز العمال، ج 5، ص 579 ، وج 11 ، ص 599 و 639 و 755 و ج 13 ص 255 ،معانی قرآن، ج 5، ص 40 ، شواہد التنزیل، ج 2، ص 143 ، الجامع لاحکام القرآن، ج 13 ، ص 60 ، وج 15 ، ص 215 ؛ تفسیر ابن کثیر، ج 3، ص 475 و ج 4؛ ص 218 ؛تاریخ بغداد، ج 4، ص 364 ؛ تاریخ مدینۃ دمشق، ج 19 ، ص 362 ،وج 42 ، ص 53 و 63 و 179 ؛تہذیب الکمال، ج 5، ص 54 البدایۃ االنہایۃ، ج 4، ص 267 ؛ اور اہل سنت کے دوسرے حوالہ جات ۔؛ مناقب امیر المومنین علیہ السلام ، ص 473 ؛ مناقب آل ابی طالب، ج 1، س 396 ؛ الخصال ، ص 496 و 573 و 652عیون اخبار الرضا علیہ السلام ،ج 2، ص 58 ،، باب 31 ، ح 224 ؛ الامالی للصدوق، ص 66 المجلس الرابع، ح 2، ص 156 ، المجلس الحادی والعشرون، ج 1، ص 342 ، المجلس الخامس والاربعون، ح 2،اس کتاب سے دوسرے مورد؛ کمال الدین وتمام النعمۃ، ص 241 ؛ کفایۃ الاثر، ص 158 ؛ روضۃ الواعظین، ص 112 ،و 296 ؛ المسترشد، ص 621 و 634 و۔۔۔شرح الاخبار، ج 1، ص 93وج 2، ص 250 ؛ الارشاد، ج 1، ص 46 ؛ الامالی للمفید، ص 213 ؛ الامالی للطوسی، ص 200 و 351 ؛ العمدۃ، ص 146 و 201 ؛ اور دوسرے حوالاجات شیعہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کمال عالم هستی، عقل، علم، عبودیت اور اپنے اختیار سے اطاعت الٰہی کی بناء پر ہے۔ اور انسان کی خلقت کا امتیازی پہلو بھی اسی عقل اور اپنے اختیار سے اطاعت الٰہی کے سبب ہے۔ نیز انسان کی خلقت کا ہدف و مقصد بھی یہی ہے۔

بنا بر ایں انسان کا کمال عالم غیب سے اس کے مرتبہ اتصال اور نور وحی کے ذریعے اس کی عقل کے نورانی ہونے سے وابستہ ہے اور یہی مرتبہ نبوت ہے۔

اور کمال مرتبہ نبوت، خالق کی جانب سے مخلوق کے لئے سفارت الٰہی کے عہدے پر فائز ہوکر، ان کی عقول کو نور حکمت الٰہی سے منور کرنے سے وابستہ ہے اور یہ مرتبہ رسالت ہے اور کمال مرتبہ رسالت، مرتبہ خاتمیت تک رسائی ہے جو تا ابد زندہ رہنے والی شریعت کے ساتھ مبعوث ہونے کا مقام ہے اور انسانی کمال کی آخری حد بھی یہی ہے۔ اور اس مرتبے کا مالک خاتم ماسبق اور فاتح ما استقبل، صاحب اسم اعظم اور مثل اعلی یعنی حضرت محمد مصطفی(ص) ہیں ۔

امیر المومنین علیہ السلام اس هستی کے مرتبے پر فائز ہیں کہ جن کے بارے میں خداوند تعالی نے فرمایا: (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى) [1]

اور اس هستی نے آپ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: "عليّ مني" (علی مجھ سے ہے) یعنی عالم امکان کے اس گوہر یکتا سے علی کا اشتقاق ہوا ہے جو نفس قدسی بھی ہے نیز تخلیق کائنات اور خلافت آدم کی علت غائیہ بھی۔

اور آنحضرت(ص) نے صرف اسی جملے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کے بعد فرمایا: - " وانا منہ "تا کہ اس نکتے کو سمجھا سکیں کہ ختمی مرتبت کے وجود اور ان کی بعثت کا مقصد و ہدف اور اس بعثت کی حفاظت کی بنیاد (یعنی دین قویم و صراط مستقیم کی جانب ابتداءً و استمراراً ہدایت بجز علی اور ان کی معصوم اولاد کے علاوہ کسی اور کے ذریعے ممکن ہی نہیں۔

بنا بر ایں یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخص پیغمبر سے اور پیغمبر اس سے ہوں اس کے اور پیغمبر کے درمیان کوئی اور خلافت حد فاصل واقع ہوجائے ۔

پانچویں حدیث:

فریقین کے اکابر ائمہ حدیث ، اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا:

علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض[2]اس حدیث کے معنی، قرآن مجید کی شناخت کے بعد ہی واضح ہوسکتے ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں بطور اختصار چند نکات ذکر کئے جارہے ہیں۔

1۔ آسمانی کتب میں قرآن مجید سے افضل کتاب موجود نہیں (اللّٰهُ نَزَّلَ ا حْ ۡسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا) [3]

---

1 سورہ نجم آیت 3: وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے نہیں ہیں۔

2 علی(ع) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی(ع) کے ساتھ جو کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے، یہاںتک حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 124 ، نیز اس کتاب کے خلاصہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے، المعجم الصغیر،، ج 1، ص 255 ، المعجم الاوسط، ج 5، ص 135 ، الجامع الصغیر، ج 2، ص 177 ، کنز العمال، ج 11 ، ص 603 ، فیض القدیر، ج 4ص 470 ، سبل الھدیٰ و الرشاد، ج 11 ، ص 297 ، ینابیع المودۃ، ج 1، ص 124 و 269 ، نیز اہل سنت کے دیگر منابع۔

، 297 ، الطرائف، ص، 103 ، الاربعون حدیثاً، ص 73 ، کشف الغمۃ، ج 1، ص 148 ، الاحتجاج، ج 1، ص 214،225الامالی شیخ طوسی، ص 460 ، المجلس السادس عشر، ح 34 ، و ص 479 ، و 506 ، نیز شیعوں کے دیگر منابع۔3 سورہ زمر آیہ 23 ، خدا نے قرآن کو نازل فرمایا جو کہ بہترین حدیث ہے ایسی کتاب جس کی آیات متشابہ ہیں۔

(إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِى لِلَّتِى هِيَ ا قْ ْوَمُ)[1]

2۔ خداوند متعال نے قرآن کریم کو ایسے اوصاف سے متصف فرمایا ہے کہ زبان ان کے بیان سے اور قلم ان کی تحریر سے عاجز ہے۔

(بَلْ هو قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِى لَوْحٍ مَحْفُوظٍ)[2]

(إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِى كِتَابٍ مَكْنُونٍ)[3]

(وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنْ الْمَثَانِى وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ) ٤

(يَس وَالقُرْآنِ الْحَكِيْمِ)[5]

3۔ خداوند تعالی نے اپنے آپ کو معلم قرآن قرار دیا ہے۔ (اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ)[6]

4۔ جبروت الٰہی سے جب امور نے اس کتاب میں تجلی کی ہے ان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ارشادپروردگار ہے۔ (لَوْ ا نْ ْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَا يْ ْتَهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِنْ خَشْيَةِ اللهِ)[7]

5۔ اسراز و رموز کے پردے میں مخفی، خداوند تعالیٰ کے قدرت نے آیات قرآن میں تجلّی کی ہے۔ اس کی نشاندہی کرتے ہوئے خداوند تعالی نے فرمایا: (وَلَوْ ا نَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ ا وْ ْ قُطِّعَتْ بِه الْا رْ ْضُ ا وْ ْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَى)[8]

6۔ یہ کتاب، مظہر علم و حکمت الٰہی ہے (وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ)[9]

(وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً)[10]

7۔ اس کتاب کے نازل کرنے پر خداوند تعالی نے خود اپنی تعریف و تمجید فرمائی ہے۔ (اَلْحَمْد لِلّهِ الَّذِى ا نْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجَا)[11]

8۔ اس کتاب عزیز سے تمسک رکھنے کے سلسلے میں آنحضرت فرماتے ہیں: پس جب بھی فتنے اور آشوب تم پر مشتبہ ہوکر تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیں تو قرآن کا رخ کرو کیونکہ قرآن یقینا ایسا شفیع ہے کہ جس کی شفاعت قبول کرلی گئی ہے، برائیوں کی خبر دینے والا ایسا مخبر ہے جس کی خبر مصدقہ ہے ۔ جو بھی اسے اپنا رہبر بنائے گا یہ جنت کی جانب اس کی رہبری کرے گا جو بھی اسے پس پشت رکھے گا یہ اسے جہنم کی جانب لے جائے گا قرآن بہترین راہوں کی جانب راہنمائی کرنے والا راہنما ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں تفصیل و بیان ہے اور حصول حقائق کا طریقہ یہ حق کو باطل سے جدا کرتی ہے اس کا کلام قطعی اور نپا تلا ہے۔ شوخی و مزاح نہیں۔ اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اس کا ظاہر حکم اور باطن علم ہے۔ اس کے ظاہر حسین و جمیل اور باطن عمیق اور گہرا ہے۔

اس کی حدود ہیں اور ان حدود کی بھی حدود ہیں۔ اس کی محیّر العقول باتیں نا قابل شمار ہیں اور اس کے عجائب و جدتیں کبھی پرانی نہ ہونگی۔ اس میں ہدایت کے چراغ ہیں۔ نور حکمت کے پرتو اسی سے نکلتے ہیں جو اسے سمجھ لے تو یہ کتاب طریق معرفت کے لئے اس کی دلیل و راہنما ہے۔"۔ (12)

---

1 سورہ اسراء آیہ 9، بے شک قرآن اس راستہ کی ہدایت کرتا ہے، جو سب سے زیادہ سیدھی ہے۔

2 سورہ بروج آیہ 20 ۔ 21، بلکہ یہ قرآن مجید جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

3 سورہ واقعہ آیہ 77 ۔ 78، بے شک یہ بڑے رتبہ کا قرآن ہے جو کتاب (لوح) محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

4 سورہ حجر آیہ 87، اور ہم نے تم کو سبع مثانی (سورہ حمد) اور قرآن عظیم عطاء کیا ہے۔

5 سورہ یس 1۔ 2، یس (اس) پر از حکمت قرآن کی قسم۔

6 سورہ رحمن۔ 1۔ 2۔، خدای مہربان۔ تعلیم دی قرآن کی۔

7 سورہ حشر آیہ 21، اگر نازل کرتے قرآن کو پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ کس طرح پہاڑ خشیت خدا سے ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

8 سورہ رعد۔ آیہ 31، ترجمہ: اور اگر کوئی ایسا قرآن (بھی نازل ہوا) ہوتا جس کی برکت سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) چل کھڑے ہوتے یا اس کی وجہ سے زمین (کی مسافت) طے کی جاتی اور اس کی برکت سے مردے بول اٹھتے۔

9 سورہ نمل آیہ 6۔، اے رسول آیات قرآن عظیم از طرف خدای حکیم و دانا آپ پر وحی القاء ہوتی ہے۔

10 سورہ نحل آیہ 89، ہم نے اس قرآن عظیم کو تم پر نازل کیا جو کہ ہر چیز کی حقیقت کو روشن کرتا ہے اور ہدایت و رحمت ہے۔

11 سورہ کہف آیت 1۔ ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اپنے بندے محمد ((ص)) پر کتاب (قرآن) نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی (خرابی) نہ رکھی۔

12 الکافی، ج 2، ص 599 ۔

جی ھاں، خداوند متعال نے اس کتاب میں اپنی مخلوق کے لئے تجلی کی ہے۔ جس ذات نے اس کتاب کو نازل کیا ہے اسی نے قرآنی آیات میں اور جس پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے اس نے اپنی بالائی سطور میں اس قرآن کی تعریف کی ہے۔ کیا عظیم قدر و منزلت ہے اس شخص کی جسے ختمی مرتبت نے قرآن کے ہمراہ اور قرآن کو اس کے ہمراہ قرار دیا ہے۔

حامل حکمت قرآن ہونے کی بناء پر وہ ظاہر قرآن کے ہمراہ اور علم قرآن کا حامل ہونے کی بناء پر وہ باطن قرآن کے ہمراہ ہے ۔ یہ ھستی شمار نہ کئے جانے والے عجائبات اور کبھی ختم نہ ہونے والے محیّر العقول غرائبات کے ساتھ ہے۔ اور اس معیت و ہمراہی کی بناء پر گذشتہ تمام انبیاء پر نازل ہونے والی حکمت و کتاب، اس کے پاس ہے۔

فریقین کے اکابر مفسرین و محدثین [1] سے منقول روایات کے مطابق کلام مجید میں مذکور "اُذُن واعیہ" (تمام چیزوں کو اچھی طرح سے سننے والا کان) علی ہی ہے۔ جہاں ارشاد قدرت ہے: (وَ تَعِيهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ) [2]

وہی جس نے کہا: (سلونی فوالله لاتسا لُونی عن شی یکون إلی یوم القیامة الاَّ حدثتکم به و سلونی عن کتاب الله، فو الله ما من آية إلاَّ و ا نٔا ا عٔلم ا بٔلیل نزلت ا مٔ بنهار [3] اس ھستی کی کیا عظیم منزلت ہوگی کہ جسے رسول اکرم(ص) نے قرآن کے ہمراہ قرار دیا ہو۔

واضح ہے کہ ہمراہی اور معیت ہمیشہ دو طرفہ ہوا کرتی ہے یعنی جب علی قرآن کے ساتھ ہیں تو قرآن بھی یقینا علی کے ساتھ ہے لیکن اس کے باوجود آنحضرت نے علی مع القرآن فرمانے پر اکتفاء نہ کیا بلکہ آپ علیہ السلام کی عظمت میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: والقرآن مع علی، اور اس نکتے کو صرف اولوالالباب ہی درک کرسکتے ہیں۔

اس حدیث کے پہلے جملے میں علی سے کلام کی ابتداء کرنا اور قرآن پر ختم کرنا نیز دوسرے جملے میں قرآن سے ابتداء اور علی پر جملے کا اختتام کرنا وہ بھی فصیح و بلیغ ترین ھستی کی زبان سے، ایسے باریک و دقیق نکات پر مشتمل ہے کہ جس کی تشریح و تفسیر اس مختصر کتاب میں نہیں کی جاسکتی۔

المختصر یہ کہ انبیاء و مرسلین کے درمیان رسول امین سے افضل کوئی نہیں اور کیونکہ علی

1-علیہ السلام آنحضرت(ص) سے اور آنحضرت(ص) علی علیہ السلام سے ہیں (انت منی و انا منک) لہٰذا خدا کی افضل ترین مخلوق کے بعد بلا فصل آپ علیہ السلام ہی کا رتبہ ہے۔ ادہر دوسری طرف تمام آسمانی کتب میں قرآن مبین سے اعلی و ارفع کوئی کتاب نہیں، اور کیونکہ علی قرآن کے اور قرآن علی کے ساتھ ہے (علیٌ مع القرآن والقرآن مع علی) لہٰذا قلب علی بن ابی ؛177 ، 1 شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ج 7، ص 220 ؛ نظم درر السمطین، ص 92 ؛ کنز العمّال، ج 13 ، ص 135 ، 362 وغیرہ؛ الجامع لاحکام القرآن، ج 18 ، جامع البیان، ج 29 ، ص 69 ؛ اسباب النزول، ص 294 ؛ شواہد التنزیل، ج 2، ص 361 ، ص 264 ؛ تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص 441 ؛ الدر المنثور، ج 6، ص 260 ؛ تاریخ مدینۃ دمشق، ج 38 ، ص 349 ، ج 41 ، ص 455 ج 42 ، ص 361 ، اور اہل سنت کی دیگر کتابیں۔ بصائر الدرجات، ص 537 ، الجزء العاشر، باب 17 ، ح 48 ؛ الکافی، ج 1، ص 423 ؛ عیون اخبار الرضا (علیہ السلام)، ج 2، ص 62 ، باب 31 ، ح 256 ؛ روضۃ الواعظین، ص 105 ؛ مناقب امیر المومنین علیہ السلام، ج 1، ص 142 وغیرہ؛ دلائل الامامۃ،

ص 235؛ تفسیر العیاشی، ج 1، ص 14؛ تفسیر فرات الکوفی، ص 499؛ التبیان، ج 10، ص 98؛ مجمع البیان، ج 10، ص 107 اور شیعوں کی دیگر کتابیں۔ 2 سورہ حاقہ، آیت 12، اور اسے یاد رکھنے والے کان سن کر یاد رکھیں۔

3 مجھ سے سوال کرو، خدا کی قسم مجھ سے کوئی چیز نہیں پوچھو گے قیامت تک مگر یہ کہ میں اس کے بارے میں خبر دوں گا، قرآن کے بارے میں سوال کرو، خدا کی قسم کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں میں نہ جانتا ہوں کہ یہ رات میں نازل ہوئی ہے یا دن میں۔، فتح الباری، ج 8، ص 459، کنز العمال، ج 3، ص 565، اور تھوڑے سے فرق کے ساتھ شواہد التنزیل، ج 1، ص 42 تفسیر ثعالبی، ج 1، ص 52، الجامع لاحکام القرآن، ج 1، ص 35، الجرح و التعدیل، ج 6، ص 192، تہذیب الکمال، ج 20، ص، 487، تہذیب التہذیب، ج 7، ص 297، انساب الاشراف، ص 99، ینابیع المودۃ، ج 2، ص 173، و 408، ذخائر العقبیٰ، ص 83 تفسیر القرآن عبد المرزاق، ج 3، ص 241، الطبقات الکبری، ج 2، ص 338، تاریخ مدینۃ دمشق، ج 42، ص 398 میں، اور اہل سنت کے دیگر مصادر۔ مناقب آل ابی طالب، ج 1، ص 64؛ وصول الاخیار الی اصول الاخبار، ص 4؛ المناقب، ص 94؛ کشف الغمۃ، ج 1، ص 117؛ سعد السعود، ص 284، تفسیر العیاشی، ج 2، ص 283، اور شیعوں کے دیگر منابع و مآخذ۔

طالب علیہ السلام خداوند تعالی کی جانب سے نازل کردہ تمام امور کا آئینہ ہے اب خواہ وہ امر ہدایت ہو، نور ہو، حکمت ہو یا کوئی بھی اور شئے۔

کیا ان تمام صفات سے متصف ہونے کے بعد بھی کوئی شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ رسول اکرم(ص) کی خلافت اور قرآن عظیم کی تفسیر کے لئے علی علیہ السلام کی ذات شائستہ ترین ہے؟

کیا اس بات میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ علی علیہ السلام خدا پر ایمان رکھنے والے ہر انسان کے مولا ہیں کہ جس نے فرمایا:

(وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ)[1] (وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِينُ)[2]

حدیث ششم:

وہ حدیث ہے جس کی سند کے صحیح ہونے کا محدثین اور رجالِ اہل سنت نے اعتراف کیا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہکچھ لوگ ابن عباس کے پاس آئے جو امیر المومنین(ع) کے بارے میں ناروا الفاظ استعمال کر رہے تھے، تو ابن عباس نے کہا: ایسے شخص کے بارے میں ناروا کہہ رہے ہو جو ایسی دس فضیلتوں کا مالک ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں ہیں۔

1۔ جنگ خیبر میں (جب دوسرے گئے اور عاجز ہو کر پلٹ آئے تو) رسول خدا(ص) نے فرمایا:

ایسے شخص کو بھیجوں گا جسے خدا نے ہرگز ذلیل و رسوا نہیں کیا وہ خدا و رسول(ص) سے محبت کرتا ہے اور خدا اور رسول(ص) اس سے محبت کرتے ہیں۔

سب گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ وہ کون ہے؟ آنحضرت(ص) نے فرمایا: علی(ع) کہاں ہیں؟ آپ دکھتی آنکھوں کے ساتھ آئے، رسول خدا سے شفا پانے کے بعد، آنحضرت(ص) نے علم کو تین مرتبہ لہرانے کے بعد علم علی(ع) کو دیا۔

2۔ فلاں کو رسول خدا(ص) نے سورہ توبہ کے ساتھ مشرکین کی جانب روانہ کیا، پھر اس کے پیچھے علی(ع) کو بھیجا اور اس سے سورہ لے کر فرمایا: یہ سورہ اس فرد کے علاوہ کوئی نہیں لے جا سکتا جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

3۔ رسول خدا(ص) نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو دنیا او رآخرت میں میرا ولی ہو؟ کسی نے قبول نہ کیا، علی(ع) سے فرمایا: دنیا و آخرت میں تم میرے ولی ہو۔

4۔ خدیجہ کے بعد علی(ع) سب سے پہلے ایمان لائے۔

5۔ رسول خدا(ص) نے چار افراد علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام پر اپنی چادر اوڑھا کر فرمایا: (إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا)

6۔ علی(ع) وہ ہے جس نے اپنی جان کو رسول خدا(ص) پر فدا کیا، آنحضرت(ص) کا لباس پہن کر رات بھر آپ(ص) کے بستر پر سوئے اور صبح ہونے تک مشرکین آپ(ع) کو پیغمبر سمجھ کرپتھر برساتے رہے۔

7۔ غزوہ تبوک میں علی(ع) کو اپنا نائب بنا کر مدینہ میں رہنے کو کہا۔ جب علی(ع) رسول خدا(ص) کے فراق کی وجہ سے آبدیدہ ہوئے تو آپ(ص) نے فرمایا: آیا تم راضی نہیں ہوکہ تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہو، جوہارون کو موسی سے تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔

یقینا میرا جانا اسی وقت سزاوار ہے جب تم میرے خلیفہ ہو۔

8۔ رسول خدا(ص) نے علی(ع) سے فرمایا: میرے بعد تم ہر مومن ومومنہ کے ولی ہو۔

9۔ رسول خدا(ص) نے علی(ع) کے گھر کے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کیا۔

10 ۔ رسول خدا(ص) نے فرمایا :((من کنت مولاہ فعلی مولاہ)) [3]

---

1 سورہ حشر آیہ 7، اور جو تم کو رسول دے دیں وہ لے لیا کرو۔

2 سورہ نور آیہ 54 ، اور رسول پر رسالت کامل کے ابلاغ کے علاوہکچھ فرض نہیں ہے۔

3 مستدرک صحیحین، ج 3، ص 132 ، مسند احمد بن حنبل، ج 1، ص 330 ؛ سنن کبریٰ، ج 5، ص 112 ، معجم کبیر، ج 12 ، ص 77 ، فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، ج 2، ص 682 ، حدیث نمبر 1168 ، اور اہل سنت کی دوسری کتابیں۔ تفسیر فرات الکوفی، ص 341 ؛ شرح الاخبار، ج 2، ص 299 ، العمدۃ، ص 85 و ص 238 ، کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج 1، ص 80 اور شیعوں کی دوسری کتابیں۔

آیا پیغمبر(ص) کی اس نص کے باوجود کہ تمام اصحاب کے ہوتے ہوئے فتح کاعلم علی(ع) کو دیا، صرف اس کو خدا اور رسول(ص)کا حبیب و محبوب کہا، خدا کے پیغام کو دوسروں سے لے کراسے دیا کہ ضروری ہے کہ علی(ع) مبلّغ کلام خدا ہو، کیونکہ وہ مجہ سے او ریں اس سے ہوں، اسی طرح آنحضرت(ص) کی یہ تصریح کہ میرا جانا اس وقت تک سزاوار نہیں جب تک کہ تم میرے خلیفہ نہ ہو، علی(ع) کی ولایت مطلقہ و کلیہ کا بیان ((ا نٔت ولی کل مومن بعدی ومومنة)) اور ((من کنت مولاه فعلی مولاه))۔کیا اس سنت صحیحہ کے باوجود علی(ع) کی خلافت بلا فصل میں اہل نظر وانصاف کے لئے کسی قسم کے شک و تردید کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے ؟!

اس مختصر مقدمے میں اس موضوع سے متعلق آیات واحادیث کی گنجائش نہیں، جیسا کہ پانچویں صدی هجری کے نامور افراد میں سے حسکانی حنفی نے مجاہد جیسے بزرگ تابعین اور اعلام مفسرین سے نقل کیا ہے کہ علی(ع) کے لئے ستر فضیلتیں ایسی ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی، پیغمبر اکرم(ص) کی کسی صحابی کو حاصل نہیں ہے، جب کہ اصحاب پیغمبر(ص) کے تمام فضائل میں علی(ع) ان کے شریک ہیں[1]اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن کی (اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) جیسی تمام آیات کے مصادیق میں علی(ع) سب کے سید وسردار ہیں اور اصحاب محمد(ص)میں سے کوئی ایسا نہیں جس پر خدا نے ناراضگی کا اظہار نہ کیا ہو، جب کہ علی(ع) کو اچھائی کے علاوہ یاد نہیںکیا[2]علی(ع) میں اٹھارہ فضیلتیں ایسی ہیں کہ اس امت کے کسی فرد کے پاس اس جیسی ایک فضیلت بھی ہو تو اس کے ذریعے نجات یافتہ ہوجائے اور بارہ فضیلتیں ایسی ہیں جو اس امت میں سے کسی کے پاس بھی نہیں ہیں[3]ابن ابی الحدید کہتا ہے:"ہمارے استاد ابوالہذیل سے پوچھا گیا:خدا کے نزدیک علی(ع) کا مقام زیادہ بلند ہے یا ابو بکر کا ؟" جواب دیا:" خدا کی قسم! خندق کے دن علی(ع) کا عمرو سے مقابلہ، تمام مهاجرین وانصار کے اعمال واطاعت کے برابر ہے، تم تنہا ابو بکر کی بات کرتے ہو" [4]

حنبلی مذہب کے امام، احمد کا کہنا ہے:((ماجاء لا حٔد من ا صٔحاب رسول الله من الفضائل ماجاءلعلیّ بن ا بٔی طالب)) [5]

لغت وادب کے ماہر اور علم عروض کے بانی، خلیل بن احمد کے بقول:"کسی کے بھی فضائل یا دوستوں کے ذریعہ نشر ہوتے ہیں یا دشمنوں کے ذریعے۔ علی بن ابی طالب(ع) کے فضائل کو دوستوں نے خوف اور دشمنوں نے حسد کی وجہ سے چھپایا، اس کے باوجود آپ کے فضائل اس طرح سے نشر ہوگئے" [6]

اگر دشمنوں کا حسد اور دوستوں کو خوف نہ ہوتا اور حکومتِ بنو امیہ و بنی عباس کی اندھیری راتوں کی تاریکیاں اس سورج پر پردے نہ ڈالتیں تو علی(ع) کی فضیلتوں کا نور آفاق کو کس طرح روشن و منور کر دیتا؟!

اس مقدس گفتگو کو آپ(ع) کی شان میں دو آیتوں کے ذکر پر ختم کرتے ہیں:

1۔ (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُه وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلاَةَ وَيُو تُۭوْنَ الزَّکٰوۃَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ) [7]

اکابر علمائے اہل سنت نے، اس آیت کے امیر المومنین(ع)کی شان میں نازل ہونے کا اعتراف کیا ہے، فخر رازی کی نقل کردہ حدیث کو بطور خلاصہ ملاحظہ فرمائیے:

---

1 شواہد التنزیل، ج 1، ص 24 ۔

2 شواہد التنزیل، ج 1، ص 32 ۔

3 شواہد التنزیل، ج 1، ص 22 ۔

4 شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 19 ، ص 60 ۔

5 مستدرک صحیحین ،ج 3، ص 107 ۔ "جیسے فضائل علی کے لئے وارد ہوئے ہیں کسی دوسری صحابی کے لئے نہیں ہیں" ۔

6 تنقیح المقال، ج 1، ص 402 ۔

7 سورہ مائدہ، آیت 55 ۔ "بے شک فقط تمہارا اولی خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میںزکوۃ اداء کرتے ہیں" ۔

"ابو ذر کہتے ہیں: میں نے ظہر کی نماز رسول خدا(ص) کے ساتھ ادا کی، ایک سائل نے مسجد میں آکر بھیک مانگی۔ کسی نے اسے کچھ نہ دیا، علی(ع) رکوع کی حالت میں تھے، آپ (ع) نے اس انگلی سے، جس میں انگوٹھی تھی، سائل کو اشارہ کیا، سائل نے آپ کے ھاتھ سے وہ انگوٹھی لے لی۔ پیغمبر اکرم(ص) نے خدا سے التجا کی اور فرمایا: خدایا! میرے بھائی موسی پیغمبر نے تجھ سے سوال کیا اور کہا: (رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ) تو نے اس پر نازل کیا (سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِا خِیْکَ وَنَجْعَلُ لَکُمْا سِلْطَاناً)، بار الہا!

میں محمد تیرا بندہ ہوں، مجھے شرح صدر عطا فرما، میرا کام آسان فرما اور میرے اہل سے علی کو میرا وزیر قرار دے۔ اس کے ذریعے میری پشت کو مضبوط فرما۔ ابو ذر کہتے ہیں: خدا کی قسم! ابھی رسول خدا(ص) کے کلمات ختم نہ ہوئے تھے کہ جبرئیل اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے۔" (1)

رسول خدا(ص) کی دعا کے بعد اس آیت کا نازل ہونا آپ(ص) کی دعا کا اثر ہے، کہ جو مقام ھارون کو موسی کی نسبت حاصل تھا وہی مقام و مرتبہ علی(ع) کو رسول خدا(ص) کی نسبت عطا کیا گیا۔

اور اس آیت میں حرف عطف کی بنا پر جو الٰہی ولایت، رسول خدا(ص) کے لئے ہے، علی(ع) کے لئے بھی ثابت ہے۔ اور لفظ ((إنما)) انحصار پر دلالت کی وجہ سے اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اس آیت میں خدا، رسول اور علی کی ولایت ایسی ولایت ہے جو صرف ان تین میں منحصر ہے اور "ولی" کے معانی میں سے اس کا معنی، ولایت امر کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

2۔ (فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ ا بْنَائَنَا وَا بْنَائَکُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَکُم وَا نْفُسَنَا وَ ا نْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللهِ عَلَیَ الْکَاذِبِیْنَ) (2)

اس آیت کریمہ میں اہل نظر کے لئے چند نکات ہیں، جن میں سے تین نکات کی طرف، طویل تشریح سے گریز کرتے ہوئے اشارہ کرتے ہیں۔

رسول خدا(ص) کا مباہلہ کے لئے دعوت دینا آپ(ص) کی رسالت کی دلیل وبرہان ہے، جب کہ نصاریٰ کا مباہلہ سے گریز نصرانیت کے بطلان اور آئین محمدی کی حقانیت کا اعتراف ہے۔ لفظ ((ا نفسنا)) امیر المومنین علی(ع) کی خلافت بلا فصل کی دلیل ہے، کیونکہ نص قرآن کے مطابق نفس تنزیلی کے ہوتے ہوئے، جو در حقیقت وجودِ ختمی مرتبت(ص) کا تسلسل ہے، کسی اور کی جانشینی ہی نہیں۔

تمام جیّد مفسرین و محدثین کا جس بات پر اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ ((ا بنائنا)) سے مراد حسن و حسین علیہما السلام، ((نسائنا)) سے مراد فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور ((ا نفسنا)) سے مراد علی ابن ابی طالب(ع) ہیں۔ اس سلسلے میں ایک حدیث کا مضمون بطور خلاصہ ملاحظہ ہو، جسے فخر رازی نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے:

"رسول خدا(ص) نے جب نجران کے نصاریٰ کے سامنے اپنے دلائل پیش کر دئے اور وہ اپنی جہالت پر قائم رہے تو آپ(ص) نے فرمایا: "خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اگر تم دلیل نہیں مانتے ہو تو میں تمہارے ساتھ مباہلہ کروں۔" یہ سن کر انہوں نے کہا: "اے ابو القاسم! ہم جا رہے ہیں، اپنے امور میں سوچ بچار کے بعد دوبارہ لوٹ کر آئیں گے۔" جب وہ پلٹ کر گئے تو انہوں نے اپنے صاحب رائے،

عاقب سے پوچھا: "اے عبد المسیح! تیرا کیا مشورہ ہے؟" تو اس نے کہا: اے نصاریٰ تم جان چکے ہو کہ محمد خدا کے فرستادہ نبی ہیں اور تمہارے لئے، عیسیٰ کے بارے میں کلامِ حق لائے ہیں۔ خدا کی قسم!

کسی ایسی قوم نے پیغمبر کے ساتھ مباہلہ نہیں جس کے بڑے زندہ بچے ہوں اور چھوٹے پرورش پا سکے ہوں، اگر تم نے اس کام کو انجام دیا تو جڑ سے اکھڑ جاؤ گے۔ اگر اپنے دین پر باقی رہنا ہی چاہتے ہو تو اس سے رخصت ہو کر اپنے شہروں کو لوٹ جاؤ۔"

ادہر رسول خدا اس حالت میں باہر آئے کہ حسین کو آغوش میں لئے ہیں، حسن کا ھاتھ تھامے ہوئے ہیں، فاطمہ (سلام اللہ علیہا) آنحضرت کے پیچھے اور ان کے پیچھے پیچھے علی علیہ السلام آرہے ہیں۔ آنحضرت(ص) نے ان سے فرمایا: "جب میں دعا کروں، تم آمین کہنا۔"

نجران کے راہب نے کہا: "اے گروہ نصاریٰ، میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر خدا سے چاہیں کہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو ان صورتوں اور رخساروں کے لئے پہاڑوں کو اپنی جگہ

---

1 تفسیر کبیر، فخر رازی، ج 12، ص 26۔

2 سورہ آل عمران، آیت 61۔ "پیغمبر علم آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آو ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اوراپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں"۔

سے ہٹا دے گا، مباہلہ نہ کرنا کہ ھلاک ہوجاو گے اور قیامت تک روئے زمین پر ایک بھی نصرانی باقی نہیں رہے گا۔"

مباہلہ سے جان چھڑا کر صلح پر راضی ہوگئے، مصالحت کے بعد رسول خدا(ص) نے فرمایا:"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ھلاکت اہل نجران کے نزدیک تھی۔

اگر مباہلہ وملاعنہ کرتے تو بندر اور سور کی شکلوں میں مسخ ہوجاتے، یہ وادی ان کے لئے آگ بن جاتی اور ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ھلاک ہوجاتے۔"

اورروایت ہے کہ جب آنحضرت(ص) سیاہ کساء میں باہر آئے تو سب سے پہلے حسن کو اس کساء میں داخل کیا، پھر اس کے بعد حسین، پھر جناب سیدہ اور اس کے بعد علی کو اور فرمایا (إِنَّمَا يُرِيْد اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ ا ھْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا)

اس کے بعد فخر رازی کہتا ہے:((واعلم ا نٔ هذه الرواية كالمتفق على صحتها بين ا ھٔل التفسير والحديث))[1]

اگرچہ اس آیت اور مورد اتفاق حدیث کی تشریح کی گنجائش تو نہیں، لیکن صرف دو نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

1۔باہر آتے وقت ان ھستیوں کو کساء تلے جمع کرکے یہ ثابت کرنے کے لئے آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی کہ ایسی مافوق العادہ دعا جو اسباب طبیعی کو ناکارہ بنا کر بلا واسطہ طور پر خدا کے ارادے سے تحقق پیدا کرے، ضروری ہے کہ ہر رجس سے پاک روح کی جانب سے سبوح وقدوس کی بارگاہ تک پہنچے کہ (إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ)[2] اور جس طہارت کا پروردگار عالم نے ارادہ کیا ہے وہ ان ھستیوں میں ہی پائی جاتی ہے۔

2۔ نجران کے نصاریٰ کے ساتہ رسول خدا(ص) کا مباہلہ، اس قوم کے لئے رحمت خدا سے دوری کی درخواست تھی اور وہ دعا جس کی قبولیت سے انسان حیوان کی شکل میں منقلب ہوجائے، خاک اپنی حالت تبدیل کرکے آگ بن جائے اور ایک امت صفحہ ھستی سے مٹ جائے، (إِنَّمَا ا مْرُه إِذَا ا رَادَ شَيْئًا ا نْ يَّقُوْلَ لِه كُنْ فَيَكُوْنُ)[3] کے ارادے سے متصل ہوئے بغیر نا ممکن ہے۔ یہ انسان کامل کی منزلت ہے کہ اس کی رضا وغضب خدا کی رضا وغضب کا مظہر ہو اور یہ مقام حضرت خاتم(ص) اوران کے جانشین کا مقام ہے۔وہ واحد خاتون جو اس مقام پر فائز ہوئیں، صدیقہ کبریٰ کی ھستی ہے، جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عصمت کبریٰ جو ولایت کلیہ اورامامت عامہ کی روح ہے، فاطمہ زہرا علیہا السلام میں موجود ہے۔

اور یہ حدیث بھی، کہ علماء اہل سنت جس کے صحیح ہونے کے معترف ہیں، اسی امر کو بیان کررہی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا:((فاطمة بضعة منى فمن ا غٔضبها ا غٔضبنى))[4] اورباوجود اس کے کہ قرآن وسنت کے حکم کے مطابق پیغمبر(ص) کا غضب، خدا کا غضب ہے، علماء اہل سنت نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے: قال رسول الله لفاطمۃ: ((إن الله يغضب لغضبک ويرضى لرضاک))[5]

جس کی رضا پر خدا بغیر کسی قید و شرط کے راضی اور جس کے غضب پر غضبناک ہو، عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی رضا و غضب، خطا اور ہویٰ وہوس سے پاک ہو اور یہی عصمت کبریٰ ہے۔

---

1 تفسیر کبیر، فخر رازی، ج 8، ص 85 ۔ "جان لو کہ یہ وہ روایت ہے جس کے صحیح ہونے پر اہل تفسیر و حدیث نے اتفاق کیا ہے"۔

2 سورہ فاطر، آیت 10 ۔ "پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں"۔

3 سورہ یس، آیت 82 ۔ "اس کا صرف امر یہ ہے کہ کسی شئے کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کر لے کہ ہو جا اور وہ شئے ہو جاتی ہے"۔

4 صحیح بخاری باب مناقب فاطمہ سلام اللہ علیہا، ج 5، ص 29 ۔ "فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضبناک کیا۔"

5 مستدرک صحیحین، ج 3، ص 154 و معجم کبیر، ج 1، ص 108 والاحاد والمثانی، ج 5، ص 363 ۔ "رسول خدا(ص) نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے فرمایا: بے شک خدا وند عالم تمہارے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری رضایت سے راضی ہوتا ہے"۔

ائمہ اثنا عشر

جو کچھ بیان ہو ا وہ مسئلہ امامت کے سلسلے میں مذھب حقہ کے مختصر دلائل تھے۔ ائمہ معصوم کی تعداد کے بارے میں اثنا عشری شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ امام بارہ ہیں۔ پہلے: علی ابن ابی طالب ،دوسرے : حسن بن علی ، تیسرے: حسین بن علی ، چوتھے : علی بن الحسین ، پانچویں : محمد بن علی ، چھٹے : جعفر بن محمد ، ساتویں: موسی بن جعفر ، آٹھویں: علی بن موسی ، نویں: محمد بن علی ، دسویں: علی بن محمد ، گیارھویں: حسن بن علی ، بارھویں: حضرت محمد مہدی علیہم السلام۔ علم، اجابت دعوت اور نصّ معصوم کے اعتبار سے، ان میں سے ہر ایک کی امامت کے تفصیلی دلائل، علیحدہ فرصت کے طلبگار ہیں۔

البتہ اہل سنت کی معتبر و قابل اعتماد کتب میں موجود، بعض ان روایات کی طرف اشارہ ضروری ہے، جن میں خود حضرت رسول خدا(ص) نے اپنے بارہ خلفاء اور بارہ سربراہوں کا ذکر کیا ہے۔

1۔ صحیح بخاری:((عن جابر بن سمرة قال:سمعت النبی(ص) یقول:یکون اثنا عشرا مٔیرا فقال کلمة لم ا سٔمعها، فقال ا بٔی:إنه قال:کلهم من قریش))[1]

2۔ صحیح مسلم :((عن جابر بن سمرة قال:دخلت مع ا بٔی علی النبی(ص) فسمعته یقول:إن هذا الا مٔر لا ینقضی حتی یمضی فیهم اثنا عشر خلیفة، قال:ثم تکلم بکلام خفی علی، قال:فقلت لا بٔی:ماقال؟ قال:کلهم من قریش))[2]

3۔ صحیح مسلم:((عن جابر بن سمرة قال:سمعت النبی(ص) یقول:لایزال ا مٔرالناس ماضیا ما ولیهم اثنا عشر رجلا، ثم تکلم النبی(ص) بکلمة خفیت علی، فسئلت ا بٔی:ماذا قال رسول الله صلی الله علیه و سلم؟ فقال:کلهم من قریش))[3]

4۔ صحیح ابن حبان :((سمعت رسول الله(ص) یقول:یکون بعدی اثنا عشر خلیفة کلهم من قریش))[4]٤

5۔جامع ترمذی:((یکون من بعدی إثنا عشر ا مٔیرا، قال :تم تکلم بشی لم ا فٔهمه، فسا لٔت الذی یلینی،فقال: قال: کلهم من قریش))[5]

6۔مسند احمد بن حنبل:((یکون بعدی إثنا عشر خلیفة،کلهم من قریش))[6]

7۔مسند احمد بن حنبل:((یکون بعدی إثنا عشر ا مٔیرا، ثم لا ا دٔری ماقال بعد ذلک، فسا لٔت القوم کلهم،فقالوا: قال:کلهم من قریش))[7]

8۔مسند احمد بن حنبل :((یکون بعدی إثنا عشر ا مٔیرا، فتکلم فخفی علیّ، فسا لٔت الذی یلینی ا ؤ إلی جنبی، فقال:کلهم من قریش))[8]

9۔*مسند احمد بن حنبل*:((یکون بعدی إثنا عشر ا مٔیرا،قال:ثم تکلم فخفی علیّ ما قال، قال:فسا لٔت بعض القوم ا ؤ الذی یلینی ماقال؟ قال: کلھم من قریش)) [9]

10 ۔*مسند ابن الجعد*:((یکون بعدی اثنا عشر امیرا، غیرا نٔ حصینًا قال فی حدیثہ: ثم تکلم بشی لم ا فٔھمہ، وقال بعضھم: فسا لٔت ا بٔی، وقال بعضھم: فسا لٔت القوم فقال: کلھم من قریش)) [10]

---

1 *صحیح بخاری، کتاب احکام کے آخر میں*، ج 89 ص 127 ، و*مسند احمد حنبل*، ج 5، ص 93 ۔

2 *صحیح مسلم* ، ج 6، ص 3،(*کتاب الامارة، الخلافة فی قریش*)

3 *صحیح مسلم* ، ج 6، ص 3، و *مسند احمد حنبل*، ج 5، ص 98 ۔

4 *صحیح مسلم* ، ج 15 ، ص 43 ۔

5 *صحیح مسلم* ، ج 3، ص 340 ۔

6 *صحیح مسلم* ، ج 5، ص 92 ۔

7 *صحیح مسلم* ، ج 5، ص 92 ۔

8 *صحیح مسلم* ، ج 5، ص 99 ۔

9 *صحیح مسلم* ، ج 5، ص 108 ۔

10 *صحیح مسلم* ، ص 390 ، *نمبر* 2660 ۔

11 ۔ *مسند ابی یعلی*:((یقول:لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعة ویکون علیکم إثنا عشر خلیفة کلهم من قریش)) [(1)]

12 ۔ *مسند احمد بن حنبل*:((عن جابر بن سمرة قال: خطبنا رسول اللّٰہ(ص) بعرفات فقال:لا یزال هذا الا مُر عزیزا منیعا ظاهرا علی من ناواه حتی یملک اثنا عشر کلهم، قال:فلم ا فُهم ما بعد، قال:فقلت لا ئبی ما قال بعد ما قال:کلهم، قال:کلهم من قریش)) [(2)]

13 ۔ *مستدرک حاکم*:((عن مسروق قال:کنا جلوسا لیلة عند عبد اللّٰہ یقرئنا القرآن فسا لٔه رجل فقال:یا ا بٔا عبدالرحمن هل سا لٔتم رسول اللّٰہ(ص) کم یملک هذه الا مٔة من خلیفة؟ فقال عبد اللّٰہ:ماسئلنی هذا ا حٔد منذ قدمت العراق قبلک، قال: سئلناه، فقال:اثنا عشر عدة نقباء بنی اسرائیل)) [(3)]

اس موضوع سے متعلق روایات صرف ان مذکورہ کتب میں ذکر نہیں ہوئیں بلکہ ان کتب میں بھی ذکر شدہ روایات سے کہیں زیادہ روایات ذکر ہوئی ہیں، لیکن اختصار کی وجہ سے اس تعداد پر اکتفا کیا گیا ہے۔ [(4)]

بارہ اماموں کے بارے میں رسول خدا(ص) سے منقول نصوص جنہیں عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن مسعود، سلمان فارسی، ابی سعید خدری، ابی ذر غفاری، جابر بن سمرۃ،جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک،زید بن ثابت، زید بن ارقم،ابی عمامہ، واصلۃ بن اسقع، ابی ایوب انصاری، عمار بن یاسر، حذیفہ بن اسید، عمران بن حصین، سعد بن مالک، حذیفہ بن یمان اور ابی قتادہ انصاری جیسے بزرگ وجلیل القدر اصحاب کے علاوہ دوسرے بزرگان نے بھی روایت کیا ہے، کہ اختصار کے پیش نظر جن کے ذکر سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

اس روایت میں بعض خصوصیات کا تذکرہ ہے، جیسے :

1۔ خلفاء کا فقط بارہ افراد پر مشتمل ہونا۔

2۔ ان بارہ افراد کی خلافت کا قیامت تک باقی رہنا۔

3۔دین کی عزت واستقامت کا ان سے وابستہ ہونا۔

4۔ علمی وعملی اعتبار سے ان کے ذریعے دین کا قائم ہونا،کیونکہ قیامِ دین ان خلفاء کے ذریعے ہی ممکن ہے جو علمی اعتبار سے معارف وحقائقِ دین کو بیان کریں اور عملی اعتبار سے حق وقوانین عادلہ کو جاری کرنے والے ہوں اور ان دو اہم اجزاء کا میسر ہونا ان شرائط کے بغیر نا ممکن ہے،

جس کے شیعہ، بارہ اماموں کے بارے میں قائل ہیں۔

5۔ نقباء بنی اسرائیل کی نظیر قرار دینے سے کشف ہوتا ہے کہ منصوب من اللہ ہیں، جیسا کہ اس آیتِ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے (وَبَعَثْنَا مِنْهُمْ إِثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْبًا)[5]

6۔ ان سب کا قریش سے ہونا۔

آیا یہ خصوصیات رکھنے والے خلفاء طریقہ حقہ اثنا عشری اور بارہ اماموں کے علاوہ کہیں اور قابل انطباق ہیں؟!

---

1 صحیح مسلم، ج 13، ص 456۔

2 صحیح مسلم، ج 5، ص 93۔

3 صحیح مسلم، ج 4، ص 501۔

4 مستدرک صحیحین، ج 3، ص 618، سنن ابی داوؤ، ج 4، ص 106، نمبر 4280 مسند احمد حنبل، ج 1، ص 398، نمبر 108؛ مسند ابی یعلی، 94، 95، 100،97، 101، 106، 107، 90،89،88،87، 3781 وص 406، نمبر 3859 ۔ ج 5، ص 86، 215، 214، 208، 207، 206، 199، 197، ج 8، ص 444، نمبر 5031 وج 9، ص 222، نمبر 5322، معجم کبیر، ج 2، ص 196، 1، نمبر 10310 وج 22، ص 120، الاحاد المثانی، ج 3 255، وج 10، ص 57، 254، 253، 240،248، 226، 223، 218، ص 128، التاریخ الکبیر، ج 3، ص 185، نمبر 627 وج 8، ص 410، تہذیب الکمال، ج 3، ص 223، ج 33، ص 272، نمبر 7335 الثقات، ج 7، ص 241، طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا، ج 2، ص 89، مسند ابی داوؤ الطیالسی، ص 105، نمبر 767 و ص 180، نمبر 1278، المعجم الاوسط، ج 1، ص 263، نمبر 863، تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ، ص 538، اور اہل سنت کے دیگر منابع۔ کشف الغطاء، ج 1، ص 7، عیون الاخبار الرضا علیہ السلام، ج 1، ص 49، باب 6، ح 9؛ الخصال، ص 467 وغیرہ؛ الامالی للصدوق، ص 386، مجلس 51، ح 4، ص 387، وغیرہ؛ کمال الدین و تمام النعمۃ، ص 68، وغیرہ، 271، وغیرہ؛ کفایۃ؛ 262، دلائل الامامۃ، ص 20؛ شرح الاخبار، ج 3، ص 350 و 400، 49 وغیرہ، روضۃ الواعظین، ص 261، الاثر، ص 35120 وغیرہ؛ الغیبۃ للطوسی، 128 وغیرہ؛ مناقب آل ابی طالب، ج 1، ص 295؛ العمدۃ، ص، کتاب الغیبۃ، ص 103 وغیرہ،، 118416 وغیرہ؛ الطرائف، ص 169 وغیرہ، اور شیعوں کے دیگر منابع۔

5 سورہ مائدہ، آیت 12 ۔ "اور ہم نے ان میں سے بارہ نقیب بھیجے"۔

کیا یزید اوریزید جیسوں کی خلافت میں، نقباء بنی اسرائیل جیسی اسلام کی عزت، امت کی نگہداشت اور ویسی حکومت یسر آسکتی ہے ؟!

اور اہل سنت کے بعض محققین نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث نہ تو پیغمبر کے بعد کے خلفاء پر قابل انطباق ہے، اس لئے کہ ان کی تعداد بارہ سے کم ہے، نہ سلاطین نبی امیہ پر حمل کی جاسکتی ہے، ان کے مظالم اور تعداد میں بارہ سے زیادہ ہونے کی وجہ سے، اور نہ ہی ملوک بنی عباس پر قابلِ تطبیق ہے، کیونکہ ان کی تعداد بھی بارہ سے زیادہ ہے اور انہوں نے بھی آیت (قُلْ لاَّ ا سْئَلُكُمْ عَلَيْهِ ا جْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبىٰ)[1] کا حق ادا نہیںکیا۔ یہ احادیث آنحضرت(ص) کی آل وعترت کے علاوہ کسی اورمقام پر منطبق نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اپنے اپنے زمانے میں باقی تمام بنی نوع انسان سے اعلم، اجل، اورع اور اتقی ہونے کے ساتھ ساتھ حسب ونسب کے اعتبار سے بھی افضل واعلی اور دوسروں کی نسبت خدا کے نزدیک زیادہ صاحب اکرام تھے۔ اہل علم و تحقیق اور اہل کشف وتوفیق نے ان ھستیوں کو اسی مقام ومنزلت پر فائز پایا ہے[2]اور سدی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے :"چونکہ سارہ کو ھاجرہ کے ساتھ رہنا ناپسند تھا خداوند کریم نے حضرت ابراہیم(ع) پر وحی نازل کی اور فرمایا: اسماعیل اوران کی والدہ کو یہاں سے سے "نبی تھامی کے گھر" یعنی مکہ لے جاؤ، میں تمہاری نسل کو پھیلاؤں گا اور میرے بارے میں کفر کرنے والوں پر انہیں قدرت عطا کروں گا اور اس کی نسل سے بارہ کو عظیم قراردوں گا۔"[3]

اور یہ بات تورات میں سفرتکوین کے سترہویں باب میں موجوداس عبارت کے موافق ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم سے فرمایا:"میں نے تمہاری دعا کو اسماعیل کے بارے میں بطور خاص قبول کیا، اب اپنی برکت سے اسے صاحب اولادبناؤں گا اور اس کو بہت کثرت عطا کروں گا، اس سے بارہ سردار بنیں گے اور اس سے عظیم امت پیدا کروں گا۔"

اور بارہ ائمہ کی امامت، صحیح روایات اور معصوم سے مروی متواتر نصوص جو سند کی بحث سے بے نیاز ہوتی ہیں، کے ذریعہ ثابت ہے۔ ہم اس مقدمے میں "حدیثِ لوح" پر اکتفا کرتے ہیں، جسے متعدد اسناد کے ساتھ، جن میں سے بعض معتبر ہیں، بزرگ محدثین نے نقل کیا ہے۔ ہم ان میں سے دو روایات کو یہاں ذکر کرتے ہیں :

پہلی روایت:

یہ وہ روایت ہے جسے شیخ صدوق نے پانچویں امام(ع) اور انہوںؒنے جابربن عبد اللہ انصاری سے نقل کیا کہ جابربن عبد اللہ انصاری نے کہا: میں حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کے سامنے ایک لوح رکھی تھی جس پر اوصیاء کے نام تھے۔میں نے انہیں گنا تو بارہ تھے جن میں سے آخری قائم تھے، تین محمد اورچار علی تھے۔ [4]

دوسری روایت:

یہ حدیث اخبار غیبی پر مشتمل ہے اور خود اس کا متن اس کے مقام عصمت سے صادر ہونے پر گواہ ہے۔ اسے شیعہ اکابر محدثین جیسے شیخ مفید، شیخ کلینی، شیخ صدوق اور شیخ طوسی اعلی اللہ مقامھم نے عبد الرحمن بن سالم، انہوںنے ابی بصیر اور انہوں نے چھٹے امام (ع) سے نقل کیا ہے اور مضمون روایت تقریباً یہ ہے کہ:

"میرے والد گرامی نے جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا: "مجھے تم سے ایک کام ہے، تمہارے لئے کس وقت آسانی ہے کہ تم سے اکیلے میں ملوں او راس بارے میں سوال کروں ؟"

جابر نے کہا: "جس وقت آپ پسند فرمائیں۔"

---

1 سورہ شوریٰ، آیت 23۔ "تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو"۔

2 ینابیع المودۃ، ج 3، ص 292۔

3 کشف الغطاء، ج 1، ص 7۔

4 کمال الدین وتمام النعمۃ، ص 269۔

پھر ایک دن جابر سے تنہائی میں ملاقات کی اور فرمایا: "اے جابر! جو لوح تم نے میری والدہ گرامی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ(ص) کے ھاتھ دیکھی تھی اور لوح پر لکھے ہوئے کے بارے میں جو میری مادر گرامی نے بتایا تھا، مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔"

جابر نے کہا: "خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ رسول خدا(ص) کی زندگی میں آپ کی والدہ گرامی فاطمہ زھرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے نہیں ولادتِ امامِ حسین(ع) کی مبارک باد دی۔ ان کے ھاتھوں میں سبز رنگ کی ایسی لوح دیکھی کہ جس کی بارے میں مجھے گمان ہوا کہ زمرد کی ہے اور اس میں سورج کے رنگ کی مانند سفید لکھائی دیکھی، ان سے کہا: "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اے دختر رسول خدا(ص)! یہ لوح کیا ہے؟"

تو آپ نے فرمایا: "یہ لوح خدا نے اپنے رسول کو تحفہ دی ہے، اس میں میرے بابا، میرے شوہر، میرے دو بیٹوں اور میری اولاد میں سے اوصیاء کے نام ہیں اور بابا نے یہ لوح مجھے عطا فرمائی ہے تاکہ اس کے ذریعے مجھے بشارت دیں۔"

جابر نے کہا: "آپ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے وہ لوح مجھے دی، میں نے اسے پڑھا اور اس سے ایک نسخہ اتارا۔"

میرے والد نے فرمایا: "اے جابر، کیا وہ نسخہ مجھے دکھا سکتے ہو؟"

جابر نے کہا: "ھاں"، پھر میرے والد اس کے ساتھ اس کے گھر گئے، وہاں پہنچ کر نازک کھال پر لکھا ہوا ایک صحیفہ نکالا اور فرمایا: "اے جابر! جو میں بول رہا ہوں تم اپنے نوشتے سے ملاتے جاو۔"

جابر نے اپنے نسخہ پر نظر کی اور میرے والد نے اس کی قرائت کی، کسی ایک حرف میں بھی اختلاف نہ تھا۔ جابر کہتے ہیں: "خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ لوح میں اس طرح لکھا ہوا دیکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یہ تحریر خداوند عزیز و حکیم کی طرف سے محمد کے لئے ہے جو اس کا پیغمبر، اس کا نور، اس کا سفیر، اس کا حجاب اور اس کی دلیل ہے، کہ جسے روح الامین نے رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہے۔ اے محمد! میرے ناموں کی تنظیم کرو، میری نعمتوں کا شکر بجا لاؤ اور میرے الطاف باطنی کا انکار نہ کرو، بے شک میں وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں، ظالموں کو توڑ دینے والا، مظلوموں کو حکومت عطا کرنے والا، جزا کے دن جزا دینے والا۔ بے شک میں ہی وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، جو کوئی بھی میرے فضل کے علاوہ کسی چیز کا امیدوار ہو یا میرے عدل کے علاوہ کسی چیز کا خوف کھائے اسے ایسا عذاب دوں گا کہ دنیا والوں میں سے کسی کو اس طرح کا عذاب نہ دیا ہوگا۔ بس میری عبادت کرو اور مجھ پر توکل کرو۔ بے شک ابھی تک میں نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کہ اس کے دن پورے ہونے اور مدت گزرنے سے پہلے اس کا وصی مقرر نہ کردیا ہو۔ بے شک میں نے

تمہیں انبیاء پر اور تمہارے وصی کو اوصیاء پر فضیلت دی ہے، حسن اور حسین جیسے دو سبط و شبل عطا کر کے تمہیں احترام بخشا ہے۔

پس حسن کو اس کے والد کی مدت پوری ہونے کے بعد اپنے علم کی معدن قرار دیا ہے اور حسین کو میں نے اپنی وحی کا خزینہ دار قرار دیا ہے، اسے شہادت کے ذریعے عزت عطا کی، اس کا اختتام سعادت پر کیا، پس وہ تمام شہیدوں سے افضل ہے اور اس کا درجہ تمام شہداء سے بڑھ کر ہے۔

اپنے کلمہ تامہ کو اس کے ساتھ اور اپنی حجت بالغہ کو اس کے پاس رکھا، اس کی عترت کے وسیلے سے ثواب دوں گا اور عقاب کروں گا۔ ان میں پہلا علی ہے جو سید العابدین اور میرے سابقہ اولیاء کی زینت ہے۔ اس کا فرزند محمد اپنے جد محمود کی شبیہ ہے، باقر، جو میرے علم کو شگافتہ کرنے والا ہے اور میری حکمت کا معدن ہے۔ جعفر میں شک و تردید کرنے والے جلد ہی ہلاک ہو جائیں گے اس کی بات ٹھکرانے والا ایسا ہے جیسے میری بات کو ٹھکرائے۔ میرا یہ قول حق ہے کہ جعفر کے مقام کو گرامی رکھتا ہوں اور اسے، اس کے پیروکاروں، انصار اور دوستوں کے درمیان مسرور کرونگا۔ اس کے بعد موسیٰ ہے کہ اس کے زمانے میں اندھا وتاریک فتنہ چھا جائے گا، چونکہ میرے فرض کا رشتہ منقطع نہیں ہوتا اور میری حجت مخفی نہیں ہوتی، بے شک میرے اولیاء سر شار جام سے سیراب ہوں گے، جو کوئی ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے اس نے میری نعمت کا انکار کیا ہے اور جو کوئی میری کتاب میں سے ایک آیت میں بھی رد و بدل کرے اس نے مجھ پر بہتان باندھا ہے۔ میرے عبد، میرے حبیب اور میرے مختار، موسیٰ کی مدت تمام ہونے کے بعد وائے ہو علی کا انکار کرنے والوں اور اس پر بہتان باندھنے والوں پر جو میرا ولی، میرا مددگار رہے، نبوت کے سنگین بوجھوں کو اس کے کاندھوں پر رکھوں گا اور اس کی انجام دہی میں شدت وقوت سے آزماؤں گا، اسے ایک مستکبر عفریت قتل کرے گا اور جس شہر کی بنیاد، عبد صالح نے رکھی ہے اس میں بدترین مخلوق کے پہلو میں دفن ہو گا۔ میرا یہ قول حق ہے کہ اسے اس کے فرزند محمد کے ذریعے مسرور کروں گا جو اس کے بعد اس کا خلیفہ اور اس کے علم کا وارث ہوگا، پس وہ میرے علم کا معدن، میرا رازداں اور خلق پر میری حجت ہے۔ کوئی بھی اس پر ایمان نہیں لائے گا مگر یہ کہ بہشت کو اس کا مسکن بنادونگا۔ اس کی شفاعت اس کے ستر اہل خانہ کے حق میں قبول کروں گا، جو آتش جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔ اور سعادت کے ساتھ ختم کروں گا اس کے فرزند علی کے لئے جو میرا ولی، میرا مددگار، خلق کے درمیان میرا گواہ اور میری وحی میں میرا امین ہے۔ اس سے اپنی راہ کی جانب دعوت دینے والا حسن نکالوں گا، جو میرے علم کا خزینہ دار ہوگا اور اسے اس کے فرزند م ح م د سے کامل کروں گا ،جو رحمۃ للعالمین ہے، جس میں موسیٰ کا کمال، عیسیٰ کی ہیبت اور صبر ایوب ہے۔ اس کے زمانے میں میرے اولیاء ذلیل ہوں گے اور ان کے سر، ترک و دیلم کے سروں کی طرح لوگ ایک دوسرے کو تحفے کے طور پر دینگے۔ وہ مارے جائیں گے، جلائے جائیں گے، خوف زدہ، ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے ہوں گے، ان کے خون سے زمین رنگین ہوگی، ان کی عورتوں کی فریاد بلند ہوگی، حتا کہ وہ

میرے اولیاء ہیں، ان کے ذریعے ہر اندھے فتنے کی تاریکی و سختی کو دور کروں گا۔ ان کے ذریعے زلزلوں کو کشف کردونگا، بوجھوں اور زنجیروں کو دور کروں گا۔ یہ وہ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (1)

حدیث مکمل کرنے کے بعد ابو بصیر نے عبد الرحمن بن سالم سے کہا: "اگر ساری زندگی اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہ بھی سنو تو یہی ایک حدیث تمہارے لئے کافی ہے، اسے نا اہل سے چھپا کر رکھنا۔"

اور ائمہ معصومین کی امامت پر اس سے کہیں زیادہ دلائل موجود ہیں، جنہیں اس مختصر مقدمے میں نہیں سمویا جا سکتا، لیکن امامت کے اعلیٰ مقام کی معرفت کی غرض سے ایک روایت ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔اور یہ روایت وہ ہے جسے شیخ المحدثین محمد بن یعقوب کلینی نے محمد بن یحیی سے (کہ نجاشی جس کی شان بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: شیخ اصحابنا فی زمانہ، ثقۃ، عین، اور ان سے چھ ہزار کے قریب روایات نقل کی ہیں)، انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے (جو شیخ القمیین ووجہہم و فقیہہم غیر مدافع اور امام رضا، امام تقی و امام نقی علیہم السلام کے صحابی تھے)، انہوں نے حسن بن محبوب سے (جو اپنے زمانے کے ارکان اربعہ میں سے ایک اور ان فقہاء میں سے ہیں کہ جن تک صحیح سند اگر پہنچ جائے تو ان کی منقولہ روایت کی صحت پر اجماع ہے۔)، انہوں نے اسحاق بن غالب سے (بطور خاص توثیق کے علاوہ جن کی شان یہ ہے کہ صفوان بن یحیی جیسی عظیم شخصیت نے ان سے روایات نقل کی ہیں)، انہوں نے ابی عبد اللہ (ع) کے خطبے سے روایت نقل کی ہے، جس میں حضرت نے احوال و صفات ائمہ کو بیان کیا ہے۔ چونکہ کلام امام میں موجود خاص لطافت قابل توصیف نہیں ہے لہٰذا یہاں پر خود متن کا کچھ حصہ ذکر کرتے ہیں:

((عن ا بی عبداللہ علیه السلام فی خطبة له یذکر فیها حال الا ئمة علیهم السلام و صفاتهم: إنّ اللّٰه عز و جل ا وضح با ئمة الهدی من ا هل بیت نبینا عن دینه، و ا بلج بهم عن سبیل منهاجه، و فتح بهم عن باطن ینابیع علمه، فمن عرف من ا مة محمّد(ص) واجب حق امامه، وجد طعم حلاوة ایمانه، و علم فضل طلاوة اسلامه، لا نّ اللّٰه تبارک و تعالی نصب الامام علماً لخلقه، و جعله حجة علی ا هل مواده و عالمه، و ا لبسه اللّٰه تاج الوقار، و غشاه من نور الجبار، یمد بسبب الی السماء، لا ینقطع عنه مواده، و لا ینال ما عند اللّٰه الا بجهة اسبابه، و لا یقبل اللّٰه ا عمال العباد إلاّ بمعرفته، فهو عالم بما یرد علیه من ملتبسات الدجی، و معمیّات السنن، و مشبّهات الفتن، فلم یزل اللّٰه تبارک و تعالی یختارهم لخلقه من ولد الحسین(ع) من عقب کل إمام یصطفیهم لذلک و یجتبیهم، و یرضی بهم لخلقه و یرتضیهم، کلّ ما مضی منهم إمام نصب لخلقه من عقبه إماماً علما بیّناً، و هادیاً نیّراً و إماماً قیّماً، و حجة عالماً، ا ئمة من اللّٰه، یهدون بالحق و به یعدلون، حجج اللّٰه و دعاته و رعاته علی خلقه، یدین بهدیهم العباد و تستهل بنورهم البلاد، و ینمو ببرکتهم التلاد، جعلهم اللّٰه حیاة للا نام، و مصابیح للظلام، و مفاتیح للکلام، و دعائم للإسلام، جرت بذلک فیهم مقادیر اللّٰه علی محتومها۔

فالإمام هو المنتجب المرتضى، و الهادى المنتجى، و القائم المرتجى، اصطفاه الله بذلک و اصطنعه على عينه فى الذرّ حين ذرا هُ، و فى البرية حين برا هُ، ظلا قبل خلق نسمة عن يمين عرشه، محبوّاً بالحكمة فى علم الغيب عنده، اختاره بعلمه، و انتجبه لطهره، بقية من آدم (ع)و خيرة من ذرية نوح، و مصطفى من آل

1 اصول کافی، ج 1، ص 527 (ماجاء فی الاثنا عشر)

إبراهيم، و سلالة من إسماعيل، و صفوة من عترة مُحَمَّد(ص) لم يزل مرعيّاً بعين الله، يحفظه و يكلئه بستره، مطروداً عنه حبائل إبليس و جنوده، مدفوعاً عنه وقوب الغواسق و نفوث كل فاسق، مصروفاً عنه قوارف السوء، مبرّئاً من العاهات، محجوباً عن الآفات، معصوماً من الزّلات، مصوناً عن الفواحش كلها، معروفاً بالحلم و البرّ فى يفاعه، منسوباً إلى العفاف و العلم و الفضل عند انتهائه، مسنداً إليه ا مُر والده، صامتاً عن المنطق فى حياته فإذا انقضت مدّة والده، إلى ا نْ انتهت به مقادير الله إلى مشيئته، و جائت الإرادة من الله فيه إلى محبته، و بلغ منتهى مدة والده(ع) فمضى و صار ا مُر الله إليه من بعده، و قلده دينه، و جعله الحجة على عباده، و قيمه فى بلاده، و ا يِّده بروحه، و آتاه علمه، و ا نْبا هُ فصل بيانه، و استودعه سرّه، و انتدبه لعظيم ا مْره، و ا نْبا هُ فضل بيان علمه، و نصبه علماً لخلقه، و جعله حجة على ا هْل عالمه، و ضياء لا هْل دينه، و القيم على عباده، رضى الله به إماماً لهم))[1]

---

1 اصول كافى، ج 1، ص 203، كتاب الحجة، باب نادر جامع فى فضل الامام و صفاته، حديث 2۔

(بے شک خداوندعالم نے ہم اہل بیت میں سے رہبران ہدایت کے ذریعہ اپنے دین کو واضح اور اپنی راہ کو روشن کیا ہے، اور اپنے علم کے باطنی چشموں کو ان کے ذریعہ جاری کئے ہیں، لہٰذا امت محمدی میں سے جو شخص اپنے امام کے واجب حق کو پہچانے تو ایسا شخص اپنے ایمان کی شیرینی کا مزہ حاصل کرے گا، اپنے اسلام کی فضیلت کی مسرت تک پہنچ جائے گا، کیونکہ خداوندعالم نے امام کو اپنی مخلوق کے لئے نشانی قرار دیا ہے اور اس کو کائنات اور اہل فیض پر حجت قرار دیا ہے، وقار کا تاج ان کے سر پر رکھا اور اس پر نورِ جبّار کا سایہ کیا ہے۔

وہ ایک سبب کے ذریعہ آسمان کی طرف پرواز کرتا ہے، اس سے فیض و کرم کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا، اور خداوندعالم کے پاس موجود چیزوں کو اس کے وسیلہ کے علاوہ حاصل نہیں کیا جاسکتا، نیز خداوندعالم اپنے بندوں کے اعمال کو اس کی معرفت کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

پس وہ تاریکی کی مشکلات کا عالم ہے اور سنت کے معمّوں اور فتنوں کی مشتبہ چیزوں کو جانتا ہے۔

خداوندعالم نے ہمیشہ مخلوق کے لئے امام حسین علیہ السلام کی نسل سے یکے بعد دیگرے امام کو انتخاب کیا ہے،

اور ان کو مخلوق کے امور کے لئے انتخاب کیا ہے نیز خداوندعالم ان کے ذریعہ سے اپنی مخلوق سے راضی اور اپنی مخلوق کو قبول کرتا ہے۔

جب ان میں سے کوئی ایک رحلت کرتا ہے تو اس امام کی اولاد میں سے ایک بزرگوار امام ظاہر، نور بخش رہبر، سرپرست پیشوا اور عالم کو مخلوق کے لئے حجت معین فرماتا ہے، ایسے رہبر جو خدا کی طرف سے حق کی طرف ہدایت کرنے والے ہیں، اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں، اور لوگوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھتے ہیں، خدا کی حجتیں، اس کی طرف دعوت دینے والے اور مخلوق کی تدبیر کرنے والے خدا کی طرف سے معین ہوتے ہیں، خدا کے بندے ان کی ہدایت کے ذریعہ دیندار ہوتے ہیں اور ان کے نور سے شہر روشن و منور ہوتے ہیں، اور ان کی برکت سے پرانی دولت رشد و نمو کرتی ہے۔

خداوندعالم نے ان حضرات کو لوگوں کے لئے (باعث) حیات، اندھیروں میں چراغ، کلام کی کنجی، اور اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے، خداوندعالم کے حتمی مقدرات انہیں حضرات کے ذریعہ جاری ہوتے ہیں۔

لہٰذا امام، وہی پسندیدہ منتخب، اسرار الٰہی کی طرف ہدایت کرنے والا اور ایسا قائم ہے جس کی طرف امیدیں لگی ہوئی ہیں، خداوندعالم نے اس کے ذریعہ ان کو منتخب کیا ہے، اور جب خداوندعالم نے اس کو عالم ذرّ میں خلق فرمایا تو اپنی (خاص) نظر سے خلق فرمایا، اور مخلوق اور جاندار کو خلق کرنے سے پہلے عرش یمین کے زیر سایہ ان کو اس حال میں خلق فرمایا کہ ان کو اپنے علم غیب کی حکمت سے نوازا، اور ان کو اپنے علم کے لئے اختیار کیا اور ان کی طہارت کی وجہ سے انتخاب کیا، اس حال میں کہ وہ

حضرت آدم کی نسل سے باقی رہنے والا اور ذریت نوح سے انتخاب شدہ اور آل ابراہیم سے منتخب شدہ نسل اسماعیل سے اور عترت محمد(ص) سے منتخب شدہ ہے۔

ہمیشہ خداوندعالم ان کی حفاظت کرتا ہے، اور اپنے پردہ سے حفاظت کرتا ہے، حالانکہ شیطانی جال اور اس کے لشکر کو ان سے دور رکھا گیا ہے، ہر فاسق کے خطرہ اور دیگر خطرات سے ان کی حفاظت کی گئی ہے، اور بری نیت والوں کے ارادوں کو دفع کیا گیا ہے، فتنہ و فساد سے پاک، آفتوں سے دور، خطاؤں سے معصوم اور تمام برائیوں سے محفوظ ہے۔

امام اپنی جوانی میں حلم اور نیک کام میں مشہور، اور بوڑھاپے میں عفت و علم اور فضیلت سے منسوب ہوتا ہے، اس کی طرف اس کے والد کی طرف سے مستند اور ان کی حیات میں گفتگو کرنے سے خاموش رہتے ہیں، اور جب ان کے والد کی امامت کی مدت ختم ہوتی ہے، یہاں تک کہ اس کی نسبت تقدیر الٰہی تمام ہوجائے، اور خدا کا ارادہ ان کو ان کی محبت کی طرف کھینچتا ہے، اور جب ان کے پدر گرامی کی مدت (امامت) ختم ہوجاتی ہے، اور ان کی رحلت ہوجاتی ہے،

جن کے بعد خدا کا امر اس کی طرف منتقل ہوتا ہے، اور خدا اپنے دین کی باگ ڈور ان کے حوالہ کردیتا ہے، اور اس کو بندوں پر اپنی حجت اور اپنے ملک پر سرپرست قرار دیتا ہے، اور اپنی روح سے اس کی تائید کرتا ہے، اور اپنا علم اس کو عطا کرتا ہے، اور اس کو اپنے بیان فصل (جو حق کو باطل سے الگ کردیتا ہے) کی خبر دیتا ہے، اور اپنے اسرار سے آگاہ کرتا ہے، اور اس کو اپنے عظیم امر کے لئے دعوت دیتا ہے، اور اپنے بیان علم کی فضیلت سے آگاہ کرتا ہے، اور اس کو اپنی مخلوق کے نشانی قرار دیا ہے، اہل کائنات کے لئے حجت، اپنے دین والوں کے نور، اور اپنے بندوں کا سرپرست قرار دیا ہے، اور اس کو امت کی امامت کے لئے پسند کرتا ہے۔

اگرچہ اس حدیث کا ہر جملہ مفصل تشریح کا طالب ہے، لیکن ہم یہاں بعض جملوں سے متعلق چند نکات ذکر کرتے ہیں:

الف۔پہلے جملے میں امام(ع) نے ائمہ ہدیٰ کو خطبے کا موضوع قرار دیا، کیونکہ امت کے لئے وجود امام کی ضرورت واضح ہے (يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ)[1]اور امت کے امام کا امامِ ہدایت ہونا ضروری ہے جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا: (وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا)[2]، (إِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُل قَوْمٍ هَادٍ)[3] اور امامِ ہدایت کی معرفت، معرفتِ ہدایت پر متوقف ہے۔معرفتِ ہدایت کے لئے اس موضوع سے متعلق قرآن مجید میں موجود ان آیات میں تدبر وتفکر ضروری ہے جن کی تعداد تقریبا دو سونوے ہے۔ اس مقدمے میں ان کی تشریح کرنا مشکل ہے، اس لئے کہ ہدایت، کمالِ خلقت ہے (قَالَ رَبُّنَا الَّذِی اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَه ثُمَّ هَدیٰ)[4]، (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی ة اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ة وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدیٰ)[5]اور مخلوق میں ہر ایک کی ہدایت اس کی خلقت کے تناسب سے ہے۔ اب چونکہ خلقتِ انسان کی اساس احسن تقویم ہے، لہٰذا اس کی ہدایت بھی عالم امکان کا سب سے بڑا کمال اور اشرف المخلوقات کو عنایت کی جانے والی بزرگترین نعمت ہے۔ (وَيُتِمَّ نِعْمَتَه

عَلَيْکَ وَيَهْدِيَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا) [6]امام(ع) نے ((ائمہ ہدی))فرما کر مقام امامت کی عظمت کو بیان فرمایا، بلکہ اہل نظر کے لئے تو امام کی خصوصیات کو واضح کردیا کہ ایسے ملزوم کے لئے کن لوازم کی ضرورت ہے۔ پھر اس اجمال کے بعد تفصیل بیان کی، دین میں امام کے کردار پر روشنی ڈالی کہ خداوند متعال نے اپنے قانون کی تفسیر کا حق ایسی مخلوق کو عطا نہیں کیا جن کی آراء میں خطا اور اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے کہ ان دو آفتوںسے تشریع دین کی غرض نقض ہو جائے گی اور امت، نورِہدایت کی بجائے گمراہی کی تاریک وادیوں میں بھٹک جائے گی، بلکہ پروردگا رعالم نے اصول وفروع دین میں، انسان کے لئے پیش آنے والے مبہم نقاط کو ائمہ ہدیٰ کے ذریعے دور کیا ہے((ا ٔن الله عزوجل ا ٔوضح با ئٔمة الهدی من ا ٔهل بيت نبينا عن دينه))

ب۔چونکہ فطری تقاضے کے مطابق انسان اپنے خالق اورپروردگا ر عالم کی تلاش وجستجو میں ہے اور یہ فطرت راہ خداتک،جوکہ دین خدا ہے،پہنچے اور اس پر ثابت قدم رہے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی (قُلْ هٰذِه سَبِيْلِی ا دْٔعُوْا إِلَی اللهِ عَلٰی بَصِيْرَةٍ ا نَٔا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ)[7]اورچونکہ اشتباہات اور خواہشاتِ نفسانی جیسے راہ خدا سے منحرف کرنے والے اسباب اور شیاطینِ جن وانس جیسے لٹیرے،ہر وقت موجودہیں (وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِيْلِه)[8]، (اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللهِ ثَمَنًا قَلِيْلاً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِه إِنَّهُمْ سَآءَ مَاکَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)[9] لہٰذا تکوین فطرت کی غرض یعنی خداتک رسائی کے حصول اوردین کی سیدہی راہ، جو خداتک رسائی کی راہ ہے، کی تشریع کے لئے، ایک ایسے ھادی ورہبر کی ضرورت ہے جس کے نور سے یہ ہدف ومقصد پایہ تکمیل تک پہنچ سکے((وابلج عن سبيل منهاجه))۔

---

1 سورہ اسراء، آیت 71 ۔"قیامت کا دن وہ ہوگا جب ہم ہرگروہ انسانی کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے"۔

2 سورہ سجدہ، آیت 24 ۔"اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام اور پیشوا قرار دیا ہے جو ہمارے امر سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں"۔

3 سورہ رعد، آیت 7۔"آپ کہہ دیجئے کہ میں صرف ڈرانے والا ہوں اور ہر قوم کے لئے ایک ھادی اور رہبر ہے"۔

4 سورہ طہ، آیت 50 ۔"موسیٰ نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شئے کو اس کی خلقت عطا کی ہے اور پھر ہدایت بھی دی ہے"۔

5 سورہ اعلیٰ، آیت 1تا 3۔"اپنے بلند ترین رب کے نام کی تسبیح کرو۔جس نے پیدا کیا ہے اور درست بنایا ہے ۔جس نے تقدیر معین کی ہے اور پھر ہدایت دی ہے"۔

6 سورہ فتح، آیت 2۔"اور آپ پر اپنی نعمت کو تمام کرے اور آپ کو سیدہے راستہ پر ثابت قدم رکھے"۔

7 سورہ یوسف، آیت 108 ۔"آپ کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے کہ میں بصیرت کے ساتھ خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں میں اور میری اتباع کرنے والا"۔

8 سورہ انعام، آیت 153 ۔"اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاوٴ کہ راہ خدا سے الگ ہو جاوٴ گے"۔

9 سورہ توبہ، آیت 9۔"انہوں نے آیات الٰہیہ کے بدلے بہت تھوڑی سی منفعت کو لے لیا ہے اور اب راہ خدا سے روک رہے ہیں۔ یہ بہت براکام کر رہے ہیں"۔

ج۔ انسان میں خلقتِ عقل کی غرض، علم و معرفت کی حقیقت تک پہنچنا ہے اور ذاتِ انسان کی، خالقِ عقل و ادراک سے یہ استدعا ہے کہ پروردگارا! ہر چیز کی حقیقت کو جیسی ہے ویسی ہی مجھ پر نمایاں کردے۔ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ کہاں سے آیا ہے؟ کہاں ہے؟ کس طرف جارہا ہے؟ اس کے وجود اور کائنات کا آغاز و انجام کیا ہے؟ اور ادراکِ انسان کی یہ پیاس، علمِ الٰہی جیسے آبِ حیات کو حاصل کئے بغیر نہیں بجھ سکتی، ورنہ حکمت کا آخری مرحلہ بھی جو حیرۃ الکمل (کامل ترین افراد کے لئے مقام تحیر ہے) کا مقام ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان یہ جان لے کہ میں نہیں جانتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایسے الٰہی انسان کے وجود کی ضرورت ہے جو علومِ الٰہی کے سرچشموں کا وارث ہو، تاکہ تشنگانِ حقیقت اس کے ہاتھوں سیراب ہوں اور خلقتِ عقل و ادراک کی غرض حاصل ہو، جیسا کہ امام نے ایک معتبر نص میں فرمایا ہے: ((من زعم ا نٔ اللہ یحتج بعبد فی بلادہ ثم یستر عنہ جمیع ما یحتاج إلیہ فقد افتری علی اللہ)) [1]

یقینا یہ سمجھنا کہ خداوند متعال کسی کو اپنے بندے پر حجت قرار دے اور وہ تمام چیزیں جن کی اسے ضرورت ہے، اپنی حجت سے چھپالے اور ان کا علم اسے عطا نہ کرے تو یہ ایک ایسی تہمت ہے جو لامتناہی علم، قدرت اور حکمت کی عدم شناخت کی بنا پر لگائی گئی ہے۔ اسی لئے فرمایا: ((و فتح بھم عن باطن ینا بیع علمہ))۔

د۔ ((والبسہ تاج الوقار)) علم اور قدرت ہے جو امام کے سر پر وقار کا تاج ہے، ((فدلالۃ الامام فیما ھی؟ قال: فی العلم واستجابۃ الدعوۃ)) [2] اس لئے کہ انسان کے اضطراب اور پستی کی وجہ اس کا عجز اور اس کی جہالت ہے اور چونکہ امام، کتاب خدا کا معلم ہے، جب کہ حدیث ثقلین کی صریح نص کے مطابق، کتاب خدا اور امام ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے اور اس آیت (وَنَزَّلْنَا عَلَيْکَ الْکِتَاب تِبْيَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ) [3] کے مطابق، قرآن ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے، لہٰذا ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ قرآن میں موجود تمام علوم پر احاطہ نہ رکھتا ہو اور یہ بات اس معتبر حدیث سے ثابت ہے ((عن ابن بکیر عن ابی عبد اللہ (ع) قال: کنت عندہ فذکرواسلیمان وما ا عٔطی من العلم وما ا ؤُتی من الملک، فقال (ع) لی: وما ا عٔطی سلیمان ابن داود إنما کان عندہ حرف واحد من الإسم الا عٔظم، وصا حبکم الذی قال اللہ قل کفی باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب، وکان واللہ عند علیٍّ علم الکتاب، فقلت: صدقت واللہ، جعلت فداک)) امر اللہ سے مرتبط ہونے کی بنا پر امام [4] مستجاب الدعوہ ہے اور اسی علم و قدرت کی وجہ سے تاج وقار، امام کے سر مبارک کی زینت ہے۔

ہ۔ ((وغشاہ من نور الجبار)) لفظ نور، اسم مقدس جبار کی طرف اضافہ ہوا ہے۔ اسماء الٰہی کی جانب اضافہ ہونے والا ہر اسم اضافے کی وجہ سے اسی اسم کی خصوصیات کسب کرلیتا ہے اور خداوند عالم جبار ہونے کے ناطے ہر ٹوٹ پھوٹ کا مداوا کرنے والا ہے ((یا جابر العظم الکسیر)) [5]، امام کے وجود کو نورِ جبار کے نور سے منور کیا گیا ہے تاکہ پیکرِ اسلام و مسلمین میں پڑنے والی دراڑوں کا اس نور کے ذریعے مداوا و ازالہ کرسکے۔

و۔((ائمة من الله يهدون بالحق وبه يعدلون)) امام وہ ہے جو خدا کے اختیار سے مختار، اس کے برگزیدہ کرنے سے مصطفی اور اس کے انتخاب سے امامت ورہبری کے لئے مجتبی ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ ایک امام کی رحلت کے بعد پروردگار عالم دوسرا امام نصب کرے جو واضح علامت، راہِ دین کو روشن کرنے والا ھادی، سرپرستی کرنے والا رہبر اور صاحب علم حجت ہو تاکہ خلقتِ انسان اور بعثتِ انبیاء کی غرض جو دو کلمونّمیں خلاصہ ہوتی ہے، حاصل ہوسکے اور وہ دو کلمے، حق کی جانب ہدایت اور حق کے ساتہ عدالت کا برقرار کرنا ہے جو نظری اور عملی حکمت کا لب لباب اور انسان کے ارادے وعقل کا نقطہ کمال ہے اور ان دو کا تحقق سوائے ایسی عقل، جو ہر چیز کو اس کی

---

1 بحار الانوار، ج 26، ص 139۔

2 بحار الانوار، ج 25، ص 124۔ "امام کی پہچان کس چیز میں ہے فرمایا: علم اور دوسروں کی مشکل کو حل کرنے میں"۔

3 سورہ نحل، آیت 89۔ "اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جس میں ہر شئے کی وضاحت موجود ہے"۔

4 بحار الانوار، ج 26، ص 170۔ "ابن بکیر سے روایت ہے کہ میں چھٹے امام کے پاس تھا کہ سلیمان پیغمبر اور ان کو عطا شدہ علم وملک کا تذکرہ نکل آیا تو حضرت نے فرمایا جو کچھ ان کو عطا ہوا تھا وہ صرف اسم اعظم کا ایک حرف تھا اور تمہارے مولا کے بارے میں خدا فرماتا ہے (قل كفىٰ بالله شهيداً بيني و بينكم ومن عند ه علم الكتاب) خدا کی قسم علی علیہ السلام کے پاس پوری کتاب کا علم تھا۔ میں نے جواب دیا خدا کی قسم سچ فرمایا میری جان فدا ہو آپ پر"۔

5 بحار الانوار، ج 12، ص 319۔ "وہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے والے"۔

حقیقت کے ساتھ جان لے، اور ایسے ارادے، جو ہر کام کو اس کی اصل و حقیقت کے مطابق انجام دے، کے بغیر نا ممکن ہے جو علمی اور عملی عصمت کا منصب ہے، لہٰذا فرمایا((ا ئمة من الله يهدون بالحق وبه يعدلون))

ز۔((اصطفاه الله بذلک واصطنعه على عينه فى الذرحين ذرا ھٗ))امام وہ ہے جس کے گوہرِ وجود کو خود پروردگار عالم نے عالم ذرّ میں عرش کے دائیں بنایا، اپنی نگرانی میں اس کی تربیت فرمائی اور علم غیب کے ذریعے جو اس ذات مقدس کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں (إِلاَّ مَنِ ارْتَضٰی مِن رَّسُوْلٍ)[1] اسے حکمت عطا کی ہے۔ خلقت میں نسب کے اعتبار سے ذریت نوح کا بہترین، آل ابراہیم کا برگزیدہ، سلالہ اسماعیل اور عترت محمد سے منتخب شدہ ہے۔

اس کا جسم تمام عیوب سے منزہ، جب کہ روح ہر قسم کی لغزش سے معصوم اور ہر گناہ سے محفوظ ہے۔

ابلیس، جس نے کہا تھا کہ (فَبِعِزَّتِکَ لَا غُ ْوِيَنَّهُمْ ا جُ ْمَعِيْنَ ة إِلاَّ عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ)[2] امام کی مقدس ذات سے اس قدرت کی وجہ سے دور ہے کہ (إِنَّ عِبَادِیْ لَيْسَ لَکَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ)[3]

((وصار ا مٔر الله إليه من بعد))، وہ امر اللہ کو جو ایک امام کے بعد دوسرے کو نصیب ہوتا ہے،

چھٹے امام (ع) نے حدیث صحیحہ میں یوں بیان فرمایا ہے:((إن الله واحد متوحد بالواحدانية، متفرد بامره فخلق خلقا فقدره لذلک الامر، فنحن هم يابن ابى يعفور، فنحن حجج الله فى عباده وخزانه على علمه والقائمون بذلک))[4]

ح۔((وا ئده بروحه))جس روح کے ساتھ خدا نے امام کی تائید فرمائی ہے یہ وہ روح ہے جسے ابو بصیر نے حدیث صحیحہ میں بیان کیا ہے:"میں نے ابی عبد اللہ(ع) کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

(وَيَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قَلِ الرُّوْحُ مِنْ ا مْٔ ِرِ رَبِّی)[5]جو جبرئیل و مکائیل سے بھی اعظم مخلوق ہے۔ گذشتگان میں سے محمد(ص) کے علاوہ کسی اور کو عطا نہیں کی گئی اور وہ روح اب ائمہ کے پاس ہے جو استقامت وثابت قدمی میں ان کی مدد کرتی ہے۔"[6]

((وآتاه علمه))اور اسے اپنا علم عطا فرمایا ہے۔ امام محمد باقر(ع) سے مروی صحیح نص کے مطابق خدا کے دو علم ہیں، ایک علم وہ ہے جسے اس کی ذات کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا اور دوسرا علم وہ ہے جسے اس ذات اقدس نے ملائکہ وپیغمبران علیہم السلام کو تعلیم فرمایا ہے اور جس علم کی ملائکہ وانبیاء علیہم السلام کو تعلیم دی ہے، امام اس سے آگاہ ہے[7]

---

1 سورہ جن، آیت 27 ۔ "مگر جس کو پیغمبر پسند فرمائے"۔

2 سورہ ص، آیت 82 ۔ 83 ۔ "اس نے کہا تو پھر تیری عزت کی قسم ، ان میں سے تیرے خالص بندوں کے سوا سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔

3 سورہ حجر، آیت 42 ۔ "میرے بندوں پر تیرا کوئی اختیار نہیں ہے"۔

4 کافی ج 1 ص 193 ۔(چھٹے امام ایک حدیث میں فرماتے ہیں خدا ایک ہے اپنی وحدانیت کے ساتہ اپنے امر وحکم کے سبب تک و تنہا ہے تو اس نے خلق کیا ایک مخلوق کو پھر اپنے امر کی خاطر ان کو معین کیا اب ہم لوگ وہی لوگ ہیں اے ابن ابی یعفور !ھم خدا کی حجت ہیں ہم اس کے بندوں کے درمیان اور ہم اس کے علم کے خزانہ دار ہیں اور ہمارا قیام و ثبات اسی کی ذات پر ہے ۔

5 سورہ اسراء، آیت 85 ۔ "اور پیغمبر یہ آپ سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ یہ میرے پروردگار کا ایک امر ہے"۔

6 اصول کافی، ج 1، ص 273 ۔

7 بحار الانوار، ج 26 ، ص 163 ۔

((واستودعه سره))اور اپنا راز اس کے سپرد کیا ہے۔ صحیح حدیث کے مطابق امام ابوالحسن (ع) نے فرمایا:"خدا نے اپنا راز جبرئیل(ع) کے سپرد کیا، جبرئیل نے محمد(ص) کے سپرد کیا اور محمد(ص) نے اس کے سپرد کیا جس کے بارے میں خود خدا نے چاہا۔" [1]

ط۔((رضى الله به إماما لهم))اس میں کسی قسم کے شک وتردید کی گنجائش نہیں کہ امت کو امام کی ضرورت ہے اور امت کے امام کا خدا کا مورد پسند ہونا ضروری ہے۔ وہ خدا جو علم وجہل میں سے علم کو پسند فرماتا ہے(قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ) [2]، سلامتی وآفت میں سے سلامتی کو پسند فرماتا ہے(يَهْدِىْ بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَه سُبُلَ السَّلاَمِ) [3]، حکمت وسفاہت میں سے حکمت کو پسند فرماتا ہے(يُو تُۡ ِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُو تُۡ ِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ ا ُوْتِىَ خَيْراً كَثِيْرًا) ٤، عدل وفسق میںسے عدل کو پسند فرماتا ہے(إِنَّ اللهَ يَا مُۡ ُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ) [5]، حق وباطل میں سے حق کو پسند فرماتا ہے (وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً) [6]، اورصواب وخطا میں سے صواب کو پسند فرماتا ہے (لاَ يَتَكَلَّمُوْنَ إِلاَّ مَنْ ا ذِۡ ِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا) [7]، امت کی اطاعت کے لئے بھی یقینا اس کو پسند فرمائے گا جس کی امامت علم، عدل، سلامتی، حکمت، صواب، حق اور ہدایت کی امامت ہو۔ ساتھ اس کے کہ بہترین کا انتخاب کرنا خدا کے نزدیک پسندیدہ ہے (اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ ا حۡ ْسَنَه) [8]، بہترین کو ہی حاصل کرنے کا حکم فرمایاہے(وَا مُۡ ْرْ قَوْمَكَ يَا خُۡ ُذُوْا بِا حۡ ْسَنِهَا) [9]اور بہترین قول کا حکم دیا ہے (قُلْ لِّعِبَادِى يَقُوْلُوا الَّتِىْ هِىَ ا حۡ ْسَنُ) [10] اور مجادلے کے وقت بہترین طریقے سے گفتگو کرنے کا حکم فرمایا ہے (وَجَادِلْهُم بِالَّتِىْ هِىَ ا حۡ ْسَنُ) [11] اور رد کرتے وقت، بہترین طریقے سے رد کرنے کی تلقین فرمائی ہے (اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِى ا حۡ ْسَنُ) [12] اور جو خود ہی احسن جزا دینے والا ہے (وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ ا جۡ ْرَهُمْ بِا حۡ ْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ) [13] اور جو خود بہترین حدیث نازل کرنے والا ہے(اَللّٰهُ نَزَّلَ ا حۡ ْسَنَ الحَدِيْثِ) [14]، کیا ممکن ہے امت کی امامت کے لئے اکمل، افضل، اعلم، اعدل اوراس احسن حدیث میں موجود تمام صفات کے مالک کے علاوہ کسی اور کو پسند فرمائے؟!

جب احسن کی اتباع کے حکم کا لازمہ یہ ہے کہ احسن کی پیروی ہو تو کیسے ممکن ہے کہ پروردگار عالم کسی غیر احسن کی امامت وپیروی سے راضی ہوجائے ؟!

(وَمَنْ ا حۡ ْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ) [15] اور اسی لئے فرمایا:((وانتدبه بعظيم ا مٔره وا نٔبا هٔ فضل بيان علمه ونصبه علما لخلقه وجعله حجة على ا هٔل عالمه وضياء لا هٔل دينه والقيم على عباده رضى الله به إماما لهم))۔

---

1 بحار الانوار، ج 2، ص 175۔

2 سورہ زمر، آیت 9۔ "کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے ہیں"۔

3 سورہ مائدہ، آیت 16 ۔ "جس کے ذریعہ خدا اپنی خوشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستہ کی ہدایت کرتا ہے"۔

4 سورہ بقرہ، آیت 269 ۔ "وہ جس کو بھی چاہتا ہے حکمت عطا کر دیتا ہے اور جسے حکمت عطا کر دی جائے اسے خیر کثیر عطا کر دیا گیا"۔

5 سورہ نحل، آیت 90 ۔ "بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"۔

6 سورہ اسراء، آیت 81 ۔ "اور کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا کہ باطل بہر حال فنا ہونے والا ہے"۔

7 سورہ نباء، آیت 38 ۔ "اور کوئی بات بھی نہ کر سکے گا علاوہ اس کے جسے رحمان اجازت دیدے اور صحیح بات کرے"۔

8 سورہ زمر، آیت 18 ۔ "جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو بات اچھی ہوتی ہے اس کا اتباع کرتے ہیں"۔

9 سورہ اعراف، آیت 145 ۔ "اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کی اچھی اچھی باتوں کو لے لیں"۔

10 سورہ اسراء، آیت 53 ۔ "اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ صرف اچھی باتیں کیا کریں"۔

11 سورہ نحل، آیت 125 ۔ اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے"۔

12 سورہ مومنون، آیت 96 ۔ "اور آپ برائی کو اچھائی کے ذریعہ دفع کیجئے"۔

13 سورہ نحل، آیت 97 ۔ "اور انہیں ان عمال سے بہتر جزادیں گے جو وہ زندگی میں انجام دے رہے تھے"۔

14 سورہ زمر، آیت 23 ۔ "اس نے بہترین کلام اس کتاب کی شکل میں نازل کیا ہے"۔

15 سورہ مائدہ، آیت 50 ۔ "جب کہ صاحبان یقین کے لئے اللہ کے فیصلہ سے بہتر کس کا فیصلہ ہو سکتا ہے"۔

امام زمانہ(عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف)

رسول خدا(ص) کی فریقین سے مروی اس روایت کے مطابق کہ جو شخص اس دنیا میں اپنے زمانے کے امام کو پہچانے بغیر مر جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے [1]، اگر چہ امام زمانہ(ع) کی تفصیلی معرفت تو میسر نہیں ہے لیکن اجمالی معرفت کو اختصار کے ساتہ بیان کیا جارہا ہے۔

ہر زمانے میں امامِ معصوم کی ضرورت، عقلی ونقلی دلائل کے ذریعہ بحث امامت میں ثابت ہو چکی ہے۔

عقلی نقطہ نگاہ سے عقلی دلائل کا اجمالی طور پر خلاصہ یہ ہے کہ نبوت ورسالت کا دروازہ پیغمبر خاتم(ص) کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔ لیکن قرآن کو سمجھنے کے لئے، جو آنحضرت(ص) پر نازل ہوا ہے اور ہمیشہ کے لئے انسان کی تعلیم وتربیت کا دستور العمل ہے، معلم ومربی کی ضرورت ہے۔

وہ قرآن، جس کے قوانین مدنی البطع انسان کے حقوق کے ضامن تو ہیں لیکن ایک مفسر اور ان قوانین کو عملی جامہ پہنانے والے کے محتاج ہیں۔

بعثت کی غرض اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام علوم قرآنی کا معلم موجود نہ ہو۔ ایسے بلند مرتبہ اخلاقی فضائل سے آراستہ ہو کہ جو ((انما بعثت لا تّمم مکارم الا خٔلاق))[2] کا مقصد ہے۔ نیز ہر خطا و خواہشات نفسانی سے پاک ومنزہ ہو جس کے سائے میں انسان اس علمی و عملی کمال تک پہنچے جو خدا وند تعالیٰ کی غرض ہے۔ (إِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالَعَمَلُ الصّالِحُ یَرْفَعُه) [3]

مختصر یہ کہ قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام انسانوں کو فکری، اخلاقی اور عملی ظلمات سے نکال کر عالم نور کی جانب ہدایت کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے (کِتَابٌ ا نْٔزَلْنَاهُ إِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِن الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّوْرِ) [4]

اس غرض کا حصول فقط ایسے انسان کے ذریعے ممکن ہے جو خود ظلمات سے دور ہو اور اس کے افکار، اخلاق و اعمال سراپا نور ہوں اور اسی کو امام معصوم کہتے ہیں۔

اور اگر ایسا انسان موجود نہ ہوتو تعلیم کتاب و حکمت اور امت کے درمیان عدل کا قیام کیسے میسر ہو سکتا ہے ؟ اور خود یہی قرآن جو اختلافات کو ختم کرنے کے لئے نازل ہوا ہے، خطاکار افکار اور ہویٰ و ہوس کے اسیر نفوس کی وجہ سے، اختلافات کا وسیلہ وآلہ بن کر رہ جائے گا۔

آیا وہ خدا جو خلقت انسان میں احسن تقویم کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کی ظاہری خوبصورتی کے لئے بھنوں تک کا خیال رکھ سکتا ہے، کیا ممکن ہے کہ مذکورہ ہدف ومقصد کے لئے کتاب تو بھیج دے لیکن بعثت انبیاء اور کتب نازل کرنے کی اصلی غرض، جو سیرت انسان کو احسن تقویم تک پہچانا ہے، باطل کر دے ؟!

اب تک کی گفتگو سے رسول خدا (ص) کے اس کلام کا نکتہ واضح وروشن ہو جاتا ہے کہ جسے اہل سنت کی کتابوں نے نقل کیا ہے ((من مات بغير إمام مات ميتة جاهلية)) [5] اور کلام معصومین علیہم السلام کا نکتہ بھی کہ جسے متعدد مضامین کے ساتہ شیعی کتب میں نقل کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر حضرت امام علی بن موسی الرضا(ع) نے شرائع دین سے متعلق، مامون کو جو خط لکھا اس کا مضمون

---

1 رجوع کریں آئندہ صفحہ حاشیہ نمبر2۔

2 بحار الانوار ج 16 ص 210 (فقط مبعوث ہوا ہوں اس لئے کہ مکارم الاخلاق کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکوں۔

3 سورہ فاطر، آیت 10 ۔" پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح انہیں بلند کرتا ہے"۔

4 سورہ ابراہیم، آیت 1۔"الٓر یہ کتاب ہے جسے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو حکم خدا سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں"۔

5 "جو اس حال میں مرجائے کہ اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ جہالت کی موت مرے گا"۔مسند الشامیین، ج 2، ص 437، المعجم الکبیر، ج 19، ص 388 ۔ مسند احمد بن حنبل، ج 4، ص 96 اور دوسری کتابیں۔

یہ ہے ((وإن الارض لا تخلو من حجة الله تعالی علی خلقه فی کل عصر وا ؤان و إنهم العروة الوثقی ٔ))یہاں تک کہ آپ(ع) نے فرمایا ((ومن مات ولم یعرفهم مات میتة جاهلیة)) [1]

اب جب کہ اکمال دین واتمام نعمت ہدایت میں ایسی شخصیت کے وجود کی تاثیر واضح ہو چکی، اگر اس کی عدم موجودگی سے خدا اپنے دین کو ناقص رکھے تو اس عمل کی وجہ یا تو یہ ہو گی کہ ایسی شخصیت کا وجود ناممکن ہو یا خدا اس پر قادر نہیں اور یا پھر خدا حکیم نہیں ہے اور ان تینوں کے واضح بطلان سے امام کے وجود کی ضرورت ثابت ہے۔

حدیث ثقلین جس پر فریقین کا اتفاق ہے، ایسی شخصیت کے وجود کی دلیل ہے جو قرآن سے اور قرآن جس سے، ہر گز جدا نہ ہوں گے اور چونکہ مخلوق پر خدا کی حجت، حجت بالغہ ہے، ابن حجر ھیثمی جس کا شیعوں کی نسبت تعصب ڈھکا چھپا نہیں، کہتا ہے((والحاصل ا ٔن الحث وقع علی التمسک بالکتاب وبالسنة وبالعلماء بهما من ا ٔهل البیت ویستفاد من مجموع ذلک بقاء الا ٔمور الثلاثه إلی قیام الساعة، ثم اعلم ا ٔن لحدیث التمسک بذلک طرقاً کثیرةً وردت عن نیف وعشرین صحابیا)) [2]

ابن حجر اعتراف کر رہا ہے کہ حدیث ثقلین کے مطابق، جسے بیس سے زیادہ اصحاب نے پیغمبر اکرم(ص) سے نقل کیا ہے، پوری امت کو کتاب، سنت اور علماء اہل بیت سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے اور ان سب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ تینوں قیامت کے دن تک باقی رہیں گے۔

اور مذھب حق یہی ہے کہ قرآن کے ہمراہ اہل بیت علیہم السلام سے ایسے عالم کا ہونا ضروری ہے جو قرآن میں موجود تمام علوم سے واقف ہو، کیونکہ پوری امت مسلمہ کو، بغیر کسی استثناء کے، کتاب، سنت او راس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، اور ہر ایک کی ہدایت کا دارومدار اسی تمسک پر ہے۔

روائی نقطہ نگاہ سے:

بارہویں امام(ع) کے متعلق شیعوں کا اعتقاد اور آپ کا ظہور معصومین علیہم السلام سے روایت شدہ متواتر نصوص سے ثابت ہے، جو اثبات امامت کے طریقوں میں سے ایک ہے۔

قرآن مجید میں ایسی آیات موجود ہیں، جنہیں شیعہ و سنی کتب میں امام مہدی (ع) کی حکومت کے ظہور سے تفسیر کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں :

1۔ (هُوَالَّذِی ا رْ ٔسَلَ رَسُوْلَه بِالْهُدیٰ وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَه عَلَی الدِّیْنِ کُلِّه وَلَوکَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ) [3]

ابو عبد اللہ گنجی کتاب "البیان فی اخبار صاحب الزمان(ع) " میں کہتا ہے کہ :"اور بالتحقیق، مہدی کی بقا کا تذکرہ قرآن و سنت میں ہوا ہے۔ قرآن میں یوں کہ سعید بن جبیر قرآن میں خداوند متعال کے اس فرمان (لِيُظْهِرَه عَلیَ الدِّيْنِ کُلِّه وَلَو کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ)کی تفسیر میں کہتے ہیں:((هو المهدی من عترة فاطمه علیها السلام))" [4]

2۔ (الَّذِيْنَ يُو مِْنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلاَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ) [5]

فخر رازی کہتا ہے:"بعض شیعوں کے عقیدے کے مطابق غیب سے مراد مہدی منتظر (ع) ہے،

کہ جس کا وعدہ خدا نے قرآن اور حدیث میں کیا ہے۔ قرآن میں یہ کہہ کر (وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنکُم وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی اْلا رْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ) اورحدیث میں قول پیغمبر اکرم(ص) کے اس قول کے مطابق ((لو لم يبق من الدنيا إلا يوم واحد لطول الله ذلک اليوم حتى يخرج رجل من ا هٔل بيتی يواطی

---

1 عیون اخبار الرضاعلیہ السلام،ج 2، ص 122 ۔ "زمین حجت خدا سے کسی زمانہ میں خالی نہ ہوگی اور یہ حجت مستحکم وسیلہ ہیں یہاں تک کہ فرمایا جو مرجائے اور ان کو نہ پہچانتا ہو وہ جہالت کی موت مرتا ہے"۔

2 صواعق محرقہ، ص 150 ۔

3 سورہ توبہ، آیت 33 ۔ "وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

4 البیان فی اخبار صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف، ص 528 (کتاب کفایۃ الطالب میں)

5 سورہ بقرہ، آیت 3۔ "جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں ۔پابندی سے پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں"۔

اسمه اسمی وکنیته کنیتی، یملا الا رٔض عدلا وقسطا کما ملئت جورا وظلما))[1]، اس کے بعد یہ اشکال کرتا ہے کہ بغیر دلیل کے مطلق کو تخصیص دینا باطل ہے۔" [2]

فخر رازی نے، حضرت مہدی موعود(ع) کے بارے میں قرآن وحدیث پیغمبر خدا(ص) کی دلالت کو تسلیم کرنے اور آپ(ع) کی غیب میں شمولیت کے اعتراف کے بعد، یہ سمجھا ہے کہ شیعہ، غیب کو فقط حضرت مہدی(ع) سے اختصاص دینے کے قائل ہیں، جب کہ فخر رازی اس بات سے غافل ہے کہ شیعہ امام مہدی(ع) کو مصادیقِ غیب میں سے ایک مصداق مانتے ہیں۔

3۔ (وَإِنَّه لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلاَ تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ)[3]

ابن حجر کے بقول:"مقاتل بن سلیمان اور اس کے پیروکار مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"
[4]

4۔ (وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی ٱلا رْٔضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِم وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ ا مْٔناً يَّعْبُدُوْنَنِی لَايُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْئاً وَّمَنْ كَفَرَ بَعْد ذٰلِكَ فَا ؤُلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ)[5]

اس آیت کو امام مہدی(ع) اور آپ کی حکومت سے تفسیر کیا گیا ہے۔ [6]

5۔(إِنْ نَّشَا نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ ا عْٔنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ)[7]

اس آیت میں لفظِ((آیة)) کی تفسیر، حضرت مہدی(ع) کے ظہور کے وقت دی جانے والی ندا کو بتلایا گیا ہے، جسے تمام اہل زمین سنیں گے اور وہ ندا یہ ہوگی((ا لٔا إن حجة الله قد ظهر عند بيت الله فاتبعوه فإن الحق معه وفيه))[8]

6۔ (وَنُرِيْدُ ا نْٔ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی ٱلا رْٔضِ وَنَجْعَلَهُمْ ا ىِٔمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ)[9]

امیر المومنین(ع) فرماتے ہیں:" یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچے کی طرف جھکتی ہے۔" اس کے بعد مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔ [10]

7۔ (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ ا نَّٔ ٱلا رْٔضَ يَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ)[11]

---

1 " اگر دنیا کے ختم ہو جانے میں ایک دن بھی باقی رہ جائے تو خدا اس کو اتنا طولانی کر دے گا کہ میرے اہل بیت(ع) میں سے ایک شخص قیام کرے جو میرا ہم نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی جو زمین کو عدل وانصاف سے ویسا بھر دے گا جیسے ظلم و جور سے بھری ہوگی"۔

2 تفسیر کبیر، فخر رازی، ج 2، ص 28۔

3 سورہ زخرف، آیت 61۔"اور بے شک یہ قیامت کی واضح دلیل ہے لہٰذا اس میں شک نہ کرو اور میرا اتباع کرو کہ یہی سیدھا راستہ ہے"۔

4 صواعق محرقہ، ص 162 ۔

5 سورہ نور، آیت 55 ۔ "اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان و عمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اس طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے اور ان کے لئے اس دین کو غالب بنائے جسے ان کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دے گا وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح کا شرک نہ کریں گے اور اس کے بعد بھی کوئی کافر ہوجائے تو در حقیقت وہی لوگ فاسق اور بدکردار ہیں"۔

6 تفسیر کبیر،، فخر رازی، ج 2، ص 28 ۔ غیبۃ نعمانی، شیخ طوسی، ص 177؛ تفسیر القمی، ج 1، ص 14، اور دیگر منابع۔

7 سورہ شعراء، آیت 4۔ "اگر ہم چاہتے تو آسمان سے ایسی آیت نازل کردیتے کہ ان کی گردنیں خضوع کے ساتھ جھک جاتیں"۔

8 ینابیع المودۃ، ج 3، ص 297 ۔ "آگاہ ہو جاوٴ کہ خدا کی حجت کا ظہور خانہ خدا میں ہوگیا ہے تو اس کی پیروی کرو کیونکہ حق اس کے ساتھ ہے اس کی ذات کے اندر ضم ہے"۔

9 سورہ قصص، آیت 5۔ "اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنادیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیدیں"۔

10 نہج البلاغہ، شمارہ 209، از حکمت امیر المومنین علیہ السلام۔

11 سورہ انبیاء، آیت 105 ۔ "اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہوں گے"۔

اس آیت کو امام مہدی(ع) اور آپ (ع) کے اصحاب کے بارے میں تفسیر کیا گیا ہے۔ [1] اور اس آیت کا مضمون، یعنی زمین پر صالح افراد کی حکومت، زبور حضرت داود(ع) میں موجود ہے :

کتاب مزامیر۔ زبور حضرت داود (ع)، سینتیسویں مزمور کی انتیسویں آیت میں ہے:"اور نسل شریر منقطع ہوجائے گی اور صالح افراد زمین کے وارث ہوں گے اور اس میں ابد تک رہیں گے، صالح دہان حکمت کو بیان کرے گا اور اس کی زبان انصاف کا تذکرہ کرے گی۔ اس کے خدا کی شریعت اس کے دل میں ہوگی۔ لہٰذا اس کے قدم نہ لڑکھڑائیں گے۔"

کتاب مزامیر کے بہترویں مزمور کی پہلی آیت:"اے خدا بادشاہ کو اپنا انصاف اور اس کے فرزند کو اپنی عدالت عطا کر اور وہ تیری قوم کے درمیان عدالت سے فیصلہ کرے گا اور تیرے مساکین کے ساتھ انصاف کرے گا۔ اس وقت پہاڑ، قوم کے لئے سلامتی کا سامان مہیا کریں گے اور ٹیلے بھی۔ قوم کے مساکین کے درمیان عدالت برقرار کرے گا، فقراء کی اولاد کو نجات دلائے گا اور ظالموں کو سرنگوں کرے گا اور جب تک سورج اور چاند اپنے سارے طبقات کے ساتھ باقی ہیں وہ تجھ سے ڈریں گے۔ وہ کٹے ہوئے سبزہ زاروں پر برسنے والی بارش کی طرح برسے گا اور زمین کو سیراب کرنے والی بارشوں کی طرح اس کے دور میں صالح افراد خوب پھلے پھولیں گے اور سلامتی ہی سلامتی ہوگی،

یہاں تک کہ چاند نابود ہو جائے گا، ایک سمندر سے دوسرے سمندر اور نہر سے دنیا کے آخری کونے تک اس کی حکومت ہوگی، اس کے سامنے صحرا نشین گردنیں جھکائیں گے اور اس کے دشمن خاک چاٹیں گے۔"

آپ(ع) کے بارے میں فریقین کی کتابوں میں تواتر کی حد تک روایات موجود ہیں۔ ابو الحسن ابری، جو اہل سنت کے بزرگ علماء میں سے ہے، کا کہنا ہے :"راویوں کی کثیر تعداد نے حضرت محمد مصطفی(ص) سے مہدی کے بارے میں روایت کی ہے جو متواتر و مستفیض ہیں اور یہ کہ وہ اہل بیت پیغمبر(ص) سے ہے، سات سال حکومت کرے گا، زمین کو عدل سے پر کر دے گا، حضرت عیسیٰ(ع)

خروج کریں گے اور دجال کو قتل کرنے میں آپ(ع) کی مدد کریں گے۔ امت کی امامت مہدی(ع) کرائیں گے جب کہ عیسیٰ(ع) آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔" [2]

شبلنجی نور الابصار میں کہتا ہے:"پیغمبر اکرم(ص) سے متواتر احادیث ہیں کہ مہدی(ع) آنحضرت(ص) کے اہل بیت سے ہے اور زمین کو عدل سے پر کر دے گا۔" [3]

ابن ابی حدید معتزلی کہتا ہے :"فرقہ ھائے مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دنیا اور دینی ذمہ داریاں حضرت مہدی(ع) پر ختم ہوں گی۔" [4]

زینی دحلان کے بقول :"جن احادیث میں مہدی(ع) کے ظہور کا ذکر ہوا ہے وہ بہت زیادہ اور متواتر ہیں۔" [5]

آپ(ع) کی خصوصیات اور شمائل کو تو اس مختصر مقدمے میں تحریر نہیں کیا جاسکتا، لیکن پھر بھی شیعہ اور سنی کتب میں مذکور چند خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

1۔ نماز جماعت میں افضل کو تقدم حاصل ہے، جیسا کہ یہ مطلب سنی اور شیعہ روایات میں ذکر ہوا ہے: ((امام القوم وافدهم فقدموا ا فضلکم)) [6] آپ(ع) کے ظہور اور حکومت حقہ کے قیام کے وقت عیسیٰ بن مریم(ع) آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے اور سنی اور شیعہ روایات کے مطابق آپ(ع) کی امامت میں نماز ادا کریں گے [7] وہ ایسی ہستی ہیں کہ کلمۃ اللہ، روح اللہ اور مردوں کو حکم خدا سے زندہ کرنے والے اولوالعزم رسول سے افضل ہیں اور آپ کی وجاہت اور قرب، خدائے ذوالجلال کے نزدیک زیادہ ہے ۔ وقت نماز،

---

1 بحار الانوار، ج 51، ص 47، نمبر 6۔

2 تہذیب التہذیب، ج 9، ص 126، (محمد بن خالد جندی کے ترجمہ میں)

3 نور الابصار، ص 189 ۔

4 شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 10، ص 96 ۔

5 الفتوحات الاسلامیہ، ج 2، ص 338 ۔

6 "ہر قوم کا امام وہ ہوتا ہے جو سب سے پہلے خدا پر وارد ہوتا ہے تو تم لوگ بھی افضل کو آگے کرو"۔ بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث، ص 56، نمبر 139 ۔ وسائل الشیعہ، کتاب الصلاۃ، ابواب الجماعۃ، باب 26، ج 8، ص 347 ۔

7 الصواعق المحرقہ، ص 164، فتح الباری، ج 6، ص 358، اور اسی کے مشابہ صحیح بخاری، ج 4، ص 143؛ صحیح مسلم، ج 1، ص 94؛ سنن ابن ماجہ، ج 2، ص 1361؛ عقد الدرر، دسواں حصہ، اور اہل سنت کی دوسری کتابیں۔ الغیبۃ نعمانی، ص 75 ۔ بحار الانوار، ج 36، ص 272 اور شیعوں کی دوسری کتابیں۔

جو خدا کی طرف عروج کا وقت ہے، عیسیٰ بن مریم آپ کی اقتداء کریں گے اور آپ کی زبان مبارک کے ذریعے خدا سے ہم کلام ہوں گے۔

گنجی نے البیان میں نماز وجہاد میں آپ کی امامت کے بارے میں مروی روایات کے صحیح ہونے اور اس تقدم وامامت کے اجماعی ہونے کی تصدیق کے بعد، مفصل بیان کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ اس امامت کو معیار قرار دیتے ہوئے آپ (ع)، عیسی سے افضل ہیں[1]عقدالدرر، باب اول میں سالم اشل سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتا ہے: "میں نے ابی جعفر محمد بن علی الباقر (علیہما السلام) کو فرماتے سنا کہ: موسی (ع) نے نظر کی تو پہلی نظر میں وہ کچھ دیکھا جو قائم آل محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو عطا ہونا تھا، پس موسیٰ نے کہا: اے پروردگار! مجھے قائم آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرار دے۔ ان سے کہا گیا: کہ وہ محمد(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذریت سے ہے۔ دوسری بار بھی اس کی مانند دیکھا اور دوبارہ وہی درخواست کی اور وہی جواب سنا، تیسری بار بھی اسی کو دیکھا اور سوال کیا تو تیسری بار بھی وہی جواب ملا۔"[2]

باوجود اس کے کہ حضرت موسی بن عمران(ع) خدا کے اولوالعزم پیغمبر وکلیم اللہ ہیں (وَكَلَّمَ اللّهُ مُوْسٰى تَكْلِيْماً)[3] اور خدا نے انہیں نو آیات کے ساتھ مبعوث فرمایا (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ)[4]

اور مقرب درگاہ باری تعالی ہیں (وَ نَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِالا يۡمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا)[5]۔ حضرت مہدی(ع) کے لئے وہ کیا مقام و منزلت تھی جسے دیکھنے کے بعد پانے کی آرزو میں حضرت موسی(ع) نے خدا سے تین مرتبہ درخواست کی۔

حضرت موسی بن عمران کا آپ(ع) کے مقام کو پانے کی آرزو کرنا ایسی حقیقت ہے جس کے لئے کسی اور حدیث وروایت کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ حضرت عیسیٰ (ع) جیسے اولو العزم پیغمبر کا آپ(ع) کی اقتدا میں نماز پڑھنا اس مقام کی حسرت وآرزو کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ عالم وآدم کی خلقت کا نتیجہ اور آدم سے لے کر خاتم تک تمام انبیاء(ع) کی بعثت کا خلاصہ ان چار نکات میں مضمر ہے:

الف۔ معرفت وعبادت خدا کے نور کا ظہور، جو ساری دنیا کو منور کردے (وَا شۡرَقَتِ اْلا رۡضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا)[6]

ب۔ کائنات کو علم وایمان سے بھرپور زندگی عطا ہونا جو (اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّهَ يُحْيِ اْلا رۡضَ بَعْدَ مَوْتِهَا)[7] کا بیان ہے۔

ج ۔باطل کے زوال اور حق کی حکومت کا قائم ہونا جو (وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً)[8] کی تجلّی ہے۔

د۔تمام انسانوں کا عدل وانصاف کو اپنانا، جو تمام انبیاء ورسل کے ارسال اور کتب کے نزول کی علت غائی ہے (لَقَدْ ا رۡسَلْنَا بِالبَيِّنَاتِ وَ ا نۡزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ)[9]

1 البیان فی اخبار صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، ص 498 ۔

2 عقد الدرر، پہلا حصہ، ص 26 ، الغیبۃ نعمانی، ص 240 ۔

3 سورہ نساء، آیت 164 ۔ "اور موسی سے خدا نے کلام کیا جو حق کلام کرنے کا تھا"۔

4 سورہ اسراء، آیت 101 ۔ "اور ہم نے موسیٰ کو نو کہلی ہوئی نشانیاں دی تہیں

5 سورہ مریم، آیت 52 ۔ "اور ہم نے انہیںکوہ طور کے داہنے طرف سے آواز دی اور راز ونیاز کے لئے اپنے سے قریب بلا لیا"۔

6 سورہ زمر، آیت 69 ۔ "اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹہے گی"۔

7 سورہ حدید، آیت 17 ۔ "یاد رکھو کہ خدازندہ کرتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد"۔

8 سورہ اسراء، آیت 81 ۔ "اور کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل فنا ہو گیا کہ باطل ہر حال فنا ہونے والا ہے"۔

9 سورہ حدید، آیت 25 ۔ "بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتہ بھیجا ہے اور ان کے ساتہ کتاب اور میزان کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف کے ساتہ قیام کریں"۔

ان تمام آثار کا ظہور قائم آل محمد(ص) کے هاتھوں ہوگا ((یملا الله به الا رٔض قسطا وعدلا بعد ما ملئت جورا وظلما))[1]اور یہ وہ مقام ہے جس کی حسرت و آرزو آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام انبیاء نے کی ہے۔

2۔ سنی اور شیعہ روایات میں آپ(ع) کو خلیفۃ اللہ کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے((یخرج المهدی وعلی را سٔه غمامة فیها مناد ینادی: هذا المهدی خلیفة الله فاتبعوه))[2]اللہ جیسے مقدس اسم کی طرف اضافے کا تقاضا یہ ہے کہ آپ(ع) کا وجود تمام اسماء حسنی کی آیت ہے۔

3۔آپ(ع) کے مقام کی عظمت وبلندی آپ کے اصحاب کے مقام ومنزلت سے روشن ہوتی ہے،

جس کا ایک نمونہ روایات اہل تشیع میں یہ ہے کہ :"آپ(ع) کے اصحاب کی مقدار، اہل بدر کی تعداد کے برابر ہے 3اور ان پر تلواریں ہیں کہ ہر تلوار پر ایک کلمہ لکھا ہوا ہے جو ہزار کلمات کی کنجی ہے ۔"[4]

اور روایات اہل سنت میں بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ایک صحیح روایت کا کچھ مربوط حصہ، جسے حاکم نیشاپوری نے مستدرک اور ذهبی نے تلخیص میں نقل کیا ہے، یہ ہے((لا یستوحشون إلی ا حٔد ولا یفرحون با حٔد یدخل فیهم علی عدة ا صٔحاب بدر لم یسبقهم الا ؤلون ولا یدرکهم الآخرون وعلی عدة ا صٔحاب طالوت الذین جاوزوا معه النهر))[5]

4۔رسول اکرم(ص)اور حضرت مہدی میں خاتمیت کی مشترکہ خصوصیت اس بات کی متقاضی ہے کہ جس طرح نبوت آپ(ص)پر ختم ہوئی اسی طرح امامت حضرت مہدی پر ختم ہوگی ۔نیز کار دین کا آغاز آنحضرت(ص) کے دست مبارک سے ہوا اور اختتام حضرت مہدی کے هاتھوں ہوگا۔اسی نکتے کی جانب شیعہ اور سنی روایات میں اشارہ کیا گیا ہے کہ آنحضور(ص) نے فرمایا:((المهدی منا یختم الدین بنا کما فتح بنا))[6]آپ(ع) میں خاتم کی جسمانی، روحانی اور اسمی تمام خصوصیات جلوہ گر ہیں۔

دو مختلف شخصیات، یعنی خاتم النبین وخاتم الوصیین کا کنیت، اسم، سیرت وصورت کے اعتبار سے ایک ہونا یعنی ابوالقاسم محمد پر دین کا افتتاح و اختتام، اہل نظر کے لئے ایسے مافوق ادراک مقام ومرتبے کی حکایت کرتا ہے جو ناقابل بیان ہے۔

اس بارے میں بطور خاص وارد شدہ بعض روایات ملاحظہ ہوں :

الف۔رسول خدا(ص) سے روایت ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا:"میری امت میں ایسا فرد ظہور کرے گا کہ اس کا نام میرا نام اور اس کا اخلاق میرا اخلاق ہے، زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کر دے گا جس طرح ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔"[7]

ب۔ایک صحیح روایت کے مطابق جسے جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے آباء واجداد اور انہوں نے رسول خدا(ص) سے نقل کیا ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا: "مہدی میری اولاد سے ہے جس کا نام میرا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہے۔ خَلق وخُلق میں مجھ سے سب سے زیادہ شباہت رکھتا ہے۔

1 ، "خدا زمین کو اس کے ذریعہ عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے ظلم و جور سے پر تھی"۔ بحار الانوار، ج 38 ص 126 ۔اسی مضمون سے ملتی ہوئی عبارت البیان فی اخبار صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، ص 505 ،(کتاب کفایۃ الطالب) صحیح ابن حبان، ج 15 ، ص 238 ۔ مستدرک صحیحین، ج 4، ص 514 ۔مسند احمد بن حنبل، ج 3، ص 36 ، مسند ابی یعلی، ج 2، ص 274 نمبر 987 اور دوسری کتابیں۔

2 بحار الانوار، ج 51 ، ص 81 ۔ "مہدی اس حال میں خروج کرے گا کہ اس کے سر پر ایک ابر ہوگا جس میں ایک منادی ندا دے گا یہ مہدی ہے جو خدا کا خلیفہ ہے بس اس کی اتباع کرو"۔ عنوان خلیفۃ اللہ مستدرک صحیحین ، ج 4، ص 464 میں سنن ابن ماجہ، ج 2، ص 1367 مسند احمد بن حنبل، ج 5، ص 277 نور الابصار، ص 188 ۔ عقد الدرر الباب الخامس، ص 125 اور دوسری کتابوں میں آیا ہے۔

3 بحار الانوار، ج 51 ، ص 157 ۔

4 بحار الانوار، ج 52 ، ص 286 ۔

5 مستدرک صحیحین ، ج 4، ص 554 (ان کو خوف نہیں کہ کسی سے مدد حاصل کریں اور نہ کسی سے خوش ہوتے ہیں کہ ان میں داخل ہوجائیں ان کی تعداد اصحاب بدر کے برابر ہیں نہ ان سے کوئی سبقت لے پایا ہے اور نہ ہوئی ان تک پہونچ سکتا ہے ان کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے جتنی ہے جس نے طالوت کے ساتھ نہر کو پار کیا تھا۔

6 صواعق محرقہ، ص 163 ۔اسی مضمون سے ملتی ہوئی عبارت المعجم الاوسط میں، ج 1، ص 56 میں ہے۔ عقد الدرر الباب السابع، ص 145 ، اور اہل سنت کی دوسری کتابیں۔ بحار الانوار، 51 ، ص 93 اور شیعوں کی دوسری کتابیں میں آیا ہے۔

7 صحیح ابن حبان، ج 8، ص 291 ، ح 6786 اور دوسری کتابیں۔

اس کے لئے ایسی غیبت اور حیرت ہے کہ لوگ دین سے گمراہ ہوجائیں گے، پھر اس کے بعد وہ شہاب ثاقب کی مانند ظہور کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کردے گا جس طرح ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔" [1]

ج۔ صحیح نص کے مطابق چھٹے امام جعفربن محمد علیہما السلام نے اپنے آباء اور انہوں نے رسول خدا(ص) سے نقل کیا ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا: "جو میری اولاد میں سے قائم کا انکار کرے، یقینا اس نے میرا انکار کیا ہے۔" [2]

د۔ شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہ نے دو واسطوں سے احمدبن اسحاق بن سعد الاشعری سے، جو نہایت ہی بزرگ ثقہ افراد میں سے ہیں، نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: "میں حسن بن علی علیہما السلام کی خدمت میں ان کے بعد ان کے جانشین کے متعلق سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا آپ(ع) نے فرمایا: "اے احمدبن اسحاق !خداوند تبارک وتعالیٰ نے جب سے آدم کو خلق کیا ہے زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں رکھا اور نہ ہی اسے قیامت تک اپنی حجت سے خالی رکھے گا۔ وہ اپنی حجت کے ذریعے اہل زمین سے بلاؤں کو دور کرتا ہے، اس کے وسیلے سے بارش برساتا ہے اور اس کے وجود کی بدولت زمین سے برکات نکالتا ہے۔"

احمدبن اسحاق کہتے ہیں، میں نے پوچھا: "یا بن رسول اللہ !آپ کے بعد امام وخلیفہ کون ہے؟"

حضرت امام حسن عسکری(ع) اٹھے، تیزی سے گھر میں داخل ہوئے اور جب باہر تشریف لائے تو آپ(ع) اپنے شانے پر ایک تین سالہ بچے کو لئے ہوئے تھے جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا، اس کے بعد آپ(ع) نے فرمایا: "اے احمدبن اسحاق !اگر تم خدا اور اس کی حجتوں کے لئے محترم نہ ہوتے تو تمہیں اپنے بیٹے کی زیارت نہ کراتا، یہ پیغمبر خدا(ص) کا ہمنام اور ہم کنیت ہے۔ یہ وہ ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کردے گا جس طرح ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

اے احمدبن اسحاق !اس امت میں اس کی مثال خضر وذوالقرنین کی ہے۔ خدا کی قسم، اس کی غیبت ایسی ہوگی کہ ہلاکت سے اس کے سوا کوئی نہ بچ سکے گا جسے خدا اس فرزند کی امامت پر ثابت قدم رکھے اور جسے خدا نے دعائے تعجیل فرج کی توفیق عنایت کی ہو۔"

پھر احمدبن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: "اے میرے آقا !کیا کوئی علامت ہے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے؟"

اس بچے نے فصیح عربی میں کہا: ((انا بقیۃ اللہ فی ارضہ والمنتقم من اعدائہ)) میں اس زمین پر بقیۃ اللہ اور دشمنان خدا سے انتقام لینے والا ہوں۔ اے احمدبن اسحاق! دیکھنے کے بعد طلب اثر نہ کرو۔"

احمدبن اسحاق کہتا ہے کہ میں مسرور وخوشحال باہر آیا اور اگلے دن امام(ع) کی خدمت میں جا کر عرض کی: "یابن رسول اللہ! آپ(ع) نے مجھ پر جو احسان فرمایا اس سے میری خوشی میں بے انتہا اضافہ ہوا ہے۔ اس بچے میں خضر وذوالقرنین کی صفت کو بھی میرے لئے بیان فرمائیے؟"

امام(ع) نے فرمایا: "غیبت کا طولانی ہونا، اے احمد۔"

عرض کی: "یا بن رسول اللہ !اس بچے کی غیبت طولانی ہوگی ؟"

امام(ع) نے فرمایا : ھاں، خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا۔ غیبت اتنی طولانی ہوگی کہ اکثر غیبت کے ماننے والے بھی انکار کرنے لگیں گے اور سوائے ان کے کوئی نہ بچے گا جن سے خداوند متعال ہماری ولایت کا اقرار لے چکا ہے اور جن کے دلوں میں ایمان کو لکہ دیا ہے اور اپنی روح کے ساتہ جن کی تائید فرمائی ہے۔ اے احمد بن اسحاق! یہ امر خدا میں سے ایک امر، رازِ خدا میں سے ایک راز اور غیب خدا میں سے ایک غیب ہے۔

میں نے جو کچھ دیا ہے اسے لے لو، اسے چھپا کر رکھو اور شاکرین میں سے ہوجاو تاکہ قیامت کے دن ہمارے ساتہ علیین میں سے ہوسکو۔" (3)

4۔ سنی اور شیعہ روایت کے مطابق آپ(ع) کا ظھور خانہ کعبہ سے ہوگا۔ آپ(ع) کے ______ دائیں جبرئیل اور بائیں میکائیل ہوں گے۔ چونکہ حضرت جبرئیل(ع) انسان کے حوائج معنوی یعنی افاضہ علوم اور

---

1 کمال الدین وتمام النعمة، باب 25، رقم 4، ص 287۔

2 کمال الدین وتمام النعمة، باب 39، رقم 8، ص 412۔

3 کمال الدین وتمام النعمة، ص 384 وینابیع المودة، ص 458۔

معارف الہیہ کا واسطہ، اور حضرت میکائیل(ع) مادی ضروریات یعنی افاضہ ارزاق کا واسطہ ہیں، بنا بر ایں علوم وارزاق کے خزائن کی کلید آپ(ع) کے اختیار میں ہے۔ [1]سنی او رشیعہ روایت میں ظہور کے وقت آپ(ع) کی صورت مبارک کو کوکب دُرّی سے تشبیہ دی گئی ہے[2]اور((له هيبة موسیٰ وبهاء عيسى وحكم داوود وصبر ايوب))3، امام علی رضا(ع) کی حدیث کے مطابق ایسے لباس میں ملبوس ہوں گے کہ((عليه جيوب النور تتوقد من شعاع ضياء القدس)) [4]

5۔ الغیبۃ میں شیخ طوسی اور صاحب عقدالدرر کی روایت کے مطابق آپ(ع) عاشور کے دن ظہور فرمائیں گے[5]تاکہ (يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ بِا فْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُوْرِهِ وَلَوْ كَرِهْ الْكَافِرُوْنَ) [6]کی تفسیر ظاہر ہو۔ اور امام حسین علیہ السلام کے پاکیزہ خون سے آبیاری شدہ اسلام کا شجرہ طیبہ آپ کی برکت سے ثمر بخش بنے اور یہ آیت کریمہ (وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّه سُلْطَانًا) [7]اپنے عالی ترین مصداق سے منطبق ہو۔

امام زمانہ (علیہ السلام) کی طولانی عمر

ممکن ہے کہ طول عمر، سادہ لوح افراد کے اذھان میں شبہات ایجاد کرنے کا سبب ہو لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ ایک انسان کی عمر کا ہزاروں سال تک طولانی ہونا، نہ تو عقلی طورپر محال ہے او رنہ ہی عادی اعتبار سے، کیونکہ محال عقلی یہ ہے کہ دو نقیضین کے اجتماع یا ارتفاع کا سبب ہو، مثال کے طورپر جیسا کہ ہم کہیں کہ کوئی بھی چیزیا ہے یا نہیں ہے، یا مثلاً عدد یا جفت ہے یا طاق، کہ ان کا اجتماع یا ارتفاع عقلا محال ہے اور محال عادی یہ ہے کہ عقلی اعتبار سے تو ممکن ہو، لیکن قوانینِ طبیعت کے مخالف ہو مثال کے طورپر انسان آگ میں گر کر بھی نہ جلے۔

انسان کا ہزار ھا سال طول عمر پانا، اور اس کے بدن کے خلیات کا جوان باقی رہنا نہ تو محال عقلی ہے اور نہ محال عادی، لہذا اگر حضرت نوح علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام کی عمر اگر نو سو پچاس سال یا اس سے زیادہ واقع ہوئی ہے تو اس سے زیادہ بھی ممکن ہے اور سائنسدان اسی لئے بقاء حیات ونشاط جوانی کے راز کی جستجو میں تھے اور ہیں۔ جس طرح علمی قوانین وقواعد کے ذریعے مختلف دہاتوں کے خلیات کی ترکیب میں تبدیلی سے انہیں آفات اور نابود ہونے سے بچایا جاسکتا ہے اور لوہے کو کہ جسے زنگ لگ جاتا ہے اور تیزاب جسے نابود کر دیتا ہے، آفت نا پذیر طلائے ناب بنایا جا سکتا ہے، اسی طرح علمی قوانین وقواعد کے ذریعے ایک انسان کی طولانی عمر بھی عقلی وعملی اعتبار سے ممکن ہے، چاہے ابھی تک اس راز سے پردے نہ اٹھے ہوں۔

اس بحث سے قطع نظر کہ امام زمان(ع) پر اعتقاد، خداوند متعال کی قدرت مطلقہ، انبیاء کی نبوت اور معجزات کے تحقق پر ایمان لانے کے بعد کا مرحلہ ہے، اسی لئے جو قدرت ابراہیم(ع) کے لئے آگ کو سرد اور سالم قرار دے سکتی ہے،

جادوگروں کے جادو کو عصائے موسی کے دہن کے ذریعے نابود کر سکتی ہے، مردوں کو عیسیٰ کے ذریعے زندہ کر سکتی ہے اور اصحاب کہف کو صدیوں تک بغیر کھائے پیئے نیند کی حالت میں باقی رکھ سکتی ہے ، اس قدرت کے لئے ایک انسان کو ہزاروں سال تک جوانی کے نشاط کے ساتھ اس حکمت کے تحت سنبھال کر رکھنا نہایت ہی سہل اور آسان ہے کہ زمین پر

---

1 عقدالدرر الباب الخامس وفصل اول الباب الرابع،ص 65 ؛ الامالی للمفید، ص 45 ۔

2 فیض القدیر، ج 6، ص 362 ، نمبر 9245 ۔کنزالعمال، ج 14 ، ص 264 ، نمبر 38666 ۔

ینابیع المودة، ج 2، ص 104 ، ج 3، ص 263 ، اور اہل سنت کی دوسری کتابیں 222 وج 51 ، ص 80 اور دوسرے موارد اور شیعوں کی دوسری کتابیں۔ ، بحار الانوار، ج 36 ، ص 217

3 بحار الانوار، ج 36 ، ص 303 ۔

4 بحار الانوار، ج 51 ، ص 152 ۔ "اس پر نور کے اس طرح لباس ہیں جو قدس کی روشنی سے روشن رہتے ہیں"۔

5 الغیبة، ص 452 و 453 ، عقدالدرر الباب الرابع، فصل اول ، ص 65 ۔

6 سورہ صف، آیت 8۔ "یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے چاہے یہ بات کفار کو کتنی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

7 سورہ اسراء، آیت 33 ۔ "جو مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اس کے ولی کو بدلہ کا اختیار دے دیتے ہیں"۔

حجت باقی رہے اور باطل پر حق کے غلبہ پانے کی مشیت نافذ ہو کر رہے (إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئاً أَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ)[1]

اس واقعے کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ شہرری میں شیخ صدوق کی قبر ٹوٹی اور آپ کے تر و تازہ بدن کے نمایاں ہونے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ کے جسم پر قوانین طبیعت کا کوئی اثر نہیں ہوا اور بدن کو فاسد کرنے والے تمام اسباب و عوامل بے کار ہو کر رہ گئے۔ اگر طبیعت کا عمومی قانون امام زمانہ(ع) کی دعا سے پیدا ہونے والے شخص کے بارے میں ٹوٹ سکتا ہے، جس نے آپ(ع) کے عنوان سے "کمال الدین وتمام النعمۃ" جیسی کتاب لکھی ہے، تو خود اس امام(ع) کے بارے میں قانون کا ٹوٹنا جو نائب خدا اور تمام انبیاء و اوصیاء کا وارث ہے، باعثِ تعجب نہیں ہونا چاہئے۔

امام زمانہ (علیہ السلام) کے کچھ معجزات شیخ الطائفہ اپنی کتاب "الغیبۃ" میں فرماتے ہیں: "غیبت کے زمانے میں آپ(ع) کی امامت کو ثابت کرنے والے معجزات قابل شمارش نہیں"[2]۔ اگر شیخ طوسی کے زمانے تک، جنہوں نے 460 ھجری میں وفات پائی ہے، معجزات کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل تھا تو موجودہ زمانے تک معجزات میں کتنا اضافہ ہو چکا ہو گا؟!

لیکن اس مقدمے میں ہم، دو مشہور روایتیں پیش کرتے ہیں، جن کا خلاصہ علی بن عیسی اربلی، 3جو فریقین کے نزدیک ثقہ ہیں، کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ: "امام مہدی(ع) کے متعلق لوگ ما فوق العادۃ خبریں اور قصے نقل کرتے ہیں جن کی شرح طولانی ہے۔ میں اپنے زمانے میں واقع ہونے والے دو واقعات، جنہیں میرے دوسرے ثقہ بھائیوں کے ایک گروہ نے بھی نقل کیا ہے، ذکر کرتا ہوں:

1۔ حلہ میں فرات او ردجلہ کے درمیان آبادی میں اسماعیل بن حسن نامی شخص رہتا تھا، اس کی بائیں ران پر انسان کی مٹھی کے برابر پھوڑا نکل آیا۔ حلّہ اور بغداد کے اطباء اسے دیکھنے کے بعد لا علاج قرار دے چکے تھے۔ لہٰذا وہ سامرہ آگیا اور دو ائمہ حضرت امام ھادی اور امام عسکری علیہما السلام کی زیارت کرنے کے بعد اس نے سرداب میں جاکر خدا کی بارگاہ میں دعا و گریہ وزاری کی اور امام زمانہ(ع) کی خدمت میں استغاثہ کیا، اس کے بعد دجلہ کی طرف جاکر غسل کیا اور اپنا لباس پہنا۔

معاًاس نے دیکھا کہ چار گھڑسوار شہر کے دروازے سے باہر آئے۔ ان میں سے ایک بوڑھا تھا جس کے ھاتہ میں نیزہ تھا، ایک جوان رنگین قبا پہنے ہوئے تھا، وہ بوڑھا راستے کی دائیں جانب اور دوسرے دو جوان راستے کی بائیں جانب اور وہ جوان جس نے رنگین قبا پہن رکھی تھی ان کے درمیان راستے پر تھا۔

رنگین قبا والے نے پوچھا: "تم کل اپنے گھر روانہ ہو جاو گے؟"

میں نے کہا: "ھاں۔" اس نے کہا: "نزدیک آو ذرا دیکھوں تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

اسماعیل آگے بڑھا، اس جوان نے اس پھوڑے کو ھاتہ سے دبایا اور دوبارہ زین پر سوار ہوگیا۔

بوڑھے نے کہا: "اے اسماعیل! تم فلاح پا گئے، یہ امام (ع) تھے۔"

وہ روانہ ہوئے تو اسماعیل بھی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا، امام (ع) نے فرمایا: "پلٹ جاو۔"

اسماعیل نے کہا: "آپ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔" امام (ع) نے فرمایا: "تمھارے پلٹ جانے میں مصلحت ہے۔" اسماعیل نے دوبارہ کہا: "آپ سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتا۔" بوڑھے نے کہا: "اسماعیل! تمہیں شرم نہیں آتی، دو مرتبہ امام نے فرمایا، پلٹ جاو اور تم مخالفت کرتے ہو؟"

اسماعیل وہیں رک گیا، امام چند قدم آگے جانے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"جب بغداد پہنچو گے، ابو جعفر یعنی خلیفہ مستنصر باللہ، تمہیں طلب کرے گا۔ جب اس کے پاس جاو اور تمہیں کوئی چیز دے، اس سے نہ لینا اور ہمارے فرزند رضا سے کہنا علی بن عوض کو خط لکھیں،

میں اس تک پیغام پہنچا دوں گا کہ جو تم چاہو گے تمہیں عطا کرے گا۔"

اس کے بعد اصحاب کے ساتھ روانہ ہو گئے اور نظروں سے اوجھل ہونے تک اسماعیل انہیں دیکھتا رہا۔ غم وحزن اور افسوس کے ساتھکچھ دیر زمین پر بیٹھ کر ان سے جدائی پر روتا رہا۔ اس کے

---

1 سورہ یس، آیت 82۔ "اس کا صرف امر یہ ہے کہ کسی شئے کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرلے کہ ہو جا اور وہ شئے ہوجاتی ہے"۔

2 الغیبۃ شیخ طوسی، ص 281۔

3 کشف الغمۃ، ج 2، ص 493۔

بعد سامرہ آیا تو لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو کر پوچھنے لگے کہ تمہارے چہرے کا رنگ متغیر کیوں ہے ؟ اس نے کہا: کیا تم لوگوں نے شہر سے خارج ہونے والے سوارونکو پہچانا کہ وہ کون تھے ؟

انہوں نے جواب دیا: وہ باشرافت افراد ہیں، جو بھیڑوں کے مالک ہیں۔ اسماعیل نے کہا: وہ امام(ع) اور آپ (ع) کے اصحاب تھے اور امام (ع) نے میری بیماری پر دست شفا پھیر دیا ہے۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ زخم کی جگہ کوئی نشان تک باقی نہیں رہا، اس کے لباس کو بطور تبرک پھاڑ ڈالا۔ یہ خبر خلیفہ تک پہنچی، خلیفہ نے تحقیق کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔

اسماعیل نے رات سرداب میں گزاری اور صبح کی نماز کے بعد لوگوں کے ہمراہ سامراء سے باہر آیا، لوگوں سے خدا حافظی کے بعد وہ چل دیا، جب قنطرہ عتیقہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ لوگوں کا ھجوم جمع ہے اور ہر آنے والے سے اس کا نام ونسب پوچھ رہے ہیں۔نشانیوں کی وجہ سے اسے پہچاننے کے بعد لوگ بعنوان تبرک اس کا لباس پھاڑ کر لے گئے۔

تحقیق پر مامور شخص نے خلیفہ کو تمام واقعہ لکھا۔ اس خبر کی تصدیق کے لئے وزیر نے اسماعیل کے رضی الدین نامی ایک دوست کو طلب کیا۔ جب دوست نے اسماعیل کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ اس کی ران پر پھوڑے کا اثر تک باقی نہیں ہے، وہ بے ہوش ہوگیا اور ہوش میں آنے کے بعد اسماعیل کو وزیر کو پاس لے گیا، وزیر نے اس کے معالج اطباء کو بلوایا اور جب انہوں نے بھی معائنہ کیا او رپھوڑے کا اثر تک نہ پایا تو کہنے لگے: "یہ حضرت مسیح کا کام ہے"، وزیر نے کہا: "ھم جانتے ہیں کہ کس کا کام ہے۔"

وزیر اسے خلیفہ کے پاس لے گیا، خلیفہ نے اس سے حقیقت حال کے متعلق پوچھا، جب واقعہ بیان کیا تو اسے ہزار دینار دئیے، اسماعیل نے کہا: میں ان سے ایک ذرے کو لینے کی جراۂ نہیں کرسکتا۔ خلیفہ نے پوچھا: کس کا ڈر ہے ؟ اس نے کہا: "اس کا جس نے مجھے شفا دی ہے، اس نے مجھ سے کہا ہے کہ ابو جعفر سے کچھ نہ لینا۔" یہ سن کر خلیفہ رونے لگا۔

علی بن عیسیٰ کہتے ہیں: میں یہ واقعہکچھ لوگوں کے لئے نقل کر رہا تھا، اسماعیل کا فرزند شمس الدین بھی اس محفل میں موجود تھا جسے میں نہیں پہچانتا تھا، اس نے کہا: "میں اس کا بیٹا ہوں۔"

میں نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے اپنے والد کی ران دیکھی تھی جب اس پر پھوڑا تھا؟" اس نے کہا: "میں اس وقت چھوٹا تھا لیکن اس واقعے کو اپنے والدین، رشتہ داروں او رہمسایوں سے سنا ہے اور جب میں نے اپنے والد کی ران کو دیکھا تو زخم کی جگہ بال بھی آچکے تھے۔"

اور علی بن عیسیٰ کہتے ہیں: "اسماعیل کے بیٹے نے بتایا کہ صحت یابی کے بعد میرے والد چالیس مرتبہ سامراء گئے کہ شاید دوبارہ ان کی زیارت کرسکیں۔"

2۔ علی بن عیسیٰ کہتے ہیں:" میرے لئے سید باقی بن عطوہ علوی حسنی نے حکایت بیان کی کہ ان کے والد عطوہ امام مہدی(ع) کے وجود مبارک پر ایمان نہ رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے:"اگر آئے اور مجھے بیماری سے شفا دے تو تصدیق کروں گا۔" اور مسلسل یہ بات کہا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ نماز عشاء کے وقت سب گھر والے جمع تھے کہ والد کے چیخنے کی آواز سنی، تیزی سے ان کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا:"امام(ع) کی خدمت میں پہنچو کہ ابھی ابھی میرے پاس سے باہر گئے ہیں۔"

باہر آئے تو ہمیں کوئی نظر نہیں آیا، دوبارہ والد کے پاس پلٹ کر آئے تو انہوں نے کہا:"ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا: اے عطوہ، میں نے کہا: لبیک، اس نے کہا: میں ہوں مہدی، تمہیں اس بیماری سے شفا دینے آیا ہوں اس کے بعد اپنا دست مبارک بڑھا کر میری ران کو دبایا اور واپس چلے گئے۔"

اس واقعہ کے بعد عطوہ ہرن کی طرح چلتے تھے۔

زمانہ غیبت میں امام زمانہ (علیہ السلام) سے بہرہ مند ہونے کا طریقہ:

اگرچہ امام زمانہ(ع) ہماری نظروں سے غائب ہیں اور اس غیبت کی وجہ سے امت اسلامی آپ(ع) کے وجود کی ان برکات سے محروم ہے جو آپ(ع) کے ظہور پر متوقف ہیں، لیکن بعض فیوضات ظہور سے وابستہ نہیں ہیں۔

آپ(ع) کی مثال آفتاب کی سی ہے، کہ غیبت کے بادل پاکیزہ دلوں میں آپ(ع) کے وجود کی تاثیر میں رکاوٹ نہیں بن سکتے، اسی طرح جیسے سورج کی شعاوٴں سے اعماق زمین میں موجود نفیس جواہر پروان چڑھتے ہیں اور سنگ و خاک کے ضخیم پردے اس گوہر کو آفتاب سے استفادہ کرنے سے نہیں روک سکتے۔

جیسا کہ خداوند متعال کے الطاف خاصّہ سے بہرہ مند ہونا دو طریقوں سے میسر ہے۔

اول۔ جہاد فی اللہ کے ذریعے، یعنی خدا کے نور عنایت کے انعکاس میں رکاوٹ بننے والی کدورتوں سے نفس کو پاک کرنے سے۔

دوم۔ اضطرار کے ذریعے جو فطرت اور مبدء فیض کے درمیان موجود پردوں کو ہٹاتا ہے(ا مَّن يُجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْءَ)[1]

اسی طرح فیض الٰہی کے وسیلے سے استفادہ کرنا جو اسم اعظم و مَثَلِ اعلیٰ ہے، دو طریقوں سے ممکن ہے:

اول۔ فکری، اخلاقی اور عملی تزکیہ کہ ((ا مٴا تعلم ا نٴ ا مٴرنا هذا لاینال إلا بالورع))[2]

دوم۔ اضطرار اور اسباب مادی سے قطع تعلق کے ذریعے کہ اس طریقے سے بہت سے افراد جن کے لئے کوئی چارہ کار نہ بچا تھا اور جو بالکل بے دست وپا ہو کر رہ گئے تھے، امام(ع) سے استغاثہ کرنے کے بعد نتیجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

آخر میں ہم ساحت مقدس امام زمانہ(ع) کے حضور میں اپنے قصور وتقصیر کا اعتراف کرتے ہیں۔آپ(ع) وہ ہیں جس کے وسیلے سے خدا نے اپنے نور اور آپ(ع) ہی کے وجودِ مبارک سے اپنے کلمے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے، کمالِ دین امامت سے ہے اور کمال امامت آپ(ع) سے ہے اور آپ (ع)کی ولادت کی شب یہ دعا وارد ہوئی ہے((اللّٰھم بحق لیلتنا ھذہ ومولودھا وحجتک وموعودھا التی قرنت إلی فضلھا فضلک، فتمّت کلمتک صدقاً و عدلاً، لا مبدّل لکلماتک و لا معقّب لآیاتک، و نورک المتعلق و ضیائک المشرق و العلم النور فی طخیاء الدیجور الغائب المستور جلّ مولدہ و کرم محتدہ، و الملائکة شَھَّدَہ واللہ ناصرہ و مو یِّدہ إذا آن میعادہ، والملائکة امدادہ، سیف اللہ الذی لا ینبو، و نورہ الذی لا یخبو، و ذو الحلم الذی لا یصبو))[3]

فروع دین

اس مقدمے میں فروع دین کے اسرار اور حکمتوں کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں، اس لئے کہ فروع دین، انسان کے ذاتی اور اجتماعی احوال سے مربوط قوانین اور خالق و مخلوق کے ساتھ، اس کے رابطے کا نام ہے، کہ اس سے متعلق فقہ کا ایک حصہ اڑتالیس ابواب پر مشتمل ہے، لیکن اس مجموعے میں سے ہم نماز و زکات کی حکمت کو مختصر طور پر بیان کرتے ہیں:

الف۔ نماز

نماز چند اجزا، شرائط اور موانع پر مشتمل ہے۔ ان میں سے بعض کی حکمت ذکر کرتے ہیں:

نماز ادا کرنے کی جگہ مباح ہونے کی شرط انسان کو متوجہ کرتی ہے کہ کسی کے حق سے تجاوز نہ کرے اور نماز میں خبث و حدث سے پاکیزہ ہونے کی شرط اسے اس بات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ پانی سے دہل جانے والی نجاست یا مثال کے طور پر روح کے آئینے میں بے اختیار جنابت سے پیدا ہونے والی کدورت، نماز کے باطل ہونے کا سبب اور ذوالجلال و الاکرام کی بارگاہ میں جانے سے مانع ہے، لہٰذا جھوٹ، خیانت، ظلم، جنایت اور اخلاق رذیلہ جیسے قبیح اعمال، انسان کو حقیقتِ نماز سے محروم کرنے میں، جو مومن کی معراج ہے، کتنی تاثیر رکھتے ہوں گے۔ اذان، جو خدا کے حضور حاضر ہونے کا اعلان ہے اور اقامت جو مقام قرب کی طرف روح کی پرواز کے لئے ایک مقدماتی عمل ہے، معارفِ دین کا خلاصہ ہیں۔

---

1 سورہ نمل، آیت 62 ۔ "بھلا وہ کون ہے جو مضطر کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اس کو آواز دیتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کردیتا ہے"۔

2 بحار الانوار، ج 47، ص 71 ۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے امر تک نائل نہیں ہوسکتے مگر تقویٰ کے ذریعہ"۔

3 مصباح متہجد، ص 842 ۔

اسلام کی تعلیم و تربیت بیان کرنے کے لئے فقط اذان و اقامت میں یہ تائل اور تفکر ہی کافی ہے کہ ان دونوں میں تکبیر سے ابتداء اور تہلیل پر اختتام ہوتا ہے اور چونکہ تکبیر کی ابتداء اور تہلیل کی انتہا ((اللہ)) ہے، لہٰذا اس مکتب نماز سے نماز گذار یہ سیکھتا ہے کہ (هُوَاْلا وَّّلُ وَاْلآخِرُ) [1]

اذان و اقامت کی ابتداء و انتہاء میں لفظ ((اللہ)) کا ہونا، بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت اور محتضر کے لئے کلمہ توحید کی تلقین کا مستحب ہونا، اس بات کا اعلان ہے کہ انسان کی زندگی کی ابتداء و انتہاء خدا کے نام پر ہونا چاہیے۔

تکبیر کے بعد ((لاإله إلا الله)) کی دو بار گواہی دیئے جانے کے بعد آخر میں اس جملے کو تکرار کرنا انسان کے علمی و عملی کمال میں اس کلمہ طیبہ کے کردار کی وضاحت کرتا ہے۔

لفظ و معنی کے اعتبار سے اس جملے میں یہ خصوصیات موجود ہیں:

اس جملے کے حروف بھی وہی کلمہ ((اللہ)) والے حروف ہیں اور چونکہ اظہار کئے بغیر اسے زبان سے ادا کیا جاسکتا ہے، لہٰذا اس میں ریاکاری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

نفی و اثبات پر مشتمل ہے، لہٰذا اس پر راسخ اعتقاد انسان کو اعتقادات، اخلاق اور اعمال میں باطل کی نفی اور اثباتِ حق تک پہنچاتا ہے اور حدیث سلسلۃ الذهب کے معانی آشکار و واضح ہوتے ہیں کہ ((کلمة لاإله إلا الله حصنی فمن دخل حصنی ا ‌مٔن من عذابی)) [2]

اور بشریت، رسول اکرم(ص) کے بیان کی گہرائی کو درک کرسکتی ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا:

((قولوا لاإله إلا الله تفلحوا)) [3] اوریہی منفی و مثبت ہیں جو انسان کی جان کو مرکز وجود کے جوہر سے متصل کر کے فلاح و رستگاری کے نور سے منور کرتے ہیں۔

((لاإله إلا الله)) میں تدبّر کے وسیلے سے، روحِ نماز گزار میں پاکیزگی آنے پر وہ اس مقام تک رسائی حاصل کرلیتا ہے کہ کہے :(إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمَاوَاتِ وَالْا رُ‌ضَ حَنِیْفاً وَّ مَا ا نَٔ‌ا مِن الْمُشْرِکِیْنَ) [4] اور فاطر السماوات والارض کی طرف توجہ کے ذریعے زمین و آسمان سے گذر کر، سات تکبیروں کی مدد سے سات حجابوں سے بھی گذر جاتا ہے اور ھاتھوں کو کانوں تک بلند کر کے خدا کے سوا باقی سب کو پیٹھ پیچھے ڈال دیتا ہے۔ اس کی ہر حدّو وصف سے کبریائی کا اعلان کر کے اس کی عظمت کے سامنے سے اوہام و افکار کے پردے ہٹا دیتا ہے ((الله اکٔبر من ا نٔ یوصف)) اور خدا سے کلام کے لئے تیار ہو جاتا ہے، کیونکہ نماز، خدا کے ساتہ انسان کی گفتگو ہے اور قرآن، انسان کے ساتھ خدا کی گفتگو ہے۔ لیکن خدا کے ساتہ انسان کی گفتگو کلام خدا ہی سے شروع ہوتی ہے، اس لئے کہ انسان نے غیر خدا سے جوکچھ سیکھا ہے اس کے ذریعے خدا کی حمد و تعریف ممکن ہی نہیں ہے اور کلام خدا کی عزت و حرمت کی بدولت اس کی گفتگو سنے جانے کے قابل ہوتی ہے ((سمع الله لمن حمده))۔

((لا صلاۃ لہ إلّا ا ٔن یقرا بھا))[5] کے تقاضے کے مطابق نماز کا حمد پر مشتمل ہونا ضروری ہے اور جس طرح قرآن جو خالق کی مخلوق کے ساتہ گفتگو ہے، سورہ حمد سے شروع ہوا ہے، نماز بھی چونکہ مخلوق کی خالق کے ساتہ گفتگو ہے، سورہ حمد سے شروع ہوتی ہے۔

نماز گزار کے لئے ضروری ہے کہ وہ حمد و سورہ کو کلام خدا کی قرائت کی نیت سے پڑہے لیکن روحِ نماز، نماز کے اقوال و افعال میں موجود معانی، اشارات اور لطیف نکات کی طرف توجہ دینے سے حاصل ہوتی ہے، لہٰذا ہم سورہ حمد کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

اس سورہ مبارکہ میں مبدا و معاد کی معرفت، اسماء و صفات خداوندمتعال، خدا کا انسان اور انسان کا خدا سے عہد اور بعض روایات ٦ کے مطابق اس سورے میں اللہ کے اسم اعظم کو اجزاء میں تقسیم

---

1 سورہ حدید، آیت 3۔ "وہی اول ہے وہی آخر"۔

2 بحار الانوار، ج 49 ، ص 123 ۔"کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا"۔

3 بحار الانوار، ج 18 ، ص 202 ۔"لا الہ الا اللہ کہوتا کہ فلاح و بہبودی پا سکو"۔

4 سورہ انعام، آیت 79 ۔ "میں تو سچے دل اور اطاعت گزاری کے لئے صرف اس کی طرف اپنا رخ کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اوز زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں"۔

5 وسائل الشیعہ، ج 6، ص 37 ، باب اول از ابواب قرائت حدیث 1۔"اس کی نماز نہ ہوگی مگر سورہ حمد کے ساتہ"۔

6 وسائل الشیعہ، باب اول از ابواب قرائت حدیث 5، ج 6، ص 38 ۔

کرکے سمو دیا گیا ہے۔ اس سورہ مبارکہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کا نصف یعنی (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) تک خدا کے لئے اور بقیہ حصہ یعنی (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) سے آخر تک انسان کے لئے اور درمیانی آیت خدا و عبد کے درمیان اس طرح تقسیم ہوئی ہے کہ عبادت خدا کے لئے اور استعانت انسان کے لئے ہے۔

سورے کی ابتداء((بِسْمِ اللّٰہِ)) سے ہے کہ صبحِ رسالت بھی اسی سے طلوع ہوئی تھی (اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ) (1)

اسم اللہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ وہ اسمِ ذات ہے جس میں تمام اسماء حسنیٰ جمع ہیں (وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا) (2)

اور اس سے مراد ایسا معبود ہے جس کے بارے میں مخلوق متحیّر اور اس کی پناہ چاہتے ہیں

((عن علی (ع): الله معناه المعبود الذی یا لٔه فیه الخلق و یوله إلیه)) 3 اور خدا کی نسبت انسان کے لئے جو کمال معرفت ممکن ہے وہ یہ ہے کہ اس کی معرفت کو نہ پاسکنے کا ادراک رکھتا ہو۔

((اللہ)) کی صفات ((رحمٰن و رحیم)) بیان کی گئی ہیں اس کی رحمتِ رحمانیّہ و رحیمیّہ کی شرح اس مقدمے میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ بس فقط یہ بات موردِ توجہ رہے کہ خداوندمتعال نے انسان سے اپنے کلام اور اپنے ساتھ انسان کے کلام کو (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) سے شروع فرمایا، اس آسمانی جملے کو مسلمانوں کے قول وفعل کا سرچشمہ قرار دیا اور پانچ واجب نمازوں میں صبح و شام اس جملے کو تکرار کرنے کا حکم فرمایا ہے اور انسان کو یہ تعلیم دی کہ نظام آفرینش کا دارومدار رحمت پر ہے اور کتاب تکوین و تشریع رحمت سے شروع ہوتی ہے۔

اس کی رحمتِ رحمانیّہ کی بارش ہر مومن و کافر اور متقی و فاجر پر ہوتی ہے۔ جس طرح اس کی رحمت رحیمیہ کی شعاع سے ہر پاک دل روشن ہوتا ہے (كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ) (4)

دین خدا، دین رحمت اور اس کا رسول (رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ) (5) ہے اور دین میں موجود حدود و تعزیرات بھی رحمت ہیں۔ یہ مطلب مراتبِ امر بہ معروف و نہی از منکر کے ذریعے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر پیکر اجتماع کا ایک عضو، فرد و معاشرے کی مصلحت کے برخلاف عمل کرے یا فردی و نوعی فساد کا مرتکب ہو، تو سب سے پہلے ملائمت و نرمی کے ساتھ اس کے علاج کی کوشش کرنا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ بن عمران (ع)، نو معجزات کے ہوتے ہوئے جب فرعون جیسے طاغوت کے زمانے میں مبعوث ہوئے تو خداوندمتعال نے آپ اور آپ کے بھائی ھارون کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں کیونکہ بعثت کا مقصد تسلّط و قدرت نہیں بلکہ تذکر، خشیت اور ہدایت ہے (فَقُوْلَا لَه قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّه يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى) (6) اور جب تک طبابت کے ذریعے علاج ممکن ہو اس عضو کو نشتر نہیں لگانا چاہیے اور اگر دوا سے علاج ممکن نہ ہو تو معاشرے کے جسمانی نظام میں خلل ڈالنے والے

فاسدمادے کو نشتر کے ذریعے نکال دینا چاہئے اورجہاں تک ممکن ہو اس عضو کی حفاظت ضروری ہے اور اگر نشتر کے ذریعے بھی اس کی اصلاح نہ ہو تو معاشرے کی سلامتی کے لئے اسے پیکر اجتماع سے جدا کردینا ضروری ہے۔

اسی لئے نظامِ تکوین اورقوانین دین کی تفسیر(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) ہے۔ اس تعلیم و تربیت کے ساتہ خدا کے بندوں کے لئے ہر مسلمان کو رحمت کا پیام آور ہونا چاہیے۔

خدا کے نام سے شروع کرنے کے بعد نمازگذار (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) کے جملے کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں، اس لئے کہ وہ رب العالمین ہے اور ہر کمال و جمال اسی کی تربیت کا مظہر ہے۔ یہ جملہ کہتے وقت اس کی ربوبیت کے آثار کو اپنے وجود اور کائنات میں

دیکھنے کے بعد، آسمان، زمین، جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان، تمام تعریفوں کوفقط اسی کی ذات سے منسوب کرتے ہیں۔ اور چونکہ پست ترین موجودات سے لے کر کائنات کے اعلیٰ ترین وجود تک میں،

---

1 سورہ علق، آیت 1۔ "اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو"۔

2 سورہ اعراف، آیت 180۔ "خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں پس اس کو ان کے وسیلہ سے پکارو"۔

3 بحار الانوار، ج 3، ص 221۔ "حضرت علی علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ کا معنی ایسا معبود ہے کہ مخلوق جس میں متحیر و حیران ہے اور اس کی پناہ میں رہتی ہے"۔

4 سورہ انعام، آیت 54۔ "تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے"۔

5 سورہ انبیاء، آیت 107۔ "رحمت ہے عالمین کے لئے "۔

6 سورہ طہ، آیت 44۔ "اس کے ساتہ نرمی کے ساتہ بات کرو شاید پند و نصیحت قبول کرے یا خوف کھائے"۔

خدا کی تربیت کے آثار اس کی عمومی و خصوصی رحمت کا ظہور ہیں، لہٰذا دوبارہ (اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کو اپنی زبان پر جاری کرتا ہے۔

فضل و رحمتِ خدا میں مستغرق ہوتے ہوئے اس غرض سے کہ کہیں عدلِ خدا سے غافل نہ ہو جائے کہتا ہے: (مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ) اس لئے کہ معصیت، خدا کی ہتک حرمت ہے اور لامتناہی عظمت کی حرمت لامتناہی ہوتی ہے اور لامتناہی کی ہتک حرمت کسی بھی ہتک حرمت کے ساتہ قابل قیاس نہیں ہے اور انسان کے بارے میں جس ھستی کے حق اور نعمتوں کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، اس ھستی کی نافرمانی کی سزا بھی اس عمل کے تناسب سے ہوگی۔

اور ہر گناہ میں صرف ہونے والی قوت و قدرت اسی دنیا سے حاصل شدہ ہے، اس لئے کہ انسان کی زندگی اس دنیا سے وابستہ ہے۔ انسان جو گناہ انجام دیتا ہے وہ زمین و آسمان کی نعمتوں کے ساتہ خیانت ہے اور اسے حساب و کتاب اور روز جزاء درپیش ہیں، کہ خدا نے فرمایا ہے (يَا ا يُّهَا النَّاس اتَّقُوْا رَبَّکُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْمٌ ة يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا ا رْضَعَتْ وَ تَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْل حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُکَارىٰ وَ مَا هُمْ بِسُکَارىٰ وَلٰکِنْ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ)[1]، اسی لئے (مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ) پر توجہ عرفاء کو لرزہ بر اندام کر دیتی ہے، کہ امام العارفین حضرت زین العابدین(ع) جب اس جملے پر پہنچتے تھے تو اتنا دہراتے تھے کہ((کاد ا ن یموت))[2]

(اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) اور (مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ) نماز گذار کو خوف و رجا کے بال و پر عطا کرتے اور خدا کی رحمت و عزت سے آشنا کرتے ہیں۔ پہلے جملے میں انسان کی نظر مغفرت و ثواب اور دوسرے جملے میں سزا و عقاب پر ہوتی ہے۔

اور اس وقت الوہیت، ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، فضل اور عدل خدا کی عظمت اس کے دل کو تسخیر کر لیتی ہیں اور وہ صیغہ غائب سے خطاب کی طرف اس ادراک کے ساتہ متوجہ ہوتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، لہٰذا کہتا ہے: (إِيَّاکَ نَعْبُدُ) اور اس توجہ کے ساتہ کہ یہ عبادت بھی اسی کی ہدایت اور حول و قوت سے ہے، کہتا ہے: (وَإِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ)۔

(نَعْبُدُ) میں دیکھتا ہے کہ عبادت عبد کی جانب سے ہے اور (نَسْتَعِيْنُ) میں اسے نظر آتا ہے کہ مدد خدا کی جانب سے ہے کہ ((لاحول ولاقوۃ الّا باللہ))

(إِيَّاکَ نَعْبُدُ) میں نظریہ جبر اور (وَإِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ) میں نظریہ تفویض کی نفی ہے اور انہیں اس لئے صیغہ جمع کے ساتہ بیان کیا گیا ہے تاکہ خود کو مسلمانوں سے جدا نہ سمجھے اور (إِيَّاکَ نَعْبُد وَإِيَّاکَ نَسْتَعِيْن) میں کلمہ توحید اور توحیدِ کلمہ، دونوں کو جامہ عمل پہناتا ہے۔

فریضہ عبودیت انجام دینے کے بعد عبد کی مولا سے دعا و درخواست کی باری ہے، لہٰذا کہتا ہے: (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ)، انسانیت کی علوہمت اور الوہیّت کے جلال و اکرام کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے قیمتی ترین گوہر کی درخواست کی جائے اور وہ گوہر صراط مستقیم کی ہدایت ہے جو ہر طرح کی افراط و تفریط سے دور ہے اور راہ مستقیم متعدد نہیں ہیں۔ خدا ایک ہے اور اس کی راہ بھی ایک اور اس راستے کی ابتداء انسان کے نقطہ نقص سے ہوتی ہے (وَاللّٰهُ ا خْ ْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ ا مُّ هَاتِكُمْ لاَ تَعْلَمُوْن شَيْئاً)[3] اور کمالِ مطلق اس کی انتہا قرار پاتی ہے کہ ((ماذا وجد من فقدک، وماالذی فقدمن وجدک))[4] اور (وَا نَّ إِلىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهىٰ)[5]

(صِرَاطَ الَّذِيْنَ ا نْ ْعَمْتَ عَلَيْهِمْ) راہ مستقیم ان کا راستہ ہے جن پر خداوندعالم نے اپنی نعمتیں نازل فرمائی ہیں (وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَا وُ ْلٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ ا نْ ْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ ا وُ ْلٰئِكَ رَفِيقْاً)[6]

---

1 سورہ حج، آیت 1،2 ۔"لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی شئے ہے۔ جس دن تم دیکھو گے کہ دودھ پلانے والی عورتیں اپنے دودھ پیتے بچوں سے غافل ہو جائیں گی اور حاملہ عورتیں اپنے حمل کو گرادیں گی اور لوگ نشہ کی حالت میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ مست نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا"۔

2 بحار الانوار، ج 46، ص 107 ۔"نزدیک تھا کہ مرجائے"۔

3 سورہ نحل، آیت 78 ۔"خدا نے تم کو تمہارے ماوٴں کے پیٹ سے باہر نکالا حالانکہ تمکچھ نہیں جانتے تھے"۔

4 بحار الانوار، ج 95، ص 226 ۔"جس نے تجھے کھودیا اس کیا ملا ؟ اور وہ جس نے تجھے پالیا اس نے کیا کھویا"۔

5 سورہ نجم، آیت 42 ۔"بس ہر امر کی انتہا تمہارے پروردگار کی طرف ہے"۔

6 سورہ نساء، آیت 69 ۔"اور جو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گاجن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہی بہترین رفقاء ہیں"۔

مسلمان اپنے خدا سے انبیا، مرسلین، شہدا اور صدیقین کی صف میں شامل ہونے کی دعا اور غضبِ الٰہی میں گرفتار و گمراہ لوگوں سے دوری کی درخواست کرتا ہے۔ اس دعا کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان خود کو اخلاقِ انبیاء سے آراستہ اور اہل غضب و اضلال کے رویّے سے اجتناب کرے اور (اَللهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلىَ النُّوْرِ)[1] کا تقاضا یہ ہے کہ ذات قدوس جو (نُوْرُالسَّمَاوَات وَالْا رُ ْضِ)[2] ہے کی طرف متوجہ رہے اور حقیقت ایمان سے منور دل کی آنکھوں سے اس کی عظمت کو جانے اور حکمِ (فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِيْمِ)[3] کو بجالاتے ہوئے اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور کہے ((سبحان ربی العظیم و بحمدہ))

رکوع سے سر اٹھائے اور سجدے کے ذریعے حاصل ہونے والے مقام قرب کے لئے تیار ہو اور حکمِ (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْا عْ َلیٰ)[4] کی اطاعت کرتے ہوئے خاک پر سجدہ ریز ہو جائے اور پیشانی خاک پر رکھ کر اس عنایت کو یاد کرے کہ اس ناچیز خاک سے خلق کرنے کے باوجود اس کے دل کو چراغِ عقل سے روشن و منور فرمایا، خاک پر سر رکھنے سے (وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلاٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ)[5] پر نظر کرے اور کہے ((سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ)) اور سر اٹھاتے وقت (ثُمَّ ا نْ ْشَا نْ َاهُ خَلْقاً آخَرَ فَتَبَارَکَ اللهُ ا حْ ْسَنُ الْخَالِقِيْنَ)[6]

اور اپنی حیات دنیوی پر نظر ڈالے اور کہے ((اللہ اکبر))۔ دوبارہ خاک پر گر کر اس دن کو یاد کرے جب اس کی منزل اس تاریک و اندھیری خاک میں ہوگی۔ زندگی کے بعد موت پر نظر کرے اور دوبارہ سر اٹھا کر موت کے بعد کی زندگی کو دیکھے اور دو سجدوں میں (مِنْهَا خَلَقْنَاکُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُکُمْ و مِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً ا خْ ْریٰ)[7] کے معنی کو سمجھے اور اپنے وجود کے مراحل کی معرفت کو طے کرے۔

جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ نماز میں موجود حکمت و ہدایت کے انوارِ خورشید میں سے ایک شعاع کی مانند ہے اور سورہ حمد کے بعد پڑھی جانے والی سورہ، اذکار، قیام، قعود، قنوت، تسبیحات اربعہ، تشہد، سلام اور آداب نماز کے اسرار کو اختصار کی غرض سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔

یہ تھا اسلام میں عبادت کا نمونہ، اس کے مدمقابل عیسائیوں کی عبادت یہ ہے: "اور عبادت کرتے ہوئے سابقہ امتوں کی طرح بے کار میں تکرار نہ کرو، چونکہ وہ گمان کرتے تھے کہ زیادہ کہنے کے سبب ان کی عبادت قبول ہوگی، پس ان کی طرح نہ ہونا، کیونکہ تمہارا باپ، اس سے پہلے کہ تم سوال کرو، تمہاری حاجات سے واقف ہے، پس تم اس طرح سے دعا مانگو: اے ہمارے پدر! کہ تیرا نام آسمان پر مقدس رہے۔ تیرا ملکوت آجائے، جس طرح تیرا ارادہ آسمان میں ہے زمین میں ویسے انجام پائے۔ ہمیں

آج کے دن کافی ہو جانے والی روٹی دے دے اور ہمارے قرضے معاف فرما دے جیسا کہ ہم بھی اپنے قرض داروں کو بخش دیتے ہیں۔ ہمیں امتحان میں نہ ڈال، بلکہ ہمیں شریر سے نجات دے، کیونکہ ملکوت، قوت و جلال ابدالآباد تک تیرے لئے ہے۔ آمین" (8)

ھم اس عبادت میں بعض نکات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

1۔ "اے ہمارے پدر!" خدا پر باپ کا اطلاق یا حقیقی ہے یا مجازی، اگر حقیقی ہو تو خدا کو تولید کی نسبت دینا، در حقیقت اس کے لئے مخلوق کی صفت ثابت کرنا اور خالق کو مخلوق تصور کرنا ہے اور اگر مجازی ہو تو تشبیہ ہے اور خالق کی مخلوق سے تشبیہ، مخلوق کی صفت کو خالق کے لئے ثابت کرنا ہے۔ اور ایسی عبادت مخلوق کے لئے ہو سکتی ہے، خالق کی نہیں، جبکہ اسلام میں عبادت،

ایسے خداوند متعال کی عبادت ہے جس کی معرفت سے عقول کو رہائی نہیں اور غیر سے تشبیہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔

---

1 سورہ بقرہ، آیت 257 ۔ "اللہ صاحبان ایمان کا ولی ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے"۔

2 سورہ نور، آیت 35 ۔ "آسمان اورزمین کا نور ہے"۔

3 سورہ واقعہ، آیت 74 ۔ "اب آپ اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کریں"۔

4 سورہ اعلیٰ، آیت 1۔ "اپنے بلند ترین رب کے نام سے تسبیح کرو"۔

5 سورہ مومنون، آیت 12 ۔ "اور ہم نے انسان کو گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے"۔

6 سورہ مومنون، آیت 14 ۔ "پھر ہم نے اسے ایک دوسری صورت میں پیدا کیا تو کس قدر بابرکت ہے وہ خدا جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے"۔

7 سورہ طہ، آیت 55 ۔ "تم کو اس سے پیدا کیا اور اسی میں واپس لے جائیں گے اور دوبارہ پھر اس سے نکالینگے"۔

8 انجیل متیٰ باب ششم۔

2۔ ثناء پروردگار کے بعد ان کی خدا سے درخواست، اس دن کفایت کرنے والی روٹی ہے۔

عیسائی نماز میں پیٹ کی روٹی چاہتا ہے کہ جو انسان کے جسم کے لئے ایسے ہی ہے جیسے حیوان کے لئے گھاس۔ جب کہ مسلمان، صراط مستقیم کی ہدایت جیسی پسندیدہ راہ کی درخواست کرتا ہے، جو عقل کی آنکھ کا نور اور جس کا مقصد خدا ہے، کہ نہ تو ہدایت سے بڑھ کر، کہ جو کمال انسانیت ہے، کوئی قیمتی گوہر ہے۔ اور نہ ہی خداوند عز و جل سے بڑھ کر کوئی موجود ہے۔

3۔ "ہمارے قرض معاف فرما دے، جیسا کہ ہم اپنے قرض داروں کو بخش دیتے ہیں۔" جھوٹ، خدا کی نافرمانی و معصیت ہے اور معصیت کے ساتھ عبادت کرنا ممکن نہیں، کیا عیسائی اپنے قرض داروں کا قرضہ معاف کرتے ہیں جو اپنے خدا سے اس طرح کہتے ہیں؟!

اختصار کے پیش نظر، بقیہ ادیان کی عبادتوں کے ساتھ مقایسے سے صرف نظر کرتے ہیں۔

ب۔ زکات:

نماز انسان کا خالق سے اور زکات انسان کا مخلوق سے رابطہ ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میںزکات کا تذکرہ نماز کے ساتھ کیا گیا ہے((عن ا بٔی جعفر و ا بٔی عبداللہ علیھما السلام قالا:فرض اللہ الزکاۃ مع الصّلاۃ))[1]

انسان مدنی الطبع ہے۔ مال، مقام، علم و کمال میں سے جو کچھ بھی اس کے پاس ہے، سب معاشرتی روابط کی بدولت ہے اور کیونکہ جس معاشرے میں زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس کی مادی و معنوی کمائی میں حقدار ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ معاشرے کا قرض ادا کرے۔

اور اسلام کے زکات و صدقات سے متعلق قوانین پر عمل کے ذریعے، ہر فرد معاشرے کا قرض ادا کرسکتا ہے۔

اسلام میں زکات، صدقات و انفاقات کا سلسلہ اتنا وسیع ہے کہ اگر اس پر صحیح عمل ہو تو معاشرے میں کوئی ضرورت مند باقی نہ رہے، جس کے نتیجے میں دنیا آباد ہو جائے اور ضرورت مندوں و بھوکوں کی سرکشی و طغیان کے وجود سے مطمئن ہو کر امن و امان کے تمدن کا گہوارہ بن جائے۔

امام جعفر صادق(ع) فرماتے ہیں:((إن اللہ عزوجل فرض للفقراء فی مال الا غٔنیاء مایسعھم،ولوعلم ا نٔ ذلک لایسعھم لزادھم ا نٔھم لم یؤتوا من قبل فریضۃ اللہ عزّوجلّ لکن ا ؤتوا من منع من منعھم حقّھم لا ممّا فرض اللہ لھم ولوا نّٔ الناس ا دّٔواحقوقھم لکانوا عائشین بخیرٍ))[2]

اور محتاجوں کو نہ ملنے کے مفسدہ کی اہمیت کے پیش نظر فرمایا (وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَب وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُوْنَهَا فِی سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ ا لُِيْمٍ) [3]

عطا و بخشش کے اثر کے ذریعے معاشرے سے فقر کی بنیادوں کو نابود کرنے، انسان کے سخاوت و کرم سے آراستہ ہونے اور فرد و معاشرے کی سعادت میں اس کے کردار کی اہمیت کے باعث رسول اکرم(ص) نے سخاوت مند مشرک کو امان عطا کر دی [4]اور اسی سخاوت کی بدولت اسے اسلام کی ہدایت نصیب ہوئی۔ روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ(ع) کو پروردگار عالم نے وحی فرمائی کہ سامری کو قتل نہ کرو [5]کیونکہ وہ سخاوتمند ہے۔

---

1 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 13 ، کتاب الزکاۃ، ابواب ماتجب فیہ الزکاۃ، باب 1، حدیث 8۔ "خدا نے زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ واجب کیا ہے"۔

2 وسائل ج 9 ص 10 ، کتاب الزکاۃ ابواب ماتجب فیہ الزکاۃ، باب اول ح 2۔ خدا نے مالداروں کے مال میں فقراء کا اتنا حصہ معین کردیا ہے جس سے وہ اپنی زندگی بسر کر سکیں اور اگر اس کے علم میں اس سے زیادہ ان کے لئے ضروری ہوتا تو اس کو معین کر دیتا لیکن فقیروں کا یہ حال ان مالداروں کی وجہ سے جو ان کا مال روکیں ہیں نہ کہ خدا کی طرف سے اور اگر لوگ فقراء کے حقوق کو ادا کریں تو ان کی مشیعت با خیر (اچھی) ہوگی۔

3 سورہ توبہ، آیت 34 ۔ "وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی بشارت دیدو"۔

4 وسائل الشیعہ ج 9 ص 17 ، کتاب الزکاۃ، ابواب ماتجب فیہ الزکاۃ، باب 2، حدیث 4۔

5 وسائل الشیعہ ج 9 ص 17 ، کتاب الزکاۃ، ابواب ماتجب فیہ الزکاۃ، باب 2، حدیث 6۔

فقراء کی دیکھ بھال کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ کسی فقیر کو پیٹ بھر کر کھلانے، لباس پہنانے اور ایک خاندان کو سوال کی شرمندگی سے بچا کر ان کی آبرو کی حفاظت کرنے کو ستر بار حج بیت اللہ سے افضل قرار دیا گیا ہے [1]صدقہ و احسان کا دائرہ اتنا زیادہ وسیع ہے کہ امام محمد باقر(ع) نے فرمایا:((إن اللہ تبارک و تعالیٰ یحّب إبراد الکبدالحرّی و من سقی کبداً حرّی من بھیمة وغیرھا ا ظلّه اللہ یوم لاظل إلّاظله)) [2]

اسلام میں صدقات کے آداب معین ہیں۔ ان میں سے ایک ادب، صدقے کو چھپا کر دینا ہے، تاکہ صدقہ لینے والے کی حیثیت و آبرو محفوظ رہے، [3] جتنا بھی زیادہ ہو اسے کم جانے [4] کیونکہ صدقہ و احسان جتنا بھی زیادہ ہو، لینے والا ان سے زیادہ بڑا ہے [5]۔

اس پر احسان نہ جتائے [6] بلکہ اس کا شکرگذار ہو کہ وہ اس کے مال و جان کی طہارت کا وسیلہ بنا ہے۔ اس کے سوال و درخواست کرنے سے پہلے عطا کرنے میں جلدی کرے، کہ امام جعفر صادق(ع) فرماتے ہیں:"کسی کے سوال کرنے کے بعد جو تم نے اسے عطا کیا ہے وہ اس کی عزت و آبرو کے مقابلے میں ہے۔" [7]، اپنے چہرے کو اس سے مخفی رکھے [8] صدقہ لینے والے سے التماس دعا کہے [9]اور جس ہاتھ میں صدقہ دے اس ہاتھ کا بوسہ لے اس لئے کہ بظاہر لینے والے کو صدقہ دے رہا ہے اور حقیقت میں لینے والا خدا ہے [10] (ا لَٔمْ یَعْلَمُوْا ا نَّٔ اللّٰهَ هُوَیَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِه وَ یَا خُٔذُ الصَّدَقَاتِ) [11]

اور ضرورتمندوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے اتنی توجہ کی کہ ایثار کا دروازہ کھول دیا اور ارشاد ہوا: (وَیُؤْثِرُوْنَ عَلیٰ ا نَٔفُسِهِمْ وَلَوْکَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) [12] اور ایثار کو کمال کے اس درجے تک پہنچاتے ہوئے کہ جس کے بعد کوئی اور درجہ قابل تصور نہیں، فرمایا: (وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلیٰ حُبِّه مِسْکِیْناً وَّیَتِیْماً وَّ ا سِٔیْراًة إِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لاَ نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شَکُوْرًا) [13]

دین اسلام نے انفاق و صدقے کو فقط مال تک محدود نہیں کیا بلکہ کمزور کی مدد اور نابینا کی راہنمائی کو بھی صدقہ قرار دیا ہے۔ اعتبار و حیثیت کی بدولت کسی کی مشکلات حل کرنے کو جاہ و مقام کی زکات قرار دیا۔ فقط حوائج مادی پوری کرنے پر اکتفا نہ کیا بلکہ فرمایا: (وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ یُنْفِقُوْنَ) [14] اور ہر وہ چیز انسان کا رزق ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہو اسی لئے فرمایا:((و ممّا علمناهم ینبثون)) [15]۔

جو کچھ بیان کیا گیا وہ زکات و صدقات سے متعلق مختصر طور پر اسلام کی حکمت کا تذکرہ تھا۔

اسلام نے اس مقدس قانون کے ذریعے اغنیاء کے نفوس کو بخل، حرص اور طمع کی کدورت اور زنگ سے بچایا اور ان کے اموال کو فقراء کے حقوق، جو ان کے خون کے مترادف ہیں، کی آلودگی سے پاک

---

1 وسائل الشیعہ ج 9 ص 17 ، کتاب الزکاۃ، ابواب صدقہ، باب 2، حدیث 1۔

2 وسائل الشیعہ ج 9 ص 409 کتاب الزکاۃ ابواب صدقہ باب 19 حدیث 2۔(بے شک خدا وند تبارک تعالیٰ دوست رکھتا ہے کہ کسی مصیبت زدہ کو خوش کیا جائے اور جو شخص ایسے شخص کو سیراب کرے (مدد کرے)چھارپا جانور یا کسی اور چیز کو خدا اس دن سایہ دے گا جس دن اس کے ساتہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا،اس کا ساتہ دے گا جب اس کے علاوہ کوئی اور ساتہ دینے والا نہ ہوگا۔

3 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 457 ، کتاب الزکوٰۃ، ابواب الصدقہ، باب 39 ، حدیث 3۔

4 من لایحضرہ الفقیہ،ج 2، ص 31 ، ح 12 ۔

5 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 433 ، کتاب الزکوٰۃ، ابواب الصدقہ، باب 29 ۔

6 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 451 ، کتاب الزکوٰۃ، ابواب الصدقہ، باب 37 ۔

7 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 456 ، کتاب الزکوٰۃ، ابواب الصدقہ، باب 39 ۔ حدیث 1۔

8 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 456 ، کتاب الزکوٰۃ، ابواب الصدقہ، باب 39 ۔ حدیث 2۔

9 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 424 ، کتاب الزکوٰۃ، ابواب الصدقہ، باب 25 ۔

10 وسائل الشیعہ، ج 9، ص 433 ، کتاب الزکوٰۃ، ابواب الصدقہ، باب 29 ۔

11 سورہ توبہ، آیت 104 ۔ "کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور زکوٰۃوخیرات کو وصول کرتا ہے"۔

12 سورہ حشر، آیت 9۔ "اور اپنے نفس پر دوسروں پر مقدم کرتے ہیں چاہے انہیں کتنی ہی ضرورت کیوں نہ ہو"۔

13 سورہ انسان، آیت 8۔ 9۔ "یہ اس کی محبت میں مسکین ،یتیم اور اسیر کو کہانا کہلاتے ہیں۔ ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کہلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ"۔

14 سورہ بقرہ، آیت 3۔ "اس میں سے ہمارے راہ میں خرچ کرتے ہیں"۔

15 بحار الانوار، ج 2، ص 17 ۔ "جوکچھ ہم نے سیکھا ہے اس میں سے نشر کرتے ہیں دوسروں تک"۔

کیا۔ اور اس طرح سے غنی و فقیر کے رشتے کو مستحکم کیا اور ان دو طبقات، جن سے معاشرے کا بنیادی ڈھانچہ تشکیل پاتا ہے، کے درمیان تمام فاصلے مٹاکر کدورت کو الفت میں تبدیل کردیا اور ان قوانین و آداب کی برکت سے نہ صرف یہ کہ ضرورت مندوں کی حاجات کو پورا کیا بلکہ ان کی عزت نفس، آبرو، شرافت اور عظمتِ انسانی کی حفاظت فرمائی۔

غنی کو بخشش، کے بعد فقراء کا احسانمند اور شکر گذار ہونے کا حکم، ایسی باران رحمت کی مانند ہے جس کے ذریعے خداوند تعالیٰ نے فقراء کی آتش حسد کو بجھایا، اموالِ اغنیاء کو، جن کا معاشرے کی رگوں میں خون کی مانند دوڑنا ضروری ہے تاکہ امت کے معاشی نظام کی حفاظت ہوتی رہے، زکات و صدقات کے حصار میں بیمہ کر دیا۔ امیرالمومنین(ع) فرماتے ہیں:((و حصّنوا ا مٔوالکم بالزکاۃ)) [1]

کیا اغنیاء کے مال اور دانشوروں کے علم کی اس کمیّت و کیفیت کے ساتھ عطا و بخشش کے ذریعے معاشرے سے مادی و معنوی فقر کی بنیادوں کو نہیںڈھایا جاسکتا؟!

یہ فرد و معاشرے کی سعادت کے لئے نماز و زکات کی حکمت و اثر کا نمونہ تھا۔ لہٰذا جس دین نے ہر حرکت وسکون اور فعل و ترک میں انسان کیلئے ذمہ داریاں معیّن کی ہوں جو واجبات، محرمات،

مستحبات، مکروہات اور مباحات کے مجموعے کو تشکیل دیتی ہیں اور افراد کی جان، عزت و آبرو اور مال کی حفاظت کے لئے جو قوانین، حقوق اور حدود معیّن کئے گئے ہیں، ان پر عمل کرنے سے کیسا مدینہ فاضلہ تشکیل پا سکتا ہے؟

مثال کے طور پر وہ حیوان جس سے انسان کام لیتا ہے، اس کے حقوق کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح وروشن ہو جاتی ہے کہ اس دین مبین میں انسانی حقوق کی کس طرح ضمانت دی گئی ہے۔

جس جانور پر انسان سوار ہوتا ہے، اس کے حقوق یہ ہیں: منزل پر پہنچنے کے بعد، اپنے کھانے کا انتظام کرنے سے پہلے، اس کے لئے چارہ مہیا کرے، جب کہیں پانی کے پاس سے گزرے اسے پانی پلائے تاکہ پیاسا نہ رہے، اس کے منہ پر تازیانہ نہ مارے، اس کی پیٹھ پر میدان جہاد میں ضرورت کے وقت کے علاوہ، کھڑا نہ ہو، اس کی طاقت سے زیادہ سنگین وزن نہ لادے اور کام نہ لے، اسے بُرا بھلا نہ کہے، اس کے چہرے کو بدصورت نہ بنائے، خشک زمین پر تیز اور علف زار میں آہستہ چلائے اور اس کی پیٹھ پر گفتگو کی محفل نہ جمائے۔

اور اگر دریا کے کنارے دستر خوان لگائے، باقی بچنے والی غذا کو پانی میں ڈال دے تاکہ دریائی جانور اس کی ہمسائیگی سے بے بہرہ نہ رہیں۔

اور جس زمانے میں پانی میں موجود خوردبین سے نظر آنے والے جانداروں کی کسی کو خبر تک نہ تھی، حکم دیا کہ پانی میں پیشاب نہ کریں کہ پانی کی بھیکچھ مخلوق ہے۔

حیوانات کے بعض حقوق اور ان کے بارے میں انسانی ذمہ داریوں کو ذکر گیا گیا، جس سے اجتماعی عدالت اور انسانی حقوق کے سلسلے میں دین اسلام کا آئین واضح ہوتا ہے۔

دین اسلام کا مقصد دنیا و آخرت کو آباد کرنا اور انسان کے جسم و جان کو قوت و سلامتی عطا کرنا ہے (رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَاعَذَابَ النَّارِ)[2]

دنیا و آخرت اور جسم و روح کی ایک دوسرے سے وابستگی اور عدل و حکمت کے تقاضے کے مطابق انسان کی مادی و معنوی زندگی میں سے ہر زندگی کی جتنی اہمیت و ارزش تھی، اتنی ہی اس کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا: (وَابْتَغِ فِيْمَا آتَاکَ اللهُ الدَّارَالْآخِرَةَ وَلَا تَنْسِ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا)[3]

دنیا کو آباد کرنے اور انسان کی آسودگی و آرام پر مکمل توجہ رکھی، دنیا وآخرت کو ان کی خلقت کے تقاضے کے مطابق بالترتیب ثانوی و طفیلی اور بنیادی و مرکزی حیثیت دیتے ہوئے، دنیا و آخرت میں نیکی و حسنات کو انسان کی درخواست اور دعا قرار دیا کہ کلام امام معصوم(ع) میں دنیا کے حسنہ کو رزق و معاش میں وسعت اور حسنِ خلق، جبکہ آخرت کے حسنہ کو رضوان خدا و بہشت بتلایا گیا

---

1 نہج البلاغہ، حکمت، شمارہ، 146 ۔ "زکوۃ کے ذریعہ اپنے مال کو محفوظ کرو"۔

2 سورہ بقرہ، آیت 201 ۔ "پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب جہنم سے محفوظ فرما"۔

3 سورہ قصص، آیت 77 ۔ "اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اس سے آخرت میں گھر کا انتظام کرو اور دنیا میں اپنا حصہ بھول نہ جاو"۔

ہے۔ اقتصادی ترقی بالخصوص زراعت و تجارت کو اہمیت دی اور (وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِه وَلِلْمُو مُ ِنِيْنَ)[1] کے حکم کے مطابق مؤمن کو سخاوت اور بے نیازی کی بدولت عزیز جانا۔ امام جعفر صادق (ع) سے روایت نقل ہوئی ہے:((و ما فی الاعمال شی احب إلی اللہ من الزراعة))[2]۔ امیرالمومنین علی بن ابی طالب(ع) نخلستان میں کاشتکاری و آبیاری کیا کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق(ع) نے بازار سے کنارہ گیری کرنے والے سے فرمایا:((ا غد إلی عزّک))[3]اور ایک روایت میں امیرالمومنین(ع) فرماتے ہیں:((تعرضوا للتجارات))[4]

اسلام میں بازار و تجارت کی بنیاد ہوشیاری، امانت، عقل، درایت اور احکام تجارت کا خیال رکھنے پر ہے((لا یقعدن فی السوق إلامن یعقل الشراء و البیع))[5]((الفقه ثم المتجر))[6]

لیکن دین کے لئے اسلام میں واجبات و مستحبات اور محرمات و مکروہات مقرر کئے گئے ہیں، یہاں ان کی تفصیل ذکر کرنا تو ممکن نہیں ہے، البتہ ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ہر قسم کے لین دین میں سود، قسم کہانا، بیچنے والے کا اپنی چیز کی تعریف کرنا، خریدار کا خریدی جانے والی چیز میں عیب نکالنا، عیب کو چھپانا، دہوکہ دینا اور ملاوٹ کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

تاجر کو چاہیے کہ حق دے اور حق لے، خیانت نہ کرے۔ اگر مد مقابل پشیمان ہو تو سودا کالعدم کردے اور اگر تنگدستی و مشکل میں گرفتار ہو جائے تو اسے مہلت دے، اگر کوئی شخص کسی چیز کے خریدنے کو کہے جوکچھ اس کے پاس ہو اس سے اسے نہ بیچے، اور اگر کسی چیز کے فروخت کرنے کو کہے اسے اپنے لئے نہ خریدے، ترازو ھاتہ میں لینے والا کم لے اور زیادہ دے، چاہے اس کی نیت یہ ہو کہ اپنے فائدے سے کچھ کم یا زیادہ نہ کرے۔ اپنی گفتار میں سچے تاجر کے علاوہ باقی سب تاجر، فاجر ہیں۔

اور جس سے یہ کہے: "سودے اور لین دین میں تم سے احسان و اچھائی کروں گا،" اس سے منافع نہ لے، کسی رابطے کا خیال کئے بغیر تمام خریداروں کو برابر سمجھے اور جس چیز کی قیمت معلوم و معین ہو، قیمت کم کروانے والے اور خاموش شخص کو ایک ہی قیمت پر بیچے، حساب اور لکھنا جانتا ہو کہ حساب اور لکھائی سیکھے بغیر سودا نہ کرے، لوگوں کو جس چیز کی ضرورت ہے اسے ذخیرہ نہ کرے، لین دین میں نرمی سے پیش آئے، آسانی کے ساتہ خرید و فروخت کرے، سہولت کے ساتہ لوگوں کو ان کا حق دے اور ان سے اپنا حق لے، مقروض پر سختی نہ کرے، لین دین طے ہونے کے بعد قیمت کم کرنے کو نہ کہے، مؤذن کی آواز سن کر بازار سے مسجد کی طرف جانے میں جلدی کرے،

اپنے دل کو ذکر خدا کے ذریعے صفا عطا کرے اور نماز کے ذریعے عالم طبیعت سے ماوراء طبیعت کی جانب پرواز کرے (فِیْ بُیُوْتٍ ا ذُِنَ اللّٰہُ ا نُْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہ یُسَبِّحَ لَہ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ة رِجَالٌ لاَّ تُلْھِیْھِمْ تِجَارَةٌ وَّلاَ بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِاللّٰہِ وَ إِقَامِ الصَّلوٰةِ وَ إِیْتَاءِ الزَّکَاةِ یَخَافُوْنَ یَوْماً تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَ الْا بُْصَارُ) [7]

اگرچہ اسلام کی تعلیم و تربیت کے معجزانہ اثرات کی تلاش و جستجو، قرآن کی تمام آیات اور سنت اہل بیت عِصمت و طہارت علیہم السلام میں کرنا ضروری ہے، لیکن چونکہ آفتابِ قرآن و سنت کی ہر شعاع، علم وہدایت کے نور کا مرکز و سرچشمہ ہے، لہٰذا سورہ فرقان کی آخری آیات اور تین احادیث کو ذکر کرتے ہیں، جو اس مکتب سے تربیت یافتہ افراد کی عکاسی کرتی ہیں:

---

1 سورہ منافقون، آیت 8۔ "عزت فقط خدا کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے"۔

2 وسائل الشیعہ، ج 17، ص 42، کتاب تجارت، ابواب مقدمات تجارت، باب 10، حدیث 3۔ "خدا کے نزدیک زراعت سے محبوب تر کوئی کام نہیں ہے"۔

3 وسائل الشیعہ، ج 17، ص 10، کتاب تجارت، ابواب مقدمات تجارت، باب 1، حدیث 2۔ "اپنی عزت کے ساتھ سویرا کرو۔"

4 وسائل الشیعہ، ج 17، ص 11، کتاب تجارت، ابواب مقدمات تجارت، باب 1، حدیث 6۔ "تجارت کی طرف توجہ کرو"۔

5 وسائل الشیعہ، ج 17، ص 382، کتاب تجارت، ابواب مقدمات تجارت، باب 1، حدیث 3۔ "بازار میں نہ بیٹھو مگر یہ کہ خرید و فروش کی عقل رکھتے ہو"۔

6 وسائل الشیعہ، ج 17، ص 381، کتاب تجارت، ابواب مقدمات تجارت، باب 1، حدیث 1۔ "اور فقاہت بعد تجارت"۔

7 سورہ نور، آیت 36 ۔ 37 ۔ "یہ چراغ ان گھروں میں ہے جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے کہ ان گھروں میں صبح و شام اس کی تسبیح کرنے والے ہیں"۔

آیات

1۔ (وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الا رْضِ هونًا وَّ إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوا سَلاَمًا ۃ وَّ الَّذِیْن یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ۃ وَّ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًا ۃ إِنَّهَا سَائَت مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۃ وَّ الَّذِیْنَ إِذَا ا نْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ کَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۃ وَّ الَّذِیْنَ لاَ یَدْعُوْنَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَ لاَ یَزْنُوْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ ا ثَامًا ۃ یُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ یَخْلُدْ فِیْهِ مُهَانًا ۃ إِلاَّ مَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَا وُلٰئِکَ یُبَدِّلُ اللهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَّ کَانَ اللهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۃ وَّ مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّه یَتُوْبُ إِلَی اللهِ مَتَابًا ۃ وَّ الَّذِیْنَ لاَ یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَ إِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْو مَرُّوْا کِرَامًا ۃ وَّ الَّذِیْنَ إِذَا ذُکِّرُوْا بِآیَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّ عُمْیَانًا ۃ وَّ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِن ا زْوَاجِنَا وَ ذُرِّیَّاتِنَا قُرَّةَ ا عْیُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ إِمَامًا ۃ ا وُلٰئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَ یُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَ سَلاَمًا ۃ خَالِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَاماً)[1]

خداوند رحمان جس کی رحمت واسعہ سے ہر متقی و فاجر فیض یاب ہو رہا ہے، کی بندگی کا اثر یہ ہے کہ عبادالرحمن کا زمین پر چلنا، جو ان کے اخلاق کا آئینہ دار ہے، نہ تو اکڑ کے ساتھ ہے اور نہ ہی اس میں تکبّر ہے۔

عبادالرحمن وہ لوگ ہیں جو خدا کے سامنے ذلیل اور مخلوق کے مقابل متواضع ہیں۔ نہ صرف یہ کہ کسی کو اذیت نہیں پہچاتے بلکہ دوسروں کی تکالیف کو بھی برداشت کرتے ہیں اور جہل و نادانی سے بات کرنے والوں کے ساتھ جیسے کو تیسا کے بجائے نہ صرف یہ کہ اپنے حلم و بردباری کی بدولت ان سے جھگڑا نہیں کرتے بلکہ ان کے لئے جہالت کی بیماری سے نجات کی بھی آرزو کرتے ہیں (وَ إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوا سَلاَماً)

اجنبیوں اور مخالفین کے ساتھ جن کا رویہ سلام و سلامتی ہے، ان سے اپنوں اور موافق افراد کے ساتھ مواسات و ایثار کے علاوہ کوئی اور امید نہیں کی جا سکتی۔

یہ تو دن میں ان کی رفتار و کردار ہے اور رات میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ آفاق آسمان پر نظریں جما کر ستاروں اور کہکشاؤنمیں موجود، خداوند متعال کے علم و قدرت اور حکمت کی نشانیوں میں تدبّر و تفکر کرتے ہیں اور ان آیات و نشانیوں میں خداوند متعال کی تجلّی کی عظمت کو دیکھ کر، رات قیام و سجود میں گزار دیتے ہیں (یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا) اور جب غور سے دیکھتے ہیں کہ کروڑونستارے اس کے حکم کے مطابق حرکت کر رہے ہیں اور اپنے مدار سے ذرہ برابر بھی منحرف نہیں ہوتے، دین اور قانون الٰہی میں اپنے انحراف کے خوف سے کہتے ہیں: (رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا کَان غَرَاماً)

اور اپنے اموال کی نسبت، جو خون کی طرح معاشرے کے لئے مایہ حیات ہے، اس طرح عمل کرتے ہیں کہ روک لینے کی صورت میں فشار خون اور بخشش میں اسراف سے قلت خون جیسی بیماریوں میں بتلا نہیں ہوتے اور میانہ روی سے تجاوز نہیں کرتے تاکہ اپنی اور دوسروں کی ضروریات کو پورا کرسکیں (وَالَّذِيْنَ إِذَا ا نْٔفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ لَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِکَ قَوَاماً)

---

1 سورہ فرقان، آیت 63 ۔ 76 ۔ "اور اللہ کے بندے وہی ہیں جو زمین پر آھستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں تو سلامتی کا پیغام دے دیتے ہیں۔ یہ لوگ راتوں کو اس طرح گذارتے ہیں کہ اپنے رب کی بارگاہ میں کبھی سر بسجود رہتے ہیں اور کبھی حالت قیام میں رہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو پھیر دے کہ اس کا عذاب بہت سخت اور پائیدار ہے۔ وہ بد ترین منزل اور محل اقامت ہے۔ اور یہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں

اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان اوسط درجہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں ۔ اور وہ لوگ خدا کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے ہیں اور کسی بھی نفس کو اگر خدا نے محترم قرار دیدیا ہے تو اسے حق کے بغیر قتل نہیں کرتے ہیں اور زنا بھی نہیں کرتے ہیں کہ جو ایسا عمل کرے گا وہ اپنے عمل کی سزا بھی برداشت کرے گا۔ جسے روز قیامت دگنا کر دیا جائے گا اور وہ اسی میں ذلت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ پڑا رہے گا۔ علاوہ اس شخص کے جو توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بھی کرے کہ پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کر دے گا اور خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرلے گا اور عمل صالح انجام دے گا وہ اللہ کی طرف واقعا رجوع کرنے والا ہے ۔ اور وہ لوگ جھوٹ

اور فریب کے پاس حاضر بھی نہیں ہوتے ہیں اور جب لغو کاموں کے قریب سے گذرتے ہیں تو بزرگانہ انداز سے گذر جاتے ہیں ۔ اور ان لوگوں کو جن آیات الٰہیہ کی یاد دلائی جاتی ہے تو بہرے اندہے ہو گر گر نہیں پڑتے ہیں۔ اور وہ لوگ برابر دعا کرتے رہتے ہیںکہ خدایا ہمیں ہماری ازواج اور اولاد کی طرف سے خنکی چشم عطا فرمااور ہمیں صاحبان تقویٰ کا پیشوا بنا دے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی بنا پر جنت کے بالا خانے عطا کئے جائیں گے اور وہاں انہیں تعظیم اور سلام کی پیش کش کی جائے گی ۔ وہ انہیں مقامات پر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کہ وہ بہترین مستقر اور حسین ترین محل اقامت ہے۔"

ان کی دوسری صفات یہ ہیں کہ وہ دل و زبان کو شرک، ھاتھوں کو خونِ ناحق اور اپنے دامن کو زنا سے آلودہ نہیں کرتے (وَالَّذِيْنَ لاَ يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ وَلاَ يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَل ذٰلِکَ يَلْقَ ا ثَ‍ٰاماً)

جھوٹ اور باطل سے دوری اختیار کرتے ہیں، لغو اور عبث رفتار و گفتار کے مقابلے میں بردباری کے ساتہ گذر جاتے ہیں۔ ایسے افراد جو باطل و ناحق مجالس سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنی عظمت و بردباری کے سبب خود کو لغو و عبث سے آلودہ نہیں کرتے۔ ان کے درختِ وجود سے فقط علم،

حکمت، امانت، صداقت اور عدالت کے پہل حاصل ہوتے ہیں (وَ الَّذِيْنَ لاَ يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَ إِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْو مَرُّوْا كِرَامًا)

جب آیات خدا کے ذریعے انہیں یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو اندہوں اور بہروں کی طرح ان آیات پر نہیں گرتے بلکہ ان آیات کو دل و جان سے سنتے ہیں اور تفکر و تدبر کی نظر سے ان میں غور کرتے ہیں (وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُماً وَّ عُمْيَاناً)

ایسے افراد کو حق حاصل ہے کہ وہ خدا سے پرہیزگاروں کی امامت کی درخواست کریں اور کہیں (وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً) فکری، اخلاقی اور عملی عواملِ انحراف کے مقابلے میں خودسازی کرنے والوں کے لئے خداوند متعال کی جانب سے وہ حجرہ عطا ہوگا جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے اور اس حجرے میں سلام و تحیت جیسے بلند و بالا عطیہ الٰہی کو پائیں گے (ا ُوْلٰئِکَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَاصَبَرُوْاوَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلَاماً)، (سَلَامٌ قَوْلاً مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ)[1]

2۔ رسول خدا(ص) سے روایت ہے کہ آپ(ص) نے فرمایا: مؤمن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں ایک سو تین صفات جمع نہ ہوں۔ ان صفات میں سے چند ایک کے مفہوم کو ذکر کرتے ہیں:

مومن کا علم کثیر اور حلم عظیم ہے، غافل کے لئے یاد دہانی کا باعث اور جاہل کے لئے معلّم ہے، جو اسے اذیت دے وہ اسکی جوابی ایذا رسانی سے محفوظ ہے، بے کار کے کام میں ھاتہ نہیں ڈالتا، مصیبت میں کسی کو برا بھلا نہیں کہتا، کسی کی غیبت نہیں کرتا، پردیسی کا مددگار اور یتیموں کا غمخوار ہے، اس کی خوشی اس کے چہرے پر اور غم واندوہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ کسی کے اسرار سے پردہ نہیں اٹھاتا، کسی کے دامن عفت پر کیچڑ نہیں اچھالتا، امانتوں کا امین اور خیانت سے دور ہے، اس کا کردار مؤدبانہ اور گفتار شگفت انگیز ہے، امور میں اعلیٰ اور اخلاق میں بہترین کا طلبگار ہے، اس کا دل باتقویٰ اور علم پاکیزہ ہے، قدرت پانے کے باوجود عفو کرتا ہے، جو وعدہ دے اسے پورا کرتا ہے، نہ تو بغض میں غرق ہوتا ہے اور نہ ہی اسے حب ھلاک کرتی ہے (حب اور بغض اسے اعتدال سے خارج نہیں کرتے)، باطل کو دوست سے بھی قبول نہیں کرتا اور دشمن کے کہے ہوئے حق کو بھی رد نہیں کرتا، باخبر ہونے کے لئے سیکھتا ہے، علم حاصل نہیں کرتا مگر اس پر عمل پیرا ہونے کی غرض سے، اگر اہل دنیا کے ساتہ چلے تو ان میں ہوشیار ترین اور اگر اہل آخرت کے ساتہ ہو تو ان میں پارسا ترین ہوتا ہے[2]

3۔دین کے پیشواؤں کے کلمات میں کمال کا دارومدار عقل علم اور ایمان پر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے لئے، امام زین العابدین(ع) سے منقول روایت کا اقتباس کافی ہے، جس کا مضمون تقریباً کچھ یوں ہے:

اگر کسی شخص کو دیکھو جو اپنی سیرت و منطق کے ذریعے خوف، عبادت و زھد اور اپنے کردار میں خضوع و فروتنی کا اظہار کرتا ہے، جلد بازی نہ کرو، اس کے چکر میں نہ آؤ، کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو دنیا کی دسترسی سے عاجز ہیں، دین کو دلوں کے شکار کا وسیلہ بناتے ہیں، لیکن اگر ان کے لئے حرام ممکن ہو تو اس میں ڈوب جاتے ہیں۔

اور اگر دیکھو کہ حرام سے بھی پرہیز کرتے ہیں، پھر بھی دہوکہ نہ کھانا، افراد کی شھوت و ہوس مختلف ہے، کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو مال حرام سے دور بھاگتے ہیں چاہے کتنا ہی زیادہ ہو،

لیکن شہوت کے مقابلے میں اپنا دامن آلودہ کرلیتے ہیں، اور اگر دیکھو کہ اس سے بھی اپنا دامن آلودہ نہیں کرتے تب بھی دہوکہ نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس کی عقل کیسی ہے؟ کیونکہ کتنے ھی

---

1 سورہ یس، آیت 58 ۔"ان کے حق میں ان کے مہربان پروردگار کا قول صرف سلامتی ہے"۔

2 بحار الانوار، ج 64، ص 310 ۔

افراد ایسے ہیں جو ان سب کو ترک کرتے ہیں لیکن عقلِ متین کی طرف رجوع نہیں کرتے اور عقل کو بروئے کار لاکر ترقی و اصلاح کرنے سے کہیں زیادہ اپنے جہل کے ذریعہ تباہی پھیلاتے ہیں، اگر اس کی عقل کو متین پاؤ پھر بھی دہوکہ نہ کہانا بلکہ عقل و ہوائے نفس کے درمیان مقابلے کے وقت دیکھو کہ آیا عقل کے برخلاف ہونے کا ساتہ دیتا ہے یا ہویٰ کے خلاف عقل کا ساتہ دیتا ہے، جاہ طلبی کا کتنا رسیا ہے کیونکہ لوگوں میں بہت سے افراد ایسے ہیں جو دنیا کی خاطر تارکِ دنیا ہیں[1]نتیجہ یہ ہوا کہ کمال کا معیار فریب دینے والی باتیں اور متواضعانہ اعمال، مال و شکم اور دامن کی شہوت کو ترک کرنا نہیں ہے بلکہ کمال کا معیار وہ عقل ہے جو جہالت کی کدورت سے پاک ہو کر صلاح و اصلاح کا مبدا و سرچشمہ قرار پائے اور وہ ہویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور فرمان کے تابع ہو کہ جسے کوئی بھی ہوس حتی شہوتِ جاہ و مقام اسے فریب نہ دے سکے اور باطل کی ہمراہی میں ملنے والی عزت کو ٹھکراتے ہوئے، حق کے سائے میں ملنے والی ذلت کو گلے لگائے۔

4۔ عنوان بصری جس کی زندگی کے چورانویں سال گذر چکے تھے اور سالہا سال سے مالکی مذہب کے امام، مالک ابن انس، کے پاس تحصیل علم کے لئے جس کی آمد ورفت تھی۔ چھٹے امام(ع) کے مدینہ تشریف لانے پر اس نے آپ سے کسبِ علم کی درخواست کی، حضرت امام صادق(ع) نے فرمایا: "میں ایک مطلوب فرد ہوں، کہ میری طلب میں ہیں، اور اس کے باوجود رات و دن کی ہر گھڑی میں اوراد و اذکار میں مشغول ہوں"۔

یہ جواب سن کر عنوان نہایت غمگین ہوا، رسول خدا(ص) کے روضہ اقدس پر حاضری دی اور دو رکعت نماز پڑھ کر امام(ع) کے قلب کو اپنی طرف معطوف کرنے اور آپ کے علم سے بہرہ مند ہو کر خدا کی راہ مستقیم کی جانب ہدایت کے لئے دعا کی اور اسی غمگین حالت میں گھر لوٹ آیا۔ دل آپ(ع) کی محبت میں اسیر تھا، تحصیل علم کے لئے مالک کے پاس جانا بھی چھوڑ دیا اور واجب نماز ادا کرنے کے علاوہ گھر سے باہر نہ آتا تھا۔

جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو ایک دن نماز عصر کے بعد آپ(ع) کے دروازے پر آیا، خادم نے پوچھا: تمہاری حاجت کیا ہے؟

جواب دیا: میری حاجت شریف کی خدمت میں سلام کرنا ہے۔

خادم نے کہا: اپنے مصلّے پر عبادت میں مشغول ہیں۔

عنوان چوکھٹ پر بیٹھ گیا، خادم نے باہر آکر کہا: برکت خدا کی خدمت میں حاضر ہو۔

عنوان کہتا ہے: داخل ہو کر میں نے سلام کیا۔ آپ (ع) نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ، خدا تمہاری بخشش فرمائے۔ کچھ دیر تک آپ سر جھکائے بیٹھے رہے، اس کے بعد سر اٹھا کر میری کنیت کے بارے میں پوچھا اور دعا دی۔

میں نے خود سے کہا: اس سلام و زیارت سے اگر اس دعا کے علاوہ کوئی دوسری چیز میرے نصیب میں نہ ہو تو یہی دعا بہت ہے۔
اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: کیا چاہتے ہو؟
میں نے کہا: خدا سے التجا کی ہے کہ آپ کے دل کو میری طرف متوجہ اور آپ کے علم سے مجھے بھیکچھ نصیب کرے، امیدوار ہوں میری دعا قبول ہوچکی ہو۔
آپ (ع) نے فرمایا: اے اباعبداللہ! علم تعلم سے نہیں، علم ایسا نور ہے کہ خدا جس کی ہدایت چاہتا ہے اس کے دل میں قرار دے دیتا ہے، پس اگر تمہاری مراد علم ہے تو اپنے اندر حقیقت بندگی کو طلب کرو اور علم کو اس کے استعمال و عمل کے ذریعے طلب کرو اور خدا سے فہم مانگو تاکہ تمہیں سمجھائے۔
میں نے کہا: حقیقت بندگی کیا ہے؟
آپ نے فرمایا: تین چیزیں ہیں:
یہ کہ خدا کا بندہ، جو کچھ اسے خدا نے عطا کیا ہے، خود کو اس کا مالک نہ سمجھے، کیونکہ بندگان خدا کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے، مال کو خدا کا مال سمجھتے ہیں اور جس جگہ خدا حکم دے وہاں خرچ کرتے ہیں۔

---

1 بحار الانوار، ج 2، ص 84۔

اور یہ کہ بندہ اپنے لئے کوئی تدبیر نہ کرے۔

اور یہ کہ وہ صرف اس بات میں مصروف ہو کہ خدا نے اسے کس چیز کا حکم دیا ہے اور کن امور سے روکا ہے۔

پس جب خود کو کسی مال کا مالک نہ سمجھے گا تو خدا نے جہاں جہاں مال کے انفاق کا حکم دیا ہے اس کے لئے انفاق آسان ہو جائے گا، جب اپنی تدبیر اپنے مدبّر کو سونپ دے گا تو مصائبِ دنیا اس پر آسان ہوجائینگے اور خدا کے امر و نہی میں مصروف عمل ہونے سے اسے لوگوں کے ساتھ فخر و مباہات اور ریاکارانہ بحث کی فرصت نہ ملے گی۔ پس جب خدا نے اپنے بندے کا ان تین صفات کی وجہ سے اکرام و احترام کردیا تو دنیا شیطان اور خلق اس کے لئے سہل و آسان ہو جائیں گے، مال و دولت کو جمع آوری اور فخر فروشی کے لئے طلب نہیں کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اسے اپنی عزت و برتری کے لئے نہیں چاہے گا اور اپنی زندگی کے ایّام لغو و بے کار باتوں میں نہیں گنوائے گا۔

یہ تقویٰ کا پہلا درجہ ہے، کہ خداوندتبارک و تعالیٰ نے فرمایا: (تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لاَ یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلاَ فَسَاداً) [1]

میں نے کہا: اے ابا عبداللہ !مجھے وصیت فرمائیں۔

امام (ع) نے فرمایا: تمہیں نو چیزوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اور جن کا مقصود و مطلوب راہ خدا ہے، ان کے لئے بھی میری یہی وصیت ہے، خدا تمہیں ان پر عمل پیرا ہونے میں کامیاب فرمائے۔

تین وصیتیں ریاضت نفس، تین وصیتیں حلم اور تین وصیتیں علم کے بارے میں ہیں۔ ریاضت کے بارے میں میری وصیت یہ ہے کہ: اس چیز کے کھانے سے پرہیز کرو جسے کھانے کی طلب نہ ہو کہ یہ کم عقلی و نادانی کا سبب ہے۔ جب تک بھوک نہ ہو نہ کھاؤ۔ جب بھی کھاؤ، حلال کھاؤ، خدا کے نام سے شروع کرو اور پیغمبر اکرم (ص) کی حدیث یاد رکھو کہ آپ (ص) نے فرمایا: انسان نے اپنے شکم سے بدترظرف کو پُر نہیں کیا، پس اگر ناچار ہو تو اس کی ایک تھائی کو کھانے، ایک تھائی کو پینے اور ایک تھائی کو سانس لینے کے لئے خالی رکھے۔

حلم کے بارے میں میری وصیت یہ ہے کہ: جو کوئی تم سے کہے: اگر ایک کہی تو دس سنوگے، اس کے جواب میں کہو: اگر دس بھی کہو تو ایک نہ سنوگے۔ جو تمہیں ناروا باتیں کہے اس کے جواب میں کہو: جو کچھ تم نے کہا اگر اس میں سچے ہو میری خدا سے التجا ہے کہ مجھے بخش دے اور اگر جھوٹے ہو تو خدا سے تمہاری بخشش چاہتا ہوں اور جو تمہیں نازیبا و رکیک کہنے کا وعدہ دے تم اسے نصیحت کا وعدہ دو۔

اور علم کے بارے میں میری وصیت یہ ہے کہ: جو کچھ نہیں جانتے صاحبان عقل سے پوچھو،

لیکن ان کو آزمانے یا شرمسار کرنے کی غرض سے کبھی ان سے نہ پوچھنا، جس چیز کو نہیں جانتے اس کے بارے میں اپنی ذاتی رائے اور گمان پر ہرگز عمل نہ کرنا، جہاں تک ممکن ہو احتیاط پر عمل کرو،

فتویٰ دینے سے اس طرح پرہیز کرو جیسے شیر سے دور بھاگتے ہو اور اپنی گردن کو لوگوں کے گزرنے کے لئے پل قرار نہ دو۔

اٹھ کھڑے ہو کہ تمہیں وصیت کرچکا اور میرے وِرد کو میرے لئے فاسد قرار نہ دو کہ میں اپنے آپ یںمشغول ہوں (وَالسَّلاَمُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدیٰ)[2]

اس مختصر مقدمے میں ان آیات و روایات کی تشریح بیان کرنا ناممکن ہے۔ ان آیات میں سے ہر آیت اور روایات کے ہر جملے کو سمجھنے کے لئے مفصل بحث کی ضرورت ہے، لہٰذا جو کچھ بیان کیا

گیا اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

آخر میں دو نکات کی جانب توجہ ضروری ہے۔

---

1 سورہ قصص، آیت 83 ۔ "یہ دار آخرت وہ ہے جسے ہم ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو زمین میں بلندی اور فساد کے طلبگار نہیں ہوتے ہیں" ۔

2 بحار الانوار، ج 1، ص 224 ۔

1۔ دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا

دین اسلام کے اصول و فروع کا ملاحظہ، عبادات و معاملات میں تفکر، نفس انسانی، گھر اور شہر کی تدبیر کے بارے میں اس دین کے طور طریقوںمیں تامّل اور مستحبات و مکروہات کے سلسلے میں اس دین کے بتائے ہوئے آداب میں تدبر، ان قوانین میں حکمت بالغہ کے بیان گر ہیں۔ یہ طبیعی امر ہے کہ تمام احکام کی حکمت کو درک کرنا بلکہ انسان کی سعادت پر مبنی دین میں، کسی بھی ایک حکم کی تمام حکمت کا درک سوائے اس فرد کے لئے میسّر نہیں جو اِن عوالم اور ان میں موجود انسان کی ضروریات اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے طریقوں پر محیط ہو۔ کسی حکم کی حکمت کو نہ جاننا اس حکم میں عدمِ حکمت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

اور جس طرح کتابِ خلقت میں محکمات و متشابہات موجود ہیں اسی طرح کتاب تشریع میں بھی محکمات و متشابہات پائے جاتے ہیں اور متشابہات کی بنا پر محکمات سے ہاتھ نہیں اٹھایا جاسکتا، اسی طرح متشابہات کو نظامِ خلقت و دین میں عبث و لغو قرار نہیں دیا جاسکتا (وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِہ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا)[1]

اور یہ جاننا ضروری ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی، آخرت کی بہ نسبت رحم مادر میں جنین کی زندگی کے مانند ہے، کہ رحم مادر میں اسے جو اعضاء اور طاقتیں عطا کی جاتی ہیں، اگر جنین عقل و شعور رکھتا بھی ہو تو ان اعضاء کے استعمال اور ان کے فوائد کو درک کرنا اور انہیں عملی جامہ پہنانا اس کے لئے ناممکن ہے، وہ دماغ کی پیچیدہ اور پر اسرار بناوٹ کی حکمت کو نہیں جان سکتا یا اسی طرح وہ نہیں سمجھ سکتا کہ دیکھنے اور سننے کی مشینری اور نظام تنفس اس کے کس کام کے ہیں۔ دنیا میں آنے کے بعد اس کے لئے ان سب کی حکمت واضح ہوگی۔

اسی طرح طبیعت کے رحم مادری میں زندگی گزارنے والے انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ وحی الٰہی کی تعلیم و تربیت کے وسیلے سے ان اعضاء و صلاحیتوں سے لیس ہو جو اس کی حیات ابدی کے سازوسامان ہیں اور اس کے لئے ان احکامات کی حکمت عالم آخرت میں قدم رکھنے کے بعد واضح و روشن ہوگی، جہاں کی اس دنیا سے وہی نسبت ہے جو دنیا کی رحم مادر سے ہے۔

لہٰذا ، دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، انسانی خلقت کی ضروریات میں سے، بلکہ کمالِ انسانی کی ضروریات میں سے ہے، کیونکہ عامل کی اہمیت عمل سے اور عمل کی اہمیت اس عمل کے داعی اور محرّک عامل سے ہے۔ معصوم علیہ السلام کا بیان بھی اسی حقیقت کی جانب ہماری راہنمائی کرتا ہے((إنما الا عمال بالنیات و لکل امرءٍ ما نوی))[2]

لہٰذا کسی قسم کی مصلحت و مفسدہ اور نفع و ضرر سے چشم پوشی کرتے ہوئے، صرف خدا کے لئے اطاعت خدا بجالانا، مقام مقربیّن کی علامت ہے۔

2۔ علماء دین کی تقلید کا لازم و ضروری ہونا

ایسے افراد کے لئے علماء دین کی تقلید کرنا ضروری ہے، جو احکام خدا کے استنباط کی قدرت نہیں رکھتے۔ انسان، جس کی زندگی و سلامتی، قوانین و قواعد کے تابع ہے، اس کی حفاظت و سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ یا خود طبیب ہو یا کسی قابلِ اعتماد و ماہر طبیب کی طرف رجوع کرے اور اس کے احکامات کے مطابق عمل کرے یا احتیاط کا دامن تھام لے اور جس چیز کے بارے میں اسے یہ احتمال ہو کہ اس سے اسے نقصان پہنچ سکتا ہے اس سے پرہیز کرے، یہاں تک کہ اس کے بارے میں جان لے یا کسی صاحب علم سے پوچھ لے۔

بلکہ چاہے عالم ہو یا جاہل، تقلید انسان کی ضروریاتِ زندگی میں سے ہے۔ جاہل کے لئے تقلید کی ضرورت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔ عالم کے لئے بھی اس اعتبار سے تقلید کی ضرورت ہے کہ ہر دانشمند کے علم کا دائرہ محدود ہے۔ مثال کے طور پر گھر بنوانے کے سلسلے میں ڈاکٹر کے لئے انجینئر اور معمار کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ہوائی جہاز میں سوار ہونے کے بعد اس کے

---

1 سورہ آل عمران، آیت 7۔ "اور انہیں جو علم کے اندر رسوخ رکھتے ہیں جن کا کہنا یہ ہے کہ ہم کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب کی سب محکم ومتشابہ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے"۔

2 وسائل الشیعہ، ج 1، ص 49، ابواب مقدمہ عبادات، باب 5، حدیث 10 ۔ "فقط اعمال کو ان کی نیتوں سے تولا جائے ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کر رکھی ہو"۔

لئے ہواباز اور بحری جہاز میں قدم رکھنے کے بعد بغیر کسی چوں و چرا کے ناخدا کی تقلید ضروری ہے۔

بلکہ علم طب میں مختلف شعبوں کے وجود میں آنے کی وجہ سے اگر کوئی ایک عضو میں مہارت حاصل کرچکا ہو تب بھی باقی اعضاء میں اس کے لئے دوسرے ڈاکٹروں کی تقلید ضروری ہے۔

نتیجے کے طور پر کسی بھی فرد کے لئے تقلید کے بغیر زندگی گزارنا ناممکن ہے۔

اسی لئے دین پر ایمان رکھنے والا جانتا ہے کہ اس کے لئے دین میں جو احکام معین کئے گئے ہیں، بحکم عقل و فطرت انسان مجبور ہے کہ وہ ان احکام کو جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے ان تین میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرے۔ یا ان کے بارے میں تحصیل علم کرے یا ان کا علم رکھنے والے ماہر و متخصص کی پیروی کرے اور یا احتیاط کا راستہ اختیار کرے۔ لیکن ایسی صورت میں کہ جب نہ تو ان احکام کا علم رکھتا ہو اور نہ ہی احتیاط پر عمل پیرا ہو اس کے لئے فقط ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی عالم کے نظریات کے مطابق ان احکام پر عمل کرے اور اگر ان احکام میں محققین و ماہرین کے درمیان اختلافِ رائے پایا جاتا ہو تو ان میں سے اعلم کی تقلید کرے۔ جیسا کہ کسی بیماری کی تشخیص و علاج میں اگر چند ڈاکٹروں کے درمیان اختلاف نظر ہو ان میں سے اعلم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

اور چونکہ دین اسلام دین علم ہے اور ہر عمل کی بنیاد، چاہے بالواسطہ ہی سہی، ضروری ہے کہ علم کی بنیاد پر ہو، تقلید کی بنیاد بھی علم، عقل اور فطرت پر ہے جو در حقیقت احکامِ دین میں عالم و مجتہد کی مستند رائے و نظر پر اعتماد کرنے کا نام ہے (وَلاَ تَقْفُ مَالَيْسَ لَکَ بِه عِلْمٌ إِنَّ السَّمْع وَالْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ ا ُوْلٰئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً)[1]

تمت بالخیر

---

1 سورہ اسراء، آیت 36 ۔ "اور جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے اس کی پیروی مت کرنا کہ روز قیامت کان، آنکھ اور قلب سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔

فہرست

پیش گفتار 4

اصول دین کی مقدماتی بحثیں 5

1۔ تحصیل معرفت کا ضروری ہونا : 5

2۔ انسان کو دینِ حق کی ضرورت : 6

3۔ انفرادی زندگی میں دین کا کردار 7

4۔ اجتماعی زندگی میں دین کا کردار 8

5۔ اصول دین سے آگاہی کی فضیلت و عظمت 9

6۔ ایمان و معرفتِ پروردگار تک رسائی کی شرط 11

خدا پر ایمان لانے کا راستہ : 13

توحید 31

توحید ذات : 31

توحید ذات و صفات: 33

توحید در الوہیت: 33

توحید در ربوبیت: 33

توحید در خلق: 34

توحید در عبادت: 34

یعنی عبادت صرف اسی کی ذات کے لئے منحصر ہے۔ 34

توحید در امر و حکم خدا: 34

توحید در خوف و خشیت: 34

(یعنی صرف خدا سے ڈرنا) 34

توحید در مُلک: 35
(یعنی کائنات میں صرف اس کی حکومت ہے) 35
توحید در ملک نفع وضرر: 35
یعنی نفع و نقصان کا مالک وہ ہے) 35
توحید در رزق: 36
(رزاق صرف خدا ہے) 36
توحید در توکل: 36
(بھروسہ صرف خدا کی ذات پر) 36
توحید در عمل: 36
(عمل صرف خدا کے لئے) 36
توحید در توجہ: 37
(انسان کی توجہ صرف خدا کی طرف ہونی چاہیئے) 37
عدل 42
قوانین واحکام 43
نبوت خاصّہ 44
1۔قرآن کی مثل لانے سے انسانی عجز: 44
2۔ھدایت قرآن 46
عیسائیوں کے بعض مخصوص عقائد 52
3۔قرآن کی غیب سے متعلق خبریں: 60
4۔اسرار خلقت سے مکمل آگاہی: 62
5۔قرآن کی جذابیت 64

6۔قرآن میں عدم اختلاف: 64
7۔قرآن کی علمی اور عملی تربیت : 66
معاد........ 90
دلیل عقلی: 90
دلیل نقلی : 92
امامت 94
الف۔قضاوتِ عقل 94
ب۔ قضاوت قرآن :........ 96
پہلی آیت :........ 97
دوسری آیت :........ 98
تیسری آیت : 99
ج۔قضاوت سنت:........ 100
پہلی حدیث 108
دوسری حدیث 110
1۔وزارت :........ 110
2۔اخوت وبرادری : 112
اصلاح امر: 114
شرکت در امر: 116
خلافت: 116
تیسری حدیث........ 122
حدیث چہارم: 131

پانچویں حدیث:..........132
حدیث ششم:..........138
ائمہ اثنا عشر..........146
پہلی روایت:..........150
دوسری روایت:..........151
امام زمانہ(عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف)..........167
روائی نقطہ نگاہ سے:..........169
امام زمانہ (علیہ السلام) کی طولانی عمر..........181
فروع دین..........187
الف۔ نماز..........187
ب۔ زکات:..........196
آیات..........204
1۔ دین کے سامنے سر تسلیم خم کرنا..........212
2۔ علماء دین کی تقلید کا لازم و ضروری ہونا..........213
فہرست..........215